قواعد اُردو

مرتبۂ

جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ)
آنریری سکرٹری انجمن ترقیٔ اُردو

سنہ ۱۹۳۶ع

مطبوعۂ انجمن اُردو پریس، اُردو باغ اورنگ آباد (دکن)

بار سوم ایک ہزار   قیمت دو روپے

تصانیف مولانا حالی مرحوم

مقالات حالی حصۂ اول	مجلد چار روپے غیر مجلد ت روپے آٹھ آنے
مقالات حالی حصۂ دوم	مجلد ۲ روپے ۶ آنے - غیر مہ ایک روپیہ ۱۴ آنے
مکتوبات حالی جلد اول	ایک روپیہ آٹھ آنے
" " " دوم	" "
یادگار غالب	تین روپے
مولود شریف	ایک روپیہ
مجالس النساء حصہ اول	ایک روپیہ
" حصہ دوم	ایک روپیہ
مقدمۂ شعر و شاعری	ایک روپیہ آٹھ آنے
ضمیمۂ اردو کلیات نظم حالی	ایک روپیہ آٹھ آنے
مجموعۂ نظم حالی	ایک روپیہ چار آنے
دیوان حالی	ایک روپیہ آٹھ آنے
مسدس حالی	بارہ آنے
مناجات بیوہ	تین آنے
حقوق اولاد	چار آنے
شکوۂ ہند	تین آنے
چپ کی داد	دو آنے

ملنے کا پتا

مینیجر انجمن ترقیٔ اردو اورنگ آباد دکن

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ
مرکب بحریں - ۱ خفیف	۳۲۰
۲ - بحر سریع	۳۲۱
۳ - بحر مجتث	۳۲۱
۴ - مضارع	۳۲۲
۵ - منسرح	۳۲۲
۶ - بحر مقتضب	۳۲۳
اوزان رباعی	۳۲۳

مقدمہ

اُردو زبان دنیا کی جدید زبانوں میں سے ہے اور ابھی اس نے اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا سیکھا ہے - زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اُسے ایجاد کر سکتا ہے - جس اصول پر بیج سے کونپل پھوٹتی، پتے نکلتے، شاخیں پھیلتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے، اُسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے - اُردو اُس زمانے کی یادگار ہے، جب مسلمان فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اور اہل ہند سے اُنکا میل جول روز بروز بڑھتا گیا - اُس وقت ملک کی زبان میں خفیف سا تغیر پیدا ہوتا چلا، جس نے آخر ایک نئی صورت اختیار کی، جس کا ان میں سے کسی کو سان گمان بھی نہ تھا - مسلمان فارسی بولتے آئے تھے اور ایک زمانے تک ان کی زبان فارسی ہی رہی، دربار و دفاتر میں بھی اُسی کا سکہ جاری تھا - ہندوؤں نے بھی اُسے شوق سے سیکھا - اُس زمانے میں فارسی لکھنا پڑھنا تہذیب میں داخل تھا - فارسی کے علاوہ عربی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زبان تھی - دستار فضیلت کا ملنا بغیر تحصیل زبان عربی ناممکن تھا، کیوں کہ مسلمانوں کے علوم و فنون کا خزانہ اسی زبان میں مدفون ہے - اِدھر ملک میں جو زبان (قدیم ہندی یا پراکرت) رائج تھی اُسے بھی مسلمانوں نے سیکھا، عوام وہی زبان بولتے تھے - چنانچہ اس مخلوط زبان میں بڑے بڑے شاعر ہوئے، مسلمان شاہی درباریوں اور علما اور شعرا نے بھی یہ زبان سیکھی اور اس میں تالیف و تصنیف

بھی (جو زیادہ تر نظم تھی) کی - غرض ہندوستانیوں کے اس میل جول اور خلا ملا سے ایک نئی زبان نے جنم لیا ، جس کا نام بعد میں اُردو رکھا گیا - اُردو کے معنی لشکر کے ہیں اور لشکری زبان جیسی ہوتی ہے ظاہر ہے ، یعنی آدھا تیتر آدھا بیتر ، اس لیے اول اول ثقہ لوگ اس کے استعمال سے بچتے رہے اور اس کے لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے رہے - لیکن رفتہ رفتہ اس کے قدم جمتے گئے اور مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں شعرائے اس بچے کو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا اور پال پوس بڑا کیا ، بہت کچھ صفائی پیدا کی اور نئی تراش خراش سے آراستہ کیا - مغلیہ سلطنت کے زوال پر سمندر کے راستے ایک نئی قوم ہندوستان پر مسلط ہوئی جو ہندو مسلمانوں سے بالکل غیر تھی - اس قوم نے اس کی انگلی پکڑی اس نے انگلی پکڑتے اُن کا پہنچا پکڑا اور دربار سرکار میں اس کی رسائی ہو گئی - اور رفتہ رفتہ دفاتر سے فارسی کو نکال باہر کیا اور خود اس کی کرسی پر جلوہ گر ہوئی - آخر ہندوستان کی قدیم راجدھانی اس کا جنم بھوم اور دوآبہ اس کا وطن ہوا - اب دور دور پھیل چلی ہے اور ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک چلے جائیے ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے ، بلکہ ہندوستان کے باہر تک جا پہنچی ہے - سب سے بڑھی چڑھی بات یہ ہے کہ یہ تین مختلف جلیل القدر قوموں کی یعنی ہندو ، مسلمانوں اور انگریزوں کی چہیتی ہے اور ان تینوں کی متفقہ کوششوں کی عظیم الشان یادگار ہے - تینوں نے اسے سیکھا ، پڑھا ، لکھا ، تینوں نے اس کی ترقی میں مقدور بھر کوشش کی اور اب تینوں کی بدولت اس رتبے کو پہنچی کہ دنیا کی جدید زبانوں میں شمار کیے جانے کے قابل ہوئی ---

اردو ہندی نژاد ہے اور قدیم ہندی یا پراکرت کی آخری اور سب سے شایستہ صورت ہے - ہندی بولی اور فارسی کے میل سے بنی ہے - اس میں جو سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ ہیں وہ زمانۂ دراز کے استعمال اور زبانوں پر چڑھ جانے سے ایسے ڈھل گئے ہیں کہ اصل

الفاظ میں جو بھدا پن اور کرختگی اور تلفظ اور لہجے کی دقت تھی بالکل جاتی رہی' اور چھٹ چھٹاکر پاک صاف سیدھے سادے رہ گئے جس سے زبان میں لوچ' گھلاوٹ اور صفائی پیدا ہوگئی۔ اردو کے ہندی نژاد ہونے میں کچھ شبہہ نہیں' کیونکہ بیرونی زبانوں کا اثر صرف اسما و صفات میں ہوا ہے ورنہ زبان کی بنیاد یہیں کی زبان پر ہے- تمام حروف فاعلی' مفعولی' اضافت' نسبت' ربط وغیرہ ہندی ہیں - ضمیریں سب کی سب ہندی ہیں' افعال سب ہندی ہیں - لیکن عربی فارسی الفاظ کے اضافے نے مختلف صورتوں میں اس کی اصل خوبی میں اضافہ کر دیا ہے - ہندی الفاظ میں دل نشینی کا خاص اثر ہے اور عربی فارسی الفاظ میں شان و شوکت' اور زبان کے لیے ان دونوں عنصروں کا ہونا ضروری ہے - عربی فارسی الفاظ نے نہ صرف لغت اور نحو میں بلکہ خیالات میں بھی وسعت پیدا کردی ہے' جس سے اس کا حسن دو بالا ہو گیا اور وہ زیادہ وسیع اور کار آمد بن گئی - مگر اصل بنیاد جس پر وہ قائم ہے' ہندی ہی ہے - محض غیر زبانوں کے اسما و صفات کے اضافے سے اس کے ہندی ہونے میں مطلق فرق نہیں آسکتا - مثلاً آج کل بہت سے انگریزی لفظ داخل ہوتے جاتے ہیں' لیکن اس سے زبان کے اصلیت و ماہیت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا - ایک دوسری بات اُردو زبان میں یہ ہے کہ وہ اس اصول پر قائم ہے جو تمام جدید زبانوں میں اس وقت پایا جاتا ہے - یعنے صورت ترکیبی سے حالت تفصیلی کی طرف اس کا رجحان ہے - قدیم زبانوں میں یہ بڑی دقت تھی کہ ایک ہی لفظ کو ذرا سے فرق اور پھیر سے مختلف صورتوں میں لے آتے تھے - اب دوسرے الفاظ کی مدد سے مرکب صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اور وہ دقتیں جاتی رہی ہیں - اُردو کو بھی اس قید سے آزادی مل گئی ہے - غرض یہ زبان مختلف حیثیتوں سے ایسی قبول صورت ہوگئی ہے کہ اس کی ترقی میں شبہہ نہیں ہوسکتا - اس کی صفائی' فصاحت اور صلاحیت اور

ھندی، فارسی ، عربی اور انگریزی کے مختلف مفید اثرات اس امر کا یقین دلاتے ھیں کہ وہ دنیا کی ھونہار زبانوں میں سے ھے اور ایشیا میں ایک روز اس کا ستارہ چمکے گا —

مجھے خوب یاد ھے کہ کئی سال کا عرصہ ھوا کہ میرے ایک دوست نے ایک جلسے میں تذکرتاً میری کتاب صرف و نحو اُردو کے متعلق کہا کہ انجمن اُردو (حیدر آباد ، دکن) اسے چھپوا دے تو بہت اچھا ھو - اس پر ھمارے ایک عالم دوست نے فرمایا کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے ھوتی ھیں ، انجمن کی طرف سے ایسی کتابوں کا طبع ھونا ٹھیک نہیں - مجھے اس میں کلام ھے کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے مخصوص ھیں بلکہ میری رائے میں انھیں اپنی زبان کی صرف و نحو پڑھانا مضر ھے . البتہ یہ میں تسلیم کرتا ھوں کہ ایک زندہ اور جدید زبان کے لیے گریمر (صرف و نحو) کی چنداں ضرورت نہیں ھوتی- لیکن سوال یہ ھے کہ آخر گریمر کی ضرورت پڑی کیوں ؟ جب ھم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالتے ھیں اور اُن کے ادب کی تاریخ بغور پڑھتے ھیں تو ھمیں معلوم ھوتا ھے کہ ابتدا میں گریمر کی ضرورت اس وقت واقع ھوئی جب کہ ایک زبان والوں نے دوسری زبان کے حاصل کرنے کی کوشش کی . اول اول خود اھل زبان کو کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ھوئی - مثل دوسرے علوم وفنون کے ضرورت نے اسے بھی ایجاد کیا - اور زبان کے سب سے پہلے عملی نحوی وہ لوگ تھے جنھوں نے سب سے اول عملی طور پر زبانوں کی تعلیم دی - صرف و نحو کے قواعد کی تدوین اُنھیں معلمین السنہ کا کام تھا ـــ

زبانوں کا سیکھنا سکھانا نسبتاً جدید زمانے کی ایجاد ھے جو آج کل خاصا پیشہ ھوگیا ھے . قدیم زمانے میں لوگ غیر زبانوں کے سیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے - مثلاً کسی قدیم یونانی یا عرب کو کسی غیر زبان کے سیکھنے کا کبھی خیال نہیں آتا تھا

اور وہ کیوں سیکھتا ؟ اس لیے کہ یونانی سوائے یونیوں کے اور عرب سوائے عربوں کے سب کو وحشی خیال کرتا تھا - غیروں کی زبان سیکھنا ' ان کے آداب و اطوار کا اختیار کرنا اس کے لیے عار اور موجب ذلت تھا - یہی وجہ ہے کہ یونانی غیر اقوام کو ایگ لوسائی یعنی بے زبان اور عرب دوسروں کو عجم یعنے گونگے اور پول اپنے پڑوسی اھل جرمن کو نیمیا یعنے گونگے بہرے اور ہندو اپنے سوا دوسروں کو ملیکھہ (ملیچھہ) کہتے تھے - ملیکھہ یعنی ملیچھہ کے اصل معنی ایسے شخص کے ہیں جسے صاف طرح سے بولنا نہیں آتا —

جب یونانیوں کو دوسرے اقوام سے سابقہ پڑا اور اُن سے بات چیت کی ضرورت ہوئی تو بڑی دقت پیش آئی - اگر ہر شخص اپنی ہی زبان بولنے پر اصرار کرے تو دوسرے کی کیونکر سمجھے - اُن کے لئے غالباً غیر زبانوں کے سیکھنے کی پہلی محرک تجارت ہوئی اور دوسری محرک اسکندر کی فتوحات - ایران اور ہندوستان کی فتوحات نے یونانیوں پر ثابت کر دیا کہ دوسرت قومیں بھی زبان رکھتی ہیں- لیکن طرہ یہ ہے کہ بہ نسبت یونانیوں کے دوسری اقوام میں جنھیں یونانی وحشی کہتے تھے زبانیں سیکھنے کی زیادہ صلاحیت تھی - اسکندر کی فتوحات نے باہمی میل جول کا رستہ کھول دیا تھا اور اسکندریہ مختلف اقوام ' مختلف زبانیں بولنے والوں اور مختلف مذاہب کے لوگوں کا سنگم ہو گیا - گو ابتدائی تعلق تجارتی تھا لیکن فرصت کے اوقات میں دوسرے معاملات اور مباحث بھی خود بخود زیر بحث آگئے - علاوہ اس کے خود یونانی بھی اسکندریہ میں موجود تھے جو قدیم حالات کی تحقیق میں مصروف تھے اور اسی طرح مصریوں ایرانیوں اور یہودیوں کے علم ادب و معتقدات بحث میں آئے - اگر چہ اسکندریہ میں دوسرے اقوام کے علم ادب کے متعلق ایک دلچسپی پیدا ہوگئی تھی لیکن زبان کی تحقیق و تنقید دوسری زبانوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خود یونانی

زبان کی مختلف شاخوں پر غور کرنے سے اس کا آغاز ہوا اور سب سے بڑی وجہ اس کی ہومر کی کتاب ہوئی - سب سے اول ان علما نے زبان کی تنظیم کی طرف توجہ کی جو قدیم اساتذہ اور خاص کر ہومر کی تصانیف کو صحت اور تنقید کے ساتھہ شایع کرنے کام کا کر رہے تھے - مختلف نسخے اسکندریہ اور پرگامس میں یونان کے مختلف حصوں سے وصول ہوے جن میں آپس میں بہت کچھہ اختلاف تھا اور اس لیے ان علما کو مجبوراً یونانی گریمر کی صحیح صورت قائم کرنے پر متوجہ ہونا پڑا ہے اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے اول یونانی زبان کو تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا اور اس کی تنظیم کی اور مختلف اجزاے کلام کا امتیاز قائم کیا اور الفاظ کے مختلف عملوں کے لیے اصطلاحی الفاظ گھڑے ' لیکن تاہم حقیقی اور ابتدائی گریمر ابھی تک نہیں لکھی گئی تھی - پہلا حقیقی نحوی ڈائونی سی آس تھریکس تھا —

یہ شخص جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے تھریس کا باشندہ تھا - لیکن وہ اسکندریہ میں رہتا تھا - بعد ازاں وہ روما گیا جہاں اس نے یونانی زبان کی تعلیم دینی شروع کی اور معلمی پیشہ اختیار کیا اور اپنے رومن شاگردوں کے لیے زبان کی پہلی گریمر لکھی - اگرچہ گریمر کا ڈھانچا پہلے سے موجود تھا لیکن اس نے پہلے کے فلسفیوں اور نقادوں کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی ' یونانیوں کے لیے نہیں' کیونکہ انہیں ضرورت نہ تھی ' وہ اپنی زبان سے خود واقف تھے بلکہ اہل روما کی تعلیم کے لیے - اس شخص کے بعد اور لوگ پہنچے اور معلمی یا مترجمی کا پیشہ کرنے لگے - یہ پیشہ وہاں اچھا خاصا اور معزز سمجھا جاتا تھا - کیونکہ رومن نوجوانوں کو یونانی پڑھنے لکھنے اور بولنے کا ایسا ہی شوق اور خبط تھا جیسا آج کل ہندی نوجوانوں کو انگریزی پڑھنے ' لکھنے اور بولنے کا ہے ' یہاں تک کہ بچوں کو اول یونانی پڑھائی جاتی تھی اور بعد میں لاطینی - یونانی آداب

و تہذیب کا اختیار کرنا اور یونانی جاننا شرافت کی علامت سمجھی جاتی تھی - بعینہ جیسے ہمارے ہاں آج کل انگریزی پڑھنا ، انگریزی بات چیت ، انگریزی طرز معاشرت باعث فخر خیال کی جاتی ہے - گو روما نے یونان کو فتح کیا تھا لیکن علمی لحاظ سے وہ خود اس کا مفتوح ہو گیا - غرض یونانی زبان کے سیکھنے اور یونانی کتابوں کے ترجمے کا عام رواج ہو گیا اور اسی وجہ سے یونانی گریمروں کی ضرورت ہوئی اور جب لاطینی گریمر لکھی گئی تو یونانی اصطلاحات لاطینی لباس میں ترجمہ ہو کر داخل ہو گئیں اور اس جدید لباس میں یہ گریمر دو ہزار سال سے یورپ پر چھائی ہوئی ہے بلکہ آج اس کا اثر ہندوستانی مدارس اور ہندوستانی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے —

جب ہم عربی زبان کی صرف و نحو کی ابتدا پر نظر ڈالتے ہیں تو بعینہ یہی صورت وہاں بھی پیش آئی - جس طرح ہومر کی کتاب کی درستی اور صحت کے لئے اول اول نحو کے ابتدائی اصول پر نظر گئی ، اسی طرح قرآن پاک کے الفاظ کی صحت قائم رکھنے کے لئے سب سے پہلے زبان کی نحو کی طرف مجبوراً توجہ کرنی پڑی - سب سے پہلا شخص ابوالاسود دؤلی تھا جسے ایک قاری کو قرآن کی آیت غلط پڑھتے ہوئے سن کر یہ خیال ہوا کہ اگر خدا نخواستہ یہ حالت رہی تو اندیشہ ہے کہ قرآن پاک کے معانی کچھ کے کچھ ہو جائیں گے - ابتدا میں عربی رسم خط ایسا تھا کہ اس میں نقطے اور اعراب نہ تھے اور اس لیے اعراب اور نقطے ایجاد کرنے پڑے - صرف و نحو کا خیال بھی اسی قسم کے واقعات سے پیدا ہوا - خصوصاً جب اہل عجم مذہب اسلام میں داخل ہوئے اور عربی زبان کا اثر وسیع ہونے لگا تو عجمی زبان کے بولنے میں طرح طرح کی غلطیاں کرنے لگے - زبان کے خراب اور مسخ ہونے کا اندیشہ ہوا - اس پر سے ابوالاسود کی تحریک پر حضرت علی نے نحو کا پہلا قاعدہ بتایا کہ " سارا کلام اس سے خالی

نہیں کہ یا تو اسم ہوگا یا فعل یا حرف'' چنانچہ اس پر سے ابوالاسود نے اول اول قواعد فن لسان کی تدوین کی - جب عربوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور عربی زبان کی روشنی بھی ساتھ ساتھ پھیلنی شروع ہوئی تو قواعد زبان کی ضرورت روز بروز بڑھنے لگی - کوفہ و بصرہ میں نحویین کے دو الگ مذہب قائم ہو گئے ' جن کے مباحث پر اس وقت نظر ڈالنا ہمارے مقصد سے خارج ہے - غرض ہوتے ہوتے نوبت یہ پہنچی کہ نحو یا تو زبان سیکھنے کا آلہ تھی یا خود ایک مستقل فن ہو گئی اور ایک نحوی کی ایسی ہی عزت ہونے لگی جیسے کسی عالم فاضل کی - عربی صرف و نحو کی تدوین میں عجمیوں نے بہت بڑا حصہ لیا (کیوں کہ ضرورت زیادہ انہیں کو تھی) اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں اور اس میں وہ بحثیں اور نزاکتیں پیدا کیں کہ یہ فن خاصا فلسفہ ہوگیا - اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں مبالغہ کے ساتھ بڑے بڑے اہتمام ہونے لگے ' جس کا اثر اب تک باقی ہے - عربی زبان اور صرف نحو کا اثر فارسی ترکی ' اردو زبانوں پر بہت کچھ ہوا ہے اور اب تک عربی اصطلاحات صرف و نحو ان زبانوں کی قواعد میں برابر جاری ہیں - بلکہ فارسی اردو کی صرف و نحو عربی کی صرف و نحو کی نقل ہے ' اور نقل کیا کی ہے منہ چڑایا ہے - غرض کہنے کی یہ ہے کہ عربی صرف و نحو کو زیادہ رونق اور عروج عجمی علما کی بدولت ہوا ہے —

موجودہ زبان فارسی کو دیکھا جائے تو اس کی صرف و نحو بہت صاف اور سیدھی اور مختصر ہے اور اس میں مطلق وہ پیچیدگیاں نہیں جو قدیم زبانوں یا اردو زبان میں ہیں - لیکن یار لوگوں نے عربی کے تتبع میں اس کی بھی خرب مٹی خراب کی - زبان کچھ کہتی ہے اور گریمر کچھ اور بعینہ یہ مثل صادق آتی ہے —

من چه سرایم و طنبورۂ من چه سراید

لیکن تاہم بری بھلی جو کتابیں فارسی صرف و نحو ' تنقید زبان ' صنائع بدائع اور لغت پر لکھی گئی ہیں وہ سب زیادہ تر تو اہل ہند یا بعض اور بیرونی لوگوں کی تصنیف سے ہیں - اہل زبان نے کبھی اس پر قلم اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی - اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انہیں اپنی زبان کی صرف و نحو لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ کبھی انہیں اس کا خیال آیا - وہ انکی مادری زبان تھی ' پیدا ہوتے ہی وہی آوازیں ان کے کانوں میں پڑتی تھیں اور ہوش سنبھالتے ہی وہی زبان جو سنتے تھے بولتے تھے- صرف نحو تو وہ پڑھے جس کی مادری زبان نہو - اور یہی وجہ ہے کہ فارسی کی صرف و نحو غیروں نے لکھی —

اس کے بعد جب ہم اُردو زبان پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی حالت سب سے عجیب و غریب ہے - اس کی صرف و نحو کی طرف ابتدا میں نہ صرف کسی اہل ہند بلکہ ایشیا بھر میں کسی شخص کا خیال نہ گیا - اور خیال کیا تو غیروں نے اور غیر بھی کیسے بات چیت اور زبان ہی میں غیر نہیں ' بلکہ صورت شکل ' عادات و اطوار ' طریق ماند و بود ' طرز خیال غرض گفتار ' رفتار و کردار میں بھی غیر ہیں - اور ایسے غیر کہ باوجود یکہ دو سو ڈیرہ سو برس ایک سر زمین میں ایک ساتھہ رہتے گزر گئے ہیں مگر اب تک غیریت نہیں گئی - میرا مطلب اُن اہل فرنگ سے ہے جو آگ لینے آے تھے اور گھر کے مالک بن بیٹھے - اہل یورپ کے آنے سے اس ملک کو اگر کچھہ فوائد پہنچے ہیں تو ان میں سے بلا شبہہ ایک یہ بھی ہے کہ انہیں نے ایک ایسی زبان کی سر پرستی اور تقویت میں ہاتھہ بٹایا جو ملک کی مختلف اقوام کی متعدد اور مشترکہ زبان تھی - اگرچہ ' اس میں ان کی ذاتی غرض پنہاں تھی ' کیوں کہ بغیر ایک ایسی زبان سیکھے اُن کو اپنی اغراض

میں کامیابی نہیں ہوسکتی تھی- مگر ذاتی اغراض کے ساتھ ملکی اغراض بھی خود بخود انجام پا گئے - ان لوگوں کے ' اس زبان پر توجہ کرنے اور سیکھنے سے بھی یہ صاف عیاں ہے کہ یہ زبان ملک کی عام زبان تھی - ان حضرات کو ملک کی کسی زبان سے نہ الفت تھی نہ نفرت ' وہ ایسی زبان سیکھنی چاہتے تھے جو ہر جگہ کارآمد ہو اور ان کے کار و بار اور معاملات میں سہولت پیدا کرے اور وہ سوائے اردو کے کوئی دوسری زبان نہ تھی - لہذا اس کی تحصیل میں انہوں نے کوشش کی اور بے شک یہ اُن کے اغراض کے لیے مفید بھی ثابت ہوئی —

جہاں تک تحقیق کی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلا یوروپین جس نے هندوستانی زبان کے قواعد لکھے وہ جان جو شوا کٹلر تھا' جو پرشیا کے شہر ایل بنجن میں پیدا ہوا - مذہب میں یہ لوتھر کا پیرو تھا - یہ شخص شاہ عالم بادشاہ (سنہ ۱۷۰۸ - ۱۷۱۲ ع) اور جہاندار شاہ بادشاہ (سنہ ۱۷۱۲ ع) کے دربار میں بطور ڈچ سفیر کے حاضر ہوا - سنہ ۱۷۱۱ ع میں وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت بمقام سورت مقرر ہوا - وہ لاهور سے آتے اور جاتے وقت براہ دھلی آگرے سے گزرا لیکن بہ بالیقین نہیں کہا جا سکتا کہ وہ وھاں تھیرا بھی یا نہیں' اگرچہ وھاں اہل ڈچ کا ایک کارخانہ سورت کے تحت میں موجود تھا - اس کا مشن لاهور کے قریب ۱۰ دسمبر سنہ ۱۷۱۱ ع کو پہنچا اور جہاندار شاہ کے همراہ دھلی واپس ہوا اور آخر کار اس مقام سے ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۷۱۲ ع کو روانہ ہو کر ۲۰ اکتوبر کو آگرے پہنچا اور پھر آگرہ سے سورت واپس چلا گیا - سنہ ۱۷۱۶ ع تک وہ تین سال سورت میں ڈچ کمپنی کا ناظم (ڈائر کٹر) رہا اس کے بعد وہ ایران کا سفیر مقرر ہوا اور بٹاویا سے جولائی سنہ ۱۷۱۶ ع میں روانہ ہوا - اس وقت اُسے ایسٹ انڈیا میں ڈچ کی ملازمت کرتے ہوئے تیس سال ہو گئے تھے اور اصفہان سے واپس ہوتے وقت خلیج فارس کے مقام گمبروں میں بعلالت بخار

انتقال کیا —

اس نے ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت پر کتاب لکھی جو تیرتھ مل نے سنہ ۱۷۴۳ ع میں چھاپ کر شائع کی - قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس نے سنہ ۱۷۱۵ع کے لگ بھگ تالیف کی ہوگی۔ یہ کتاب لیٹن زبان میں ہے لیکن ہندوستانی الفاظ اور عبارتیں رومن حروف میں ہیں ' البتہ حروف کے پیٹوں میں ہندوستانی الفاظ بعینہ لکھے ہیں اور ان الفاظ کا املا ڈچ زبان کے طریقے پر ہے - ایک بات اس قواعد میں قابل لحاظ یہ ہے کہ حرف فاعلی "نے" کا کہیں ذکر نہیں ہے اور علاوہ ہم کے وہ آپ کو بھی جو (جو گجراتی زبان میں استعمال ہوتا ہے) جمع متکلم کی ضمیر بتاتا ہے —

کیٹلر کی گریمر کے طبع ہونے کے دوسرے سال مشہور مشنری شلز کی کتاب ہندوستانی زبان (اردو) کی قواعد پر شائع ہوئی (سنہ طبع ۱۷۴۴ ع) - یہ صاحب کیٹلر کی گریمر سے واقف تھے - اور اپنی کتاب کے دیباچے میں اس کا ذکر بھی کیا ہے - شلز کی گریمر بھی لیٹن میں ہے مگر ہندوستانی الفاظ فارسی عربی خط میں ہیں اور ان کا تلفظ بھی ساتھ ساتھ لاطینی میں دیا ہے - ناگری حروف کی بھی تصریح کی ہے مگر بعض حروف بالکل ترک کر دیے ہیں - وہ ضمائر شخصی کے واحد و جمع سے واقف ہے لیکن افعال متعدی کے زمانۂ ماضی کے ساتھ نے کے استعمال سے واقف نہیں اور یہ اسی پر موقوف نہیں بلکہ اکثر قدیم کتب قواعد میں " نے " نظر انداز کر دیا گیا ہے ' جس کی وجہ یہ ہے کہ پرانی اردو میں نے کا استعمال بالالتزام نہیں ہوتا تھا —

ہیڈلے کی گریمر سنہ ۱۷۷۲ ع میں شایع ہوی - اس کے بعد متعدد کتابیں ہندوستانی زبان کے قواعد کے متعلق لکھی گئیں جن میں سے زیادہ مشہور پرتگیز گرمیٹیکا اندوستان ہے جو لزبن میں سنہ ۱۷۷۸ ع میں شائع ہوی - اس کے بعد کا وہ

زمانہ ہے جب کہ جان گلگرسٹ نے ہندوستانی زبان کی خدمت شروع کی - لیکن جان گلگرسٹ کی خدمات کا ذکر کرنے سے قبل ہم ایک شخص لے بی ڈف کا ذکر کرنا چاہتے ہیں - اس نے اپنے حالات خود اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھے ہیں - مختصر یہ ہے کہ یہ شخص مدراس میں سنہ ۱۷۸۵ ع میں آیا اور غالباً بوٹ ماسٹری کی خدمت پر مامور ہوا - وہاں دوسال قیام کرنے کے بعد کلکتے چلا آیا ' وہاں اس کی ملاقات ایک پنڈت سے ہوئی جس سے اس نے سنسکرت ' بنگالی اور ہندوستانی (جسے وہ ہندوستان کی مخلوط زبان کہتا ہے) پڑھنی شروع کی - کچھ دنوں کے بعد اس نے دو ناٹکوں کا ترجمہ بنگالی میں کیا اور اس کے اپنے بیان کے بموجب ان میں سے ایک ناٹک عام طور پر پبلک میں پسند کیا گیا اور اس کی بہت تعریف ہوئی - ایڈ لنگ لکھتا ہے کہ اس کے بعد وہ مغل بادشاہ کے ہاں تھیٹر کا منتظم ہو گیا - اور آخر مشرق میں بیس سال کے قیام کے بعد انگلستان واپس چلا گیا - لنڈن میں اس نے اپنی گریمر شائع کی اور روسی سفیر ڈرن زد سے ملاقات پیدا کی ' اس نے اُسے روس میں بھیجدیا جہاں وہ فارن آرن آفس میں ملازم ہو گیا اور سرکار کی طرف سے سنسکرت کا مطبع قائم کرنے کے لئے اسے بہت کچھ رقم دی گئی - لیکن اس کی ہندوستانی گریمر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید بہ نسبت ہندوستانی زبان کے اس کا علم بنگالی اور سنسکرت میں زیادہ ہو - کیونکہ اس نے ہندوستانی گریمر میں نہ صرف الفاظ کا تلفظ غلط لکھا ہے بلکہ قواعد کے بیان کرنے میں بھی بہت سی صریح غلطیاں کی ہیں * —

ڈاکٹر جان گلگرسٹ کا نام اردو کے محسنوں میں نہایت ممتاز ہے اور اردو زبان کا مورخ اُن کا ذکر بغیر احسان مندی اور شکر گزاری کے نہیں کر سکتا - انھوں نے نہ صرف زبان اور قواعد

* دیکھو لنگوسٹک سروے آف انڈیا جلد ۸ -

زبان اور لغت پر اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھیں ، بلکہ چند خاص اہل زبان حضرات کو جمع کرکے ان سے ایسی کتابیں لکھوائیں جن میں سے بعض ہمیشہ زندہ رہیں گی - ڈاکٹر صاحب نے اردو کی خدمت کا کام سنہ ۱۷۸۷ ع میں شروع کیا اور فورٹ ولیم کالج اردو زبان کی تالیف و تصنیف کا مرکز انیسویں صدی کے ابتدائی دس سال تک رہا - اگرچہ اصل مقصد اس کا یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں جو انگریز ملازم ہوکر آتے تھے ان کو اردو سکھانے کے لئے مناسب کتابیں لکھوائی جائیں تاکہ وہ آسانی سے ملک کی اس زبان کو جو ہر جگہ بولی یا سمجھی جاتی ہے سیکھہ سکیں - لیکن اس پردے میں بعض بے مثل کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ اس ڈھنگ کی تالیف کا سلسلہ جاری ہو گیا - خود گلکرسٹ صاحب نے متعدد کتابیں اردو زبان میں اور اس کی لغت اور قواعد پر لکھی ہیں ، ان کی کتاب قواعد اردو سنہ ۱۸۰۹ ع میں چھپ کر شایع ہوئی - اگرچہ ان کی دو ایک کتابیں جو اس سے چند سال قبل طبع ہوئی تھیں ان میں بھی اردو زبان کے قواعد کا کچھہ کچھہ حصہ شریک تھا -

مسٹر جان شکسپیر کی اردو گریمر لندن میں اول اول سنہ ۱۸۱۳ع میں شائع ہوئی - دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۸۱۸ع میں - تیسرا سنہ ۱۸۲۶ ع میں ، چوتھا ایڈیشن جس میں دکھنی زبان کی مختصر سی گریمر بھی اضافہ کی ہے سنہ ۱۸۴۳ ع میں اور اس کے بعد ایک ایڈیشن سنہ ۱۸۵۸ ع میں شایع ہوا —

سنہ ۱۸۲۰ ع میں اردو رسالہ گلکرسٹ کے نام سے ایک کتاب کلکتے میں شایع ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن سنہ ۱۸۳۱ع و سنہ ۱۸۴۶ع میں کلکتے میں اور سنہ ۱۸۴۵ع میں آگرے میں چھپے - یہ رسالہ در اصل گلکرسٹ کی گریمر کا ملخص ہے —

ولیم ئیٹ نے ایک کتاب مقدمۂ زبان ہندوستانی کے نام سے تالیف کی جو تین حصوں پر منقسم تھی ، یعنے گریمر ، لغت

اور اسباق زباندانی - اول بار کلکتے میں سنہ ۱۸۲۷ع میں طبع ہوئی دوسری بار سنہ ۱۸۲۴ ع میں اور تیسری بار سنہ ۱۸۳۳ع میں چھپی —

گلکرسٹ صاحب کے بعد اردو کا دوسرا یورپین محسن فرانسیسی عالم موسیو گارساں دتاسی تھا - اس نے اصول زبان ہندوستان پر ایک کتاب لکھی جو پیرس میں سنہ ۱۸۲۹ ع میں طبع ہوی ارر صرف اردو و قواعد اردو پر ایک بڑا مضمون جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بابت سنہ ۱۸۳۸ ع میں لکھا اس کے علاوہ موصوف نے تاریخ شعراے اردو تین جلدوں لکھی جو بہت کارآمد کتاب ہے —

ان کی تصنیف سے متعدد رسالے اردو زبان اور اردو مصنفین پر ہیں- خصوصاً اُن کے سالانہ لکچر * (اردو زبان کی سالانہ ترقی و اشاعت پر) بہت مفید معلومات سے مملو ہیں -

مسٹرایس ڈبلیو برٹن نے ہندوستانی زبان کے قواعد کےپر ایک کتاب تالیف کی جو لندن میں سنہ ۱۸۳۰ع میں طبع ہوی —

اسی کے ایک سال بعد یعنی سنہ ۱۸۳۱ ع میں مسٹر سٹیمفورڈ ارنات کی کتاب بنام " جدید خود آموز قواعد زبان ہندوستانی ' جو برٹش انڈیا کی نہایت کار آمد اور عام زبان ہے" شائع ہوئی- یہ کتاب فارسی اور رومن حروف میں ہے اور اس کے ساتھہ بطور ضمیمے کے لغت اور مشقی اسباق زباندانی بھی اضافہ کیے گئے ہیں؛ لندن میں اول بار سنہ ۱۸۳۱ ع میں اور دوسری بار سنہ ۱۸۴۴ ع میں طبع ہوی —

سنہ ۱۸۴۲ ع میں ایک کتاب انگریزی اور ہندوستانی افعال بے قاعدہ پر اور مقدمہ قواعد ہندوستانی براے افادہ طلبہ ' مدراس

---

* یہ لکچر انجمن ترقی اردو نے " خطبات گارساں دتاسی " کے نام سے شایع کردیے ہیں -

میں طبع ہوئی - مؤلف کا نام تحریر نہیں ہے —

ہندوستانی زبان کے قواعد مشرقی اور رومن حروف میں مع آسان انتخابات بغرض تحصیل زباندانی ' فارسی عربی اور دیو ناگری حروف میں ' مؤلفہ ایس ارنات باضافۂ فرہنگ و حواشی از مسٹر ڈنکن فاربس مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۴۴ ع —

اسی سال مسٹر جیمس آربالن تائن کی گریمر لندن میں طبع ہوئی اور غالباً یہی کتاب بعد ترمیم و اضافہ سنہ ۱۸۶۸ع میں شایع ہوی —

سنہ ۱۸۴۷ ع میں ہندوستانی زبان کی ایک گریمر لندن میں طبع ہوئی ' اس کے مؤلف ریورنڈ جی اسمال تھے - اس میں کچھہ انتخابات اردو ادب کے بھی شریک ہیں - اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۸۵۸ ع میں شایع ہوا —

جرمنی کے ایک عالم جے ہت لو پراخلو نے بھی ہندستانی زبان کے قواعد پر ایک کتاب لکھی تھی جو برلن میں سنہ ۱۸۵۲ع میں طبع ہوئی —

سر مونیر ولیمس نے سنسکرت اور ہندی زبان کی جو خدمت کی ہے وہ محتاج تعریف نہیں ' ایک زمانہ اس سے واقف ہے - صاحب موصوف نے ہندوستانی زبان کی ایک ابتدائی کتاب لکھی اور اس میں علاوہ روز مرہ کے استعمال کے الفاظ و محاورات و قصص کے مبتدیوں کےلئے صرف و نحو کے قواعد بھی درج کئے - اس کے سوا ہندوستانی گریمر مولفۂ کاتن ماتھر مطبوعۂ لندن سنہ ۱۸۶۲ ع کو مرتب کیا جو سنہ ۱۸۷۶ ع میں شایع ہوئی —

سنہ ۱۸۷۲ ع میں مسٹر جان ڈوسن نے اردو زبان کی ایک گریمر تالیف کی -

مسٹر جان پلیٹس کی قواعد اردو لندن میں سنہ ۱۸۷۴ ع میں طبع ہوئی - یہ کتاب در حقیقت اچھی لکھی گئی ہے —

کسی یورپین صاحب نے دکنی گریمر پر ایک رسالہ لکھا تھا لیکن اس پر مولف کا نام نہیں - یہ رسالہ سنہ ۱۸۷۸ ع میں ستارہ میں طبع ہوا —

پامر صاحب کی ہندوستانی فارسی و عربی گریمر سنہ ۱۸۸۲ع میں بمقام لندن طابع ہوئی —

سنہ ۱۸۸۲ و سنہ ۱۸۸۳ ع میں مسٹر ڈبلیو کیگر نے زبان ہندوستان کی گریمر لکھی - ان صاحب کا تعلق سردھنے سے معلوم ہوتا ہے —

سنہ ۱۸۸۳ ع میں پروفیسر فان کہو نے ہندوستانی زبان کے قواعد مرتب کئے یہ کتاب نیپولی میں طبع ہوئی —

اسی سال مسٹر جے ون سن نے بھی اردو گریمر تالیف کی —

جرمن عالم اے سی ڈل نے ایک کتاب اردو زبان کے قواعد پر تالیف کی جس کا نام اس نے ہندوستانی گریمر قیاسی و عملی رکھا - یہ کتاب سنہ ۱۸۹۳ ع میں بمقام لپ زک طبع ہوئی - سنہ ۱۸۹۰ ع میں شلز کی گریمر پھر لپ زک میں طبع ہوئی —

یہ فہرست صرف اردو صرف و نحو کی ایسی کتابوں کی ہے جو اہل یورپ نے تالیف کی ہیں - لغت و ادب وغیرہ پر جو کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کیونکہ یہاں ان کا ذکر خارج از بحث ہے - اس سے میرے اس بیان کی تصدیق ہوگی کہ اردو زبان کی صرف و نحو پر پہلے پہل غیروں نے توجہ کی —

اہل ہند میں سب سے اول اس مضمون پر اردو کے مشہور شاعر میر انشاءاللہ خاں انشا دہلوی نے قلم اٹھایا - ان کی کتاب دریاے لطافت (سنہ ۱۲۲۲ ھجری سنہ ۱۸۰۲ ع) بعہد نواب سعادت علی خاں بہادر لکھی گئی - اس میں علاوہ قواعد صرف و نحو کے عورتوں کے محاورات ، مختلف قوموں کی بولیاں اور گفتگوئیں اور طرح طرح کی نظم و نثر بھی شریک ہے - بعض

محاورات و الفاظ کی تحقیق بھی خوب کی ہے - باوجود یکہ اس کتاب کو تالیف ہوے مدت گزر چکی ہے لیکن اس وقت بھی وہ بے مثل اور قابل قدر کتاب * ہے- اور اُردو زبان کے ادب میں ہمیشہ وقعت کی نظر سے دیکھی جاے گی - یہ کتاب اول اول مرشدآباد میں سنہ ۱۸۴۸ ع میں طبع ہوئی —

غالباً ناظرین کتاب کو یہ پڑہ کر حیرت ہوگی کہ سرسید احمد خاں مرحوم نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا - اس کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کی حالی لائبریری میں موجود ہے - کاتب نے کتاب کے آخر میں سنہ ۱۲۵۶ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۰ ع تحریر کیا ہے - اگرچہ یہ سنہ کتابت ہے لیکن سنہ تالیف بھی اسی کے لگ بھگ ہوگا - اس میں صرف و نحو کے معمولی قواعد ہیں - زیادہ تر مصادر سے بحث کی گئی ہے - اگرچہ یہ کتاب کچھہ ایسی قابل لحاظ نہیں لیکن اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کو اردو زبان سے کس قدر دلچسپی تھی —

اس کے بعد مولوی احمد علی دہلوی نے ایک ابتدائی رسالہ صرف و نحو اُردو پر لکھا جو دہلی میں سنہ ۱۸۴۵ ع میں طبع ہوا - اس کتاب کا نام " فیض کا چشمہ " ہے ' غالباً یہ تاریخی نام ہے اور اس سے سنہ تالیف سنہ ۱۲۵۹ ہجری نکلتا ہے —

مولوی امام بخش صاحب صہبائی دہلوی فارسی کے مشہور منشی اور ادیب گزرے ہیں اور دہلی کالج میں پروفیسر ہوی تھے ' انہوں نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک کتاب تالیف کی تھی جو دہلی میں سنہ ۱۸۴۹ ع میں طبع ہوئی - یہ کتاب بھی اچھی ہے اس کے آخر میں بہ ترتیب حروف ابجد اُردو کے محاورات اور کہیں کہیں ضرب الامثال بھی درج ہیں —

---

* انجمن ترقی اردو نے اس کتاب کو شایع کیا ہے —

ان کے علاوہ بھی اسی زمانہ میں دو ایک کتابیں اور لکھی گئیں- مثلاً ایک صاحب مرزا محمد صالح نے ایک گریمر ہندوستانی فارسی اور عربی زبان کی لکھی اور اس میں فارسی گفتگو کا بھی ایک حصہ اضافہ کیا - اور ایک یورپین صاحب نے اُس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اصل کے ساتھہ تھا ' یہ کتاب بمقام لندن سنہ ۱۸۲۳ ع میں طبع ہوئی - یا ایک دوسری کتاب بمبئی کے محمد ابراھیم صاحب مقبہ نے تحفۂ الفنسٹن کے نام سے تالیف کی جو بمبئی میں سنہ ۱۸۲۳ ع میں طبع ہو کر شایع ہوئی - یہ کتاب الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی کے نام سے موسوم کی گئی تھی لیکن یہ کتابیں کچھہ زیادہ قابل لحاظ و قابل ذکر نہیں ہیں —

زمانۂ حال میں متعدد کتابیں اس مبحث پر مدارس کے طلبہ وغیرہ کے لیے پنجاب و ممالک متحدہ آگرہ و اودہ میں تالیف ہوئی ہیں ' جن میں کم و بیش عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے - البتہ مولوی محمد اسمعیل صاحب نے جو دو مختصر رسالے طلبۂ مدارس کے لیے لکھے ہیں ان میں انہوں نے تقلید سے الگ ہو کر جدت سے کام لیا ہے - لیکن یہ رسالے بہت مختصر ہیں اور صرف ابتدائی مدارس کے طالب علموں کے کار آمد ہوسکتے ہیں —

میں اس سے قبل اس امر کا اعتراف کرچکا ہوں کہ ایک زندہ زبان کے لیے قواعد کی چنداں ضرورت نہیں ' اور میں نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ عموماً اور اکثر کسی زبان کی صرف و نحو اس وقت لکھی گئی جب کہ کسی غیر قوم کو اس زبان کی تحقیق یا اس کے سیکھنے کی ضرورت واقع ہوئی اور صرف و نحو کی ابتدا یا اس کے متعلق جد و جہد ہمیشہ غیر قوم والوں کی طرف سے ہوئی کیونکہ اہل زبان اس سے مستغنی ہوتے ہیں - یہی حال اردو زبان کا ہوا - اس کی صرف و نحو اور لغت کی طرف اول اول اہل یورپ نے بضرورت توجہ کی - اس کے بعد جب اہل ملک نے

یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو اردو پڑھنے کا شوق ہے تو ان کی دیکھا دیکھی یا ان کے فائدے کی غرض سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع کیں - بعد ازاں جب یہ زبان مدارس میں بھی پڑھائی جانے لگی تو صرف طلبہ کے لیے کتابیں لکھی جانے لگیں ' چنانچہ آج کل جس قدر کتابیں لکھی گئیں ان کی اصل غرض یہی تھی - لیکن سوائے اس کے اب ایک ضرورت اور داعی ہوئی ہے وہ یہ کہ اردو زبان اب ملک کی عام اور مقبول زبان ہوگئی ہے اور ملک میں اکثر جگہ بولی جاتی ہے اور ہر جگہ سمجھی جاتی ہے - ملک کی دوسری زبانیں خاص خاص خطوں میں محدود اور مخصوص ہیں- نیز اس زبان کو کچھ ایسے مقامات کے لوگ بھی پڑھتے اور سیکھتے ہیں جن کی یہ مادری زبان نہیں - اس لیے یہ ضرورت واقع ہوئی کہ اس زبان کے قواعد منضبط کیے جائیں اور مستند کتابیں لغت پر لکھی جائیں تاکہ زبان بگڑنے سے محفوظ رہے - میں نے اس کتاب کے لکھنے میں اس خیال کو مد نظر رکھا ہے اور صرف طلبۂ مدارس کی ضروریات کا لحاظ نہیں کیا ہے - بلکہ زیادہ تر یہ کتاب ان حضرات کے لیے ہے جو زبان کو نظر تحقیق سے دیکھنا چاہتے ہیں —

ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں قواعد کی رائج ہیں ان میں عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے - اردو خالص ہندی زبان ہے اور اس کا شمول آریاوی السنہ میں ہے ' بخلاف اس کے عربی زبان کا تعلق سامی السنہ سے ہے - لہذا اردو زبان کی صرف و نحو لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی طرح جائز نہیں - دونوں زبانوں کی خصوصیات بالکل الگ ہیں ' جو غور کرنے سے صاف معلوم ہو جائے گا - اسی طرح اگرچہ اردو ہندی نژاد ہے اور اس کی بنیاد قدیم ملکی زبان پر ہے ' افعال جو زبان کا بہت بڑا جز ہیں نیز ضمائر اور اکثر حروف سب کے سب ہندی ہیں ' صرف اسماو صفات عربی فارسی کے داخل ہوگئے ہیں ' اور چند گنتی کے مصادر جو

عربی فارسی الفاظ سے بن گئے ہیں، مثلاً، بخشنا، بدلنا، قبولنا، تجویزنا وغیرہ کسی شمار میں نہیں بلکہ بعض ثقات بزعم خود انہیں فصیح بھی نہیں خیال کرتے، تاہم اردو زبان کی صرف و نحو میں سنسکرت کے قواعد کا تتبع بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے متعلق چند موٹی موٹی باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں -

(۱) ہر اسم کے سنسکرت میں تین حصے کیے گئے ہیں - مادہ، حرف بعد مادہ اور حرف آخر - موجودہ ہندی یا اردو میں حرف آخر اُڑ گیا ہے —

(۲) سنسکرت میں اسم کی مختلف حالتیں (فاعلی، مفعولی، اضافی وغیرہ) صرف حرف آخر کے تغیر سے بنتی ہیں جو اکثر قدیم زبانوں میں پایا جاتا ہے اور ہندی اردو میں الگ حروف بڑھانے سے بنتی ہیں اور تمام جدید زبانوں کا میلان اسی طرف ہے —

(۳) سنسکرت اور پراکرت میں جنس کی تعداد تین ہے یعنی نر، مادہ اور بے جان - موجودہ ہندی یا اردو میں صرف دو ہیں —

(۴) سنسکرت کا فعل بہت دقیق اور پیچیدہ ہے اور ایک زمانے سے اس میں اصلاح ہوتے ہوتے موجودہ ہندی میں آکر صاف اور سادہ ہوا ہے - تثنیہ کا صیغہ سنسکرت میں ہے، ہندی میں نہیں —

سنسکرت میں ہر فعل کی چھہ صورتیں، تیرہ قسمیں اور نو جنسی حالتیں ہیں یعنی کل صیغے سات سو دو ہوتے ہیں اور یہ سب ایک ہی لفظ کے ہیر پھیر سے بنتے ہیں - موجودہ زبان میں یہ بڑی آسانی ہے کہ اکثر افعال امدادی افعال کی اعانت سے بنائے جاتے ہیں اور بہت سے مصادر فارسی اور عربی اسما و صفات کے آگے ہندی مصادر مثلاً دینا کرنا وغیرہ بڑھا کر بنائے جاتے ہیں —

ایسی صورت میں اردو کی صرف و نحو میں عربی یا سنسکرت کا تتبع کرنا اُلٹی گنگا بہانا ہے - البتہ اصطلاحات عربی سے لی گئی ہیں کیونکہ وہ زمانۂ دراز سے رائج ہیں اور اس لیے اس سے گزیر نہیں - اردو زبان میں تقریباً کل علمی اصطلاحات عربی سے لی گئی ہیں جیسے انگریزی زبان میں لاطینی اور یونانی سے- تاہم یہ خیال رکھا گیا ہے کہ ثقیل اور طویل اصطلاحات نہ آنے پائیں —

میں اس موقع پر اردو ہندی کے جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ بحث میرے خیال میں بالکل بے سود ہے - اول تو اس لیے کہ صرف و نحو میں اس بحث کا کوئی موقع نہیں خصوصاً اس خیال سے کہ اس امر میں تقریباً دونوں ایک ہیں اور سوائے بعض جزوی اختلافات کے کوئی زیادہ فرق نہیں - دوسرے جو شخص اس ملک کی مختلف زبانوں کی تاریخ کو غور سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ فریقین نے محض سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ہے - در اصل جھگڑے کی کوئی بات نہیں ' قدرتی اثرات اور رجحانات کا روکنا اپنے ہاتھوں سے اپنی ترقی کو روکنا ہے —

بات یہ ہے کہ جب آریا لوگ اس ملک میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے یہاں ایک دوسری قوم کو آباد دیکھا جن کی زبان ان کی زبان سے بالکل مختلف تھی - ملک کی اصل قوم ان قوی آریاؤں کے حملوں کی تاب نہ لا سکی اس لیے کچھ تو ان میں سے شمالی پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے اور بہت سے جنوبی اور وسطی ہند کے پہاڑوں اور جنگلوں میں جا بسے - لیکن پھر بھی بہت سے ایسے تھے جنہیں اپنے عزیز وطن کی جدائی گوارا نہ تھی ' اگر چہ وطن دوسروں کے ہاتھوں میں تھا اور اس لیے نئے حملہ آوروں کی غلامی میں بسر کرنے لگے - ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ مغلوب و پائمال کی زبان کیا باقی رہ سکتی ہے - لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کی زبان نے آریاؤں کی زبان یعنی سنسکرت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا - اور اس لیے یہ کہنا غلطی نہو گا کہ قدیم ہندی

بولیاں جو پراکرت (یعنے عوام کی بولی) کے نام سے مشہور ہیں اس اثر کا نتیجہ تھیں اور صدیوں تک سنسکرت کے دوش بدوش ملک میں قائم رہیں - اور انھیں پراکرت بولیوں سے ہندوستان کی موجودہ آریاوی زبانیں پیدا ہوئیں - ان کا تعلق سنسکرت سے ایسا ہی ہے جیسے یورپ کی موجودہ رومانی السنہ کو لاطینی سے - ان زبانوں کی تعداد عموماً سات شمار کی جاتی ہے - یعنے پنجابی ، سندھی ، گجراتی ، مرہٹی ، ہندی ، اڑیا اور بنگالی -

ان سب میں ہندی بلحاظ قدامت و اہمیت کے سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے لیکن ابتدا ہی سے اس پر غیروں کی نظریں پڑنی شروع ہوئیں - مسلمان جو شمال کی طرف سے اس ملک میں آنے شروع ہوے اس کو اپنی زبان سے متاثر کئے بغیر نہ رہ سکے - اور جو اثر بارھویں صدی سے پڑنا شروع ہوا تھا وہ آخر ایک نئی صورت میں ظہور پذیر ہوا اور یہی اردو (لشکری زبان) کی اصل ہے - یہ دراصل کسی پراکرت یا ہندی کی بگڑی ہوی صورت نہیں بلکہ ہندی کی آخری اور شایستہ صورت ہے اور اس وقت ہندوستان کی عام ملکی زبان مانی جاتی ہے - یہ نہ کسی خاص شخص یا فریق کی ایجاد ہے اور نہ کسی خاص مصلحت اور منشا سے بنائی گئی ہے بلکہ جس طرح اس ملک کی معاشرت و سیاست میں وقتاً فوقتاً مختلف قدرتی اسباب سے تغیرات پیدا ہوے اور آج انھیں اثرات کی وجہ سے ایک جدید حالت نظر آتی ہے ، اسی طرح زبان میں بھی قدرتی اثرات و رجحانات اور مختلف واقعات سے تغیرات ظہور میں آئے - اور اس وقت جو ہم خاص مصلحت کی وجہ سے پرانی شے کو نئی سمجھ کے چونکتے ہوتے ہیں وہ صرف ایک دھوکا ہے - اب اتنی مدت کے بعد ان باتوں پر جھگڑا کرنا گویا صدیوں کے واقعات کو جھٹلانا اور قدرتی اثرات اور رجحانات کو الٹا لیجانا ہے - دنیا میں کوئی چیز ایک حالت پر نہیں رہتی' اور جب ہم ہی ایک حالت پر نہ رہے تو ہماری زبان کیوں رہنے لگی - اور

کچھہ نہیں تو اگر صرف اس زبان کے الفاظ ھی کو سرسری نظر سے دیکھا جاے تو معلوم ھوگا کہ دنیا کی کتنی قوموں نے (بغیر کسی خاص ارادے کے محض قدرتی اثرات کی وجہ سے) اس کے بنانے میں حصہ لیا ھے - تو کیا ایک ایسی یادگار کو بگاڑنے کی کوشش کرنا ایک نہایت دردناک فعل نہ ھوگا ؟ خصوصاً ایسے عہد میں جب کہ زمانۂ قدیم کے ایک ایک پتھر اور اینت کو سینت سینت کے رکھا جاتا ھے —

اس نہایت مختصر ذکر سے میرا مقصد یہ تھا کہ اردو کی صرف و نحو کو سنسکرت زبان کے قواعد سے اسی قدر مغائرت ھے جتنی عربی زبان کی صرف و نحو سے - میرا خیال یہ ھے کہ کسی زبان کے قواعد لکھتے وقت اس کی خصوصیات کو کبھی نظر انداز نہ کیا جاے اور محض کسی زبان کی تقلید میں اس پر زبردستی قواعد اور اصول کے نام سے ایسا بوجھہ نہ ڈال دیا جاے جس کی وہ متحمل نہ ھو سکے - میں نے حتی الامکان اسی اصول کو مد نظر رکھا ھے اور اس امر کی کوشش کی ھے کہ جدھر زبان کا رجحان ھو اُدھر اس کا ساتھہ دیا جاے - لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ھوی ھے - بہر حال مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور اس کے ساتھہ ھی مجھے اس کا بھی یقین ھے کہ کتاب اسقام سے خالی نہیں اور اس لیے میں ھر ایک مشورے اور اختلاف کو نہایت شکر و احسان کے ساتھہ سننے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنے کے لئے تیار ھوں —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قواعد اُردو

زبان کیا ھے ؟ زبان بھی ایک انسانی عمل یا سعی ھے - اِس کے دو رخ ھیں - ایک طرف تو یہ عمل اُس شخص کی طرف سے ھے جو اپنے دل کی بات دوسرے کو سمجھانا چاھتا ھے - دوسرے طرف اُس شخص کی جانب سے ھے جو دوسرے کے دل کی سمجھنے کی کوشش کرتا ھے - یہ دو شخص ھیں جن میں ایک بولنے والا دوسرا سننے والا - اگر ھم زبان کی فطرت کو یا زبان کے اس حصے کو صحیح طور پر سمجھنا چاھتے ھیں جس کا بیان زبان کے قواعد میں ھوتا ھے تو ھمیں یہ دو شخص اور اُن کا باھمی تعلق پیش نظر رکھنا چاھئے —

ھم نے جو دو شخصوں یعنے قائل (بولنے والے) اور سامع (سننے والا) کا ذکر کیا ھے تو اس کے یہ معنے ھیں کہ زبان کی ابتدائی صورت وہ بات چیت ھے جو بولنے اور سننے میں آتی ھے - اس کے بعد دوسرا درجہ ان شکلوں کا ھے جو تحریر میں اور پڑھنے میں آتی ھیں - جو بول سننے اور بولنے میں آتے ھیں اُن کو اُن اشکال پر جو لکھنے اور پڑھنے میں استعمال ھوتی ھیں تقدیم اور فوقیت حاصل ھے - کیوں کہ تحریر کا فن صدھا بلکہ ھزارھا سال کے بعد ایجاد ھوا ھے - ایجاد کے بعد بھی زمانۂ دراز تک تحریر خاص طبقے میں محدود رھی -

اور اب بھی جب کہ دنیا میں روزانہ بے شمار کتابیں اخبار اور رسالے شایع ہوتے ہیں لکھنے والوں کے مقابلے میں بولنے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے - اگر ہم اپنے خیال میں سب سے مقدم بولنے اور سننے کے عمل کو نہیں رکھیں گے اور اس حقیقت کو بھلادیں گے کہ تحریر تقریر کی قائم مقام ہے تو ہم اس امر کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو سکتے کہ زبان کیا ہے اور اس کی نشو و نما کیوں کر ہوئی - تحریری لفظ جامد اور بے حس ہیں اور جب تک کوئی ان میں اپنے دماغی عمل سے روح نہ پھونکے یہ مردہ رہیں گے —

تحریر میں لفظ ایک ہی صورت اور ایک ہی حالت میں رہتا ہے لیکن بول چال میں لہجے اور موقع کے لحاظ سے ایک لفظ کی کئی کئی صورتیں ہو جاتی ہیں - مثلاً "یہ" کا لفظ ہے - یہ لکھنے میں ہمیشہ اسی حالت میں رہےگا اور ایک ہی لفظ ہے - لیکن بولنے میں لہجے اور موقع کی مناسبت سے دو لفظ ہیں - جیسے ان دو جملوں میں "یہ کون شخص ہے ؟" - "اُس کی میز کے نیچے سے یہ بڑا سانپ نکلا" —

اس لیے زندہ زبان کے قوعد نویس کو سب سے اول بول چال کا خیال رکھنا چاہئے اور اُسی سے قاعدے بنانے چاہئیں - قواعد میں اول درجہ آواز کا ہے اور اس کے بعد حروف کا - پہلے بول چال ہے اور بعد میں تحریر - اِس اُصول کے لحاظ سے ہمیں قواعد بول چال کے کم سے کم جز یعنے جملے سے شروع کرنی چاہیے - کیوں کہ اسی سے ایک شخص دوسرے شخص کے دل کی بات سمجھتا ہے - کوئی شخص کتنی ہی کم سے کم بھی بات کرنا چاہے تو بھی وہ جملے سے کم نہ ہوگی - یعنے اتنی بات کہ جس سے دوسرا آدمی اس کا مطلب سمجھ جائے - جملے سے الگ خالی لفظ کوئی خاص معنے نہیں رکھتا - اس کا صحیح مفہوم اُسی وقت معلوم ہوگا جب وہ کسی بات (یا جملے) میں آئیگا - ورنہ ایک لفظ کئی

معنوں کے لیے آ سکتا ہے - لیکن قواعد نویسوں نے آسانی کے خیال سے جملے کے ٹکڑے کر لیے ہیں - پہلے ان سے بحث کرتے ہیں بعد جملوں سے - اس کے انھوں سے تین حصے کئے ہیں —

پہلا حصہ - سادہ آوازیں اور اُن کی تحریری نقل یا علامتیں - جن کا نام حروف ہے - اس حصے کا نام ہجا ہے —

دوسرا حصہ - ایک سے زیادہ ملی ہوئی آوازیں' جن کی تحریری علامتیں الفاظ کہلاتی ہیں - اُن کی تقسیم اور ایک دوسرے کے ساتھہ آنے سے جوان میں تغیر و تبدل ہوتا ہے یا ان میں کچھہ اضافے سے جو نئی صورت پیدا ہوتی ہے ' یعنے الفاظ کی تقسیم ' گردان اور اشتقاق سے بحث ہوتی ہے - اس کا نام صرف ہے —

تیسرا حصہ - بات چیت یا جملے میں لفظوں کا ایک دوسرے سے اور جملوں کا باهمی تعلق - اسے نحو کہتے ہیں —

جس طرح ہرشے کا ظاہر اور باطن ہوتا ہے ' اسی طرح الفاظ کا بھی ظاہر باطن ہوتا ہے - ظاہر وہ ہے جس کا تعلق صرف سے ہے - یعنے اس میں صرف صورت کی تبدیلی وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے - اور لفظ کا باطن اس کا مفہوم اور معنے ہیں - اس کی بحث نحو میں ہوتی ہے - اس میں زیادہ تر بحث لفظ کے باطن یعنے اس کے معنے کے لحاظ سے کی جاتی ہے —

فصل اول

ہجا
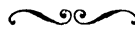
سادہ آوازوں کو تحریری علامات میں لانے کا نام حرف ہے۔
ہجا میں حروف کی آواز اور ان کی حرکات و سکنات سے
بحث کی جاتی ہے ۔ حروف کے مجموعہ کو ابجد کہتے ہیں —
(ابجد کا لفظ ابتدائی حروف ا ب ج د سے بنا ہے) —
چونکہ اردو زبان ہندی فارسی اور عربی سے مل کر بنی
ہے لہذا اس میں ان سب زبانوں کے حروف موجود ہیں —
خاص عربی حروف یہ ہیں —
ث ' ح ' ذ ' ص ' ض ' ط ' ظ ' ع ' ق —
یہ حروف قدیم فارسی اور ہندی یا سنسکرت میں نہیں
پائے جاتے لیکن ذ قدیم فارسی میں بھی پائی جاتی ہے اور اب
بھی بعض فارسی الفاظ ذ سے لکھے جاتے ہیں —
ٹ ' ڈ ' ڑ خالص ہندی ہیں ۔ عربی فارسی میں نہیں آتے۔
ز ' ف ' خ ' غ ' کی آوازیں ہندی میں نہیں ۔ عربی فارسی
دونوں میں ہیں —
ژ خاص فارسی حرف ہے ۔ ہندی عربی میں نہیں آتا —
علاوہ ان تین حرف (ٹ ' ڈ ' ڑ) کے چند اور حروف بھی ہیں
جو خاص ہندی ہیں اور عربی فارسی میں نہیں آتے ۔ اب تک
اردو میں یہ سادہ حروف نہیں سمجھے جاتے تھے بلکہ ان میں کا

هر حرف دو حرفوں کے میل سے ایک مرکب آواز خیال کی جاتی تھی- اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں ہم نے اپنی بول چال فارسی حروف میں لکھنی شروع کی، فارسی عربی میں یہ آرازیں نہیں اور نہ ان کے لیے حروف ہیں . ضرورت کے لیے ان آوازوں کو دو دو حرفوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنا پڑا - یوں تو یہ دو سادہ آوازیں ہیں مگر مل کر ایک ہوگئی ہیں - وہ حروف یہ ہیں —

بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ —

ان کے علاوہ اردو میں رھ، لھ، مھ، نھ کی آوازیں بھی ہیں- ہندی میں ان آوازوں کے لیے کوئی حروف نہیں- مثالیں ان کی یہ ہیں - تیر ھواں - کولھو - ملھو - تمھارا - ننھا - چونکہ ان حروف میں پہلی سادہ آواز (ہ) کی آواز کے ساتھ مل کر آتی ہے اس لیے معمولی ہ سے امتیاز کرنے کے لیے دو چشمی ھ سے لکھتے ہیں - مثلاً کہا اور کھا، دو علیحدہ لفظ ہیں تلفظ میں بھی او معنوں میں بھی، لہذا اِملا میں بھی فرق کرنا چاہئے - یہ امتیاز بہت ضروری ہے - اس حساب سے اردو زبان میں کل حروف تریسٹھ یعنی پچاس ہوتے ہیں —

یہ حرف جو ہر ملک کے ساتھ مخصوص کئے گئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آوازیں آب و ہوا وغیرہ کے اثر سے اس ملک والوں کے گلوں سے بہ آسانی نکلتی ہیں - مگر دوسرے ممالک کے لوگ اسی وجہ سے انکو ادا نہیں کر سکتے، یا بدقت ادا کرتے ہیں- انسان کا گلا آلۂ موسیقی کے اصول پر بنا ہوا ہے، اور اسی طور پر اس میں تار بھی بندھے ہوے ہیں- سانس کے ہوا میں ملنے سے زبان، تالو، ہونٹ، دانت اور خلاے دہن کی مدد سے آواز میں مختلف قسم کی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں —

اُردو، فارسی عربی، حروف پر اگر نظر ڈالی جاے تو گو وہ دیکھنے میں مختلف آوازوں کی علامتیں ہیں لیکن ان حروف کے ناموں سے کوئی سادہ آواز پیدا نہیں ہوتی بلکہ

وہ خاصے الفاظ ھیں - مثلاً الف عین جیم وغیرہ وغیرہ حروف نہیں بلکہ پورے لفظ ھیں - ان سے سادہ آوازوں کا کچھہ بھی خیال پیدا نہیں ھوتا بلکہ ایک ایک حرف کئی کئی آوازوں سے مرکب ھے - اس کی وجہ بلا شبہ یہ ھے کہ یہ اُس زمانے کی یادگار ھیں جب کہ اس قسم کی تحریر ایجاد نہیں ھوئی تھی جو ھم آج کل استعمال کرتے ھیں بلکہ لوگ اپنے خیالات تصویریں بنا بنا کر ظاھر کرتے تھے - اول اول تو جس شے کا بیان کرنا مقصود ھوتا تھا اس کی پوری تصویر بنا دیتے تھے مثلاً گاے یا عورت کا بتانا مقصود ھے تو وہ گاے یا عورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے -

دوسرے دور میں یہ اصلاح ھوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاھر کرنے لگے آنکھہ سے نظر یا یاد و ٹانگوں سے رفتار مراد لینے لگے —

تیسرے دور میں یہ ھوا کہ شے سے اس کی ممتاز خصائص یا ظاھری علامت سے اصل شے مراد لی جانے لگی مثلاً لومڑی کی تصویر سے مکاری یا تخت سے سلطنت مقصود ھوتی تھی —

چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اس شے کے بولنے میں جو آوازیں پیدا ھوتی تھیں ان میں سے ھر ایک سے جو مفہوم جو پیدا ھوتا اس کی ایک ایک تصویر بنا دیتے تھے - مثال کےلیے فرض کیجیے کہ تحریر میں کرنال ظاھر کرنا مقصود ھے تو پہلے ھاتھہ کی تصویر بنائیں گے کیونکہ کر کے معنے ھاتھہ کے ھیں ' اس کے بعد نال کی —

بعد ازاں یہ ھوا کہ یہی تصویریں مختلف اصوات کی قایم مقام ھوگئیں - اور انہیں تصویروں کی یادگار یہ حرف ھیں جو اب بھی کسی قدر ان سے مشابہ ھیں - مثلاً الف کے معنی بیل کے سر کے ھیں چونکہ اکی آواز اس لفظ کے آغاز میں تھی تو اس آواز کے ظاھر کرنے کے لیے گاے کا سر بنا دیتے تھے (عربی الف کی تحریر میں اب بھی اصل سے خفیف سی مشابہت باقی ھے) - بعد ازاں خود یہ لفظ بجاے الف کی پہلی

آواز کے تصویر میں ایک حرف قرار پایا - یہی وجہ ہے کہ فارسی ' عربی ' عبرانی زبانوں کے حروف درحقیقت الفاظ ہیں یا ہر حرف کئی آوازوں کا مجموعہ ہے - اس میں دو اصلاحیں عمل میں آئیں - تصویر رفتہ رفتہ مختصر سی صورت میں رہ گئی - نام اس کا اگرچہ قریب قریب وہی رہا مگر وہ مختصر صورت اب نام کی بجائے نہیں بلکہ اس نام میں جو آواز پہلے نکلتی ہے ' اس کی بجائے ہے - مثلاً الف کو لیجیے اس کی صورت (گاے کا سر) مختصر ہو کر (ا) رہ گئی ہے - اور الف کے بولنے میں جو سب سے پہلے سادہ آواز نکلتی ہے ' اس جگہ استعمال ہوتی ہے —

اسی طرح ب درحقیقت بیت ہے جس کی ابتدائی شکل ایک مستطیل مکان کی سی تھی اور اس کے نیچے نقطہ ایک شخص تھا جو مکان کے دروازے کے سامنے بیٹھا تھا - اب رفتہ رفتہ اس کی شکل ایک پڑی لکیر ہوگئی اور وہ آدمی نقطہ رہ گیا —

ج جمل یعنے اونٹ ہے - اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو اور اس کی نکیل زور سے کھینچے تو اس کے سر اور گردن کی شکل بعینہ ج کی سی ہو جاے گی —

پ (ف) عبرانی میں منھہ کے معنی میں ہے —

د (عبرانی دالت) دروازہ —

ہ دریچہ —

ع (عین) کے معنے آنکھہ کے ہیں چنانچہ (ع) کا سرا بالکل آنکھہ کے مشابہ ہے —

ن (نون) مچھلی - مشابہت ظاہر ہے —

ک (کف' ہتیلی) اگر ہتیلی پھیلائی جاے تو اُنگلیاں انگوٹھے کے ساتھہ مل کر بالکل (ک) کی صورت بن جاتی ہیں —

م (میم پانی کی لہر) صورت سے ظاہر ہے —

س عبرانی میں دانت کو کہتے ہیں (س) کا دندانہ

بالکل دانت کے مشابہ ہے —

و (واؤ) کے معنی آنکڑے کے ہیں جس کی صورت و سے ملتی ہے —

غرض اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے حروف دراصل الفاظ ہیں جو دو یا دو سے زائد آوازوں سے مرکب ہیں اور ہر ایک بہ لحاظ اپنی اول سادہ آواز کے ایک علامت مقرر کر لیا گیا ہے - مثلاً الف میں تین آوازیں ال ف کی ہیں مگر اب اُس کے بولنے میں جو آوز پہلے نکلتی ہے اُس کی بجائے مقرر کر لیا گیا ہے - اسی طرح دوسرے حروف کے متعلق قیاس کر لیا جائے - ابتدا میں اس سادہ آواز کے لیے اس شے کی تصویر کھینچ دی جاتی تھی- مگر اب ایک چھوٹی سی علامت جو کسی قدر اصل کے مشابہ ہے بجائے اس آواز کے مستعمل ہے اور نام اُن کے قریب قریب وہی ہیں جو اصل اشیا کے تھے - یہی وجہ ہے کہ ہمارے حروف تہجی بولنے میں درحقیقت الفاظ ہیں —

اردو حرف (تہجی) کل ملاکر پچاس ہیں اور ان میں ہر قسم کی آواز کے ادا کرنے کی گنجایش ہے اور اس خیال سے اردو ابجد کو دنیا کی بہت سی زبانوں پر ایک طرح کا تفوق حاصل ہے - مگر دنیا کی کوئی ابجد کامل نہیں ہے ایک نہ ایک نقص ضرور رہ جاتا ہے- یا تو کل سادہ آوازوں کے ادا کرنے کے لیے کافی حروف نہیں ہوتے یا ایک ہی آواز کے لیے کئی کئی حروف ہوتے ہیں -کہتے ہیں کہ اردو زبان بھی اس سے خالی نہیں - چنانچہ یہ آخری نقص اُردو زبان میں بھی پایا جاتا ہے - لیکن بات یہ ہے کہ اردو کو علاوہ فارسی ہندی کے عربی سے بھی تعلق ہے' اس لیے کثرت سے اُس کے الفاظ زبان میں موجود ہیں اور اس وجہ سے لامحالہ اس کے تمام حروف بھی اردو ابجد میں آگئے' ورنہ عربی الفاظ کی صحت تحریر میں قائم نہ رہتی - چنانچہ ز' ذ' ض' ظ' چار

الگ حرف ہیں جن کی آواز قریب قریب یکساں معلوم ہوتی ہے - اسی طرح س، ث، اور ت، ط، اور ح، ہ - گو عرب کا باشندہ یا وہ شخص جو تلفظ کی صحت کا خاص طور پر خیال رکھتا ہے ان حروف کے تلفظ میں فرق کر سکے مگر ہر ایک کے لیے اس کا امتیاز دشوار ہے، اور بول چال میں عام طور پر ان حروف کے تلفظ میں کچھ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا —

اعراب (یا حرکات و سکنات)

سادہ آوازوں کو ہم بلا تکلف ہونٹ اور زبان کی امداد سے ملا کر مرکب کر لیتے ہیں اور اس طرح فراٹے سے باتیں کرتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی نے کل کوک دی - زبان اور لب کی ذرا سی جنبش سے آواز کی مختلف صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں - آواز کا پھیلنا ' تند ہونا ' بڑھنا ' گھٹنا ' گھومنا ' گول ہو جانا ' سب اسی پر منحصر ہے - ان تمام آوازوں کو صفائی کے ساتھ تحریر میں لانا نہایت مشکل ہے - اگرچہ بہت کوشش کی گئی لیکن اب تک پوری کامیابی نہیں ہوئی - بعض زبانوں مثلاً سنسکرت انگریزی وغیرہ میں سادہ آوازوں کے مرکب کرنے کے لیے جو جنبش لب و زبان کو ہوتی ہے اس کے لیے بعض حروف مناسب قرار دیے ہیں اور جہاں دو یا دو سے زیادہ حروف کا ملانا منظور ہوتا ہے وہاں ان میں سے بہ لحاظ آواز کے ایک نہ ایک حرف ضرور آتا ہے - اس لیے قسم کی ہر زبان میں حرف کی دو قسمیں کی گئی ہیں - ایک وہ حروف جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتے ہیں جنھیں عربی میں حروف علت کہتے ہیں اور دوسرے جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے ' وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں —

اُردو میں مثل عربی کے حروف علت دو قسم کے ہیں - ایک

محض علامات (یا اعراب)' دوسرے اصل حروف ا ' و ' ی -
اعرابی علامات بھی در حقیقت انہیں حروف کی مختصر
صورتیں ہیں - تفصیل یہ ہے —

زبر (جسے عربی میں فتح کہتے ہیں' جس کے معنے کھلنے
کے ہیں یعنی آواز کھل کر نکلتی ہے) زبر کے معنے اوپر کے ہیں -
چونکہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے اس لیے زبر کہتے ہیں -
اس آواز کو لمبا کرنے سے الف کی آواز پیدا ہوتی ہے - یا یوں
کہنا چاہئے کہ الف کی خفیف آواز زبر ہے - جیسے مر اور مار -

زیر - (جسے عربی میں کسرہ کہتے ہیں ' جس کے معنے
توڑنے کے ہیں کیونکہ اس کے آنے سے آواز میں ایک قسم کی
شکن پیدا ہوتی ہے) زیر کے معنے نیچے کے ہیں کیونکہ یہ حرف
کے نیچے لگایا جاتا ہے - اس کی آواز خفیف ی کی سی ہوتی
ہے - لیکن ی کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی
ہیں ' ایک زیادہ باریک اور طویل اور دوسری کسی قدر واضح
اور کھلی ہوئی - جیسے بیر (پھل کا نام) اور بیر (بہادر) - یہاں
ی کی دو حالتیں ہیں' پہلی حالت میں یاے خفی (مجہول*)
ہے اور دوسری حالت میں یاے جلی (معروف) ہے - یاے معروف
گول (ی) لکھی جاتی ہے اور یاے مجہول لمبی پڑی ہوئی
(ے) - یاے مجہول اور یاے معروف جب کسی لفظ کے بیچ
میں آتی ہیں تو اُن کی صورت ایک سی ہوتی ہے - اس لیے
امتیاز کے لیے یاے معروف کے نیچے زیر دے دیتے ہیں اور یاے
مجہول خالی رہتی ہے —

---

* یاے مجہول اور واؤ مجہول کی آواز عربی میں نہیں آتی اس لیے عربوں
نے اس کا نام مجہول (یعنے نا معلوم) یا عجمی رکھا ہے - لیکن اُردو
میں یہ آوازیں مجہول یا نا معلوم نہیں ہیں - اس لیے یہ نام موزوں
نہیں معلوم ہوتے مگر اس قدر کثرت سے مستعمل اور مشہور ہیں کہ
دوسرے نام اگر رکھے بھی جائیں تو ان کا رواج پانا مشکل ہے —

پیش * (جسے عربی میں ضمہ کہتے ہیں ' جس کے معنے ملانے کی ہیں) پیش کے معنے سامنے یا آگے کے ہیں - یہ حرف کے اوپر آتا ہے اور خفیف واو کی آواز دیتا ہے - ی کی طرح واؤ کی بھی دو آوازیں ہیں - ایک پوری اور بھری ہوئی اور دوسری کھلی اور ہلکی - پہلی کو واؤ معروف اور دوسری کو مجہول کہتے ہیں ۔ جیسے دور اور ڈور - واؤ معروف پر الٹا پیش لکھتے ہیں اور واؤ مجہول خالی رہتی ہے —

ا ' و ' ی ' حروف صحیح بھی ہوتے ہیں - الف جب لفظ کے شروع میں آتا ہے تو ہمیشہ حرف صحیح ہوتا ہے - واو جب لفظ کے شروع میں یا درمیان میں آے اور متحرک ہو جیسے وعدہ ' ہوا ' تو حرف صحیح ہوگی - ی کی بھی یہی حالت ہے جیسے یقین کے شروع میں یا میسر کے درمیان - یعنے جب اعراب یا آواز کے خفیف سے بڑھانے گھٹانے کا کام دیتے ہیں تو حروف علت ہوتے ہیں ورنہ معمولی حروف کی طرح حروف صحیح —

یوں زبر الف کے ساتھہ زیر (ی) کے ساتھ اور واؤ پیش کے ساتھہ آتی ہے اور بہ لحاظ آواز کے اِن کا جوڑ بھی ہے - لیکن بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا بلکہ مختلف حرکتیں جمع ہو جاتی ہیں - مثلاً زبر اور واؤ ایک جگہ آجاتے ہیں - جیسے قوم میں - ایسی حالت میں یہ مختلف حرکتیں ایک ہی آواز دیتی ہیں - یہی حالت ی کی بھی ہے' جیسے خیر میں - ایسی واؤ یا ے کو ماقبل فتح کہتے ہیں - یعنے وہ ی یا واؤ جس کے پہلے زبر ہے —

---

* مولوی نظام الدین حسن صاحب بی - اے - ال - بی مرحوم اس علامت (و) کو لفظ ضمہ کا مخفف بتاتے ہیں اس طور پر کہ م ہ دونوں حذف کردیے گئے ہیں - میرے خیال میں یہ (و) ہے چونکہ پیش واو کی مختصر آواز کے لیے آتا ہے اس لیے یہ صورت قرار دی گئی —

جب کوئی حرف مکرر آواز دیتا ہے تو بجائے دو بار لکھنے کے صرف ایک ہی بار لکھتے ہیں اور اُس پر ایک علامت لگا دیتے ہیں - اس علامت کو تشدید (ّ) کہتے ہیں - مثلاً مدت کو آواز کے لحاظ سے بجائے مددت لکھنے کے د پر تشدید لکھہ دیتے ہیں اور اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے - جس حرف پر تشدید ہوتی ہے ' اس پر علاوہ تشدید کے زبر ' زیر ' پیش ' میں سے کوئی علامت ضرور ہوتی ہے تاکہ پڑھنے میں زبان سے وہی آواز نکالی جاے - لیکن جب تشدید ی یا واؤ پر ہوتی ہے تو لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھمانا پڑتا ہے ورنہ تلفظ صحیح ادا نہیں ہوتا - مثلاً نیّر - اگر معمولی طور سے دونوں جز (ی) کے ساتھہ الگ الگ بولے جائیں (نے یر) تو تلفظ صحیح نہ ہوگا - اسی طرح نوّاب وغیرہ الفاظ ہیں —

جزم یا سکون (ٖ) - سکون کے معنے خاموشی کے ہیں - جس حرف پر یہ علامت ہوتی ہے بولنے میں اسے کوئی حرکت نہیں دیتے - جب کسی حرف پر کوئی حرکت زبر ' زیر ' پیش نہ ہو تو ایسے حرف کو ساکن کہتے ہیں - اُردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے —

مد (~) الف کو جب کھینچ کر بولتے یا پڑھتے ہیں تو اُس وقت اُس پر یہ علامت لگا دیتے ہیں ' جیسے آم - ایسے الف کو الف ممدودہ کہتے ہیں - مد کے معنے لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں —

همزہ (ء) اسے غلطی سے حروف میں شامل کر لیا گیا ہے - یہ درحقیقت ی اور واؤ کے ساتھہ وہی کام دیتا ہے جو مد الف کے ساتھہ - یعنے جہاں ی کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو (ی) کے ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جاے ' وہاں بطور علامت کے اسے لکھہ دیتے ہیں - یہ ہمیشہ ی یا و کے ساتھہ آتا ہے - جیسے گئی ' تئیں ' کھاؤں - الف ممدودہ شروع میں آتا ہے (اور بعض عربی الفاظ میں

درمیان میں بھی) لیکن ہمزہ ی یا واؤ پر درمیان اور آخر میں آتا ہے۔ بعض جگہ یہ ی کا قائم مقام ہوتا ہے، جیسے پائیاں۔ کبھی خفیف الف کی آواز دیتا ہے جیسے ہیئت - ہر ایک ی پر جو آخر میں آتی ہے ء لکھنا درست نہیں - جیسے رای، رائے، میں - ان میں ی کی آواز کافی ہے - لیکن آئے، جائے، آئیے، جائیے، میں ء کا لکھنا لازم ہے، کیوں کہ اس قسم کے الفاظ میں بغیر ء کے تحریر میں صحیح تلفظ ادا نہیں ہوتا —

تنوین (ـً ـٍ ـٌ) اس کے معنے نون کی آواز پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ صرف عربی آواز کے آخر میں آتی ہے۔ جب یہ علامت کسی حرف پر ہوتی ہے تو اس کے آخر میں نون کی آواز نکلتی ہے جیسے فوراً، اتفاقاً، نسلاً بعد نسلٍ، مشار "الیہ - جب نون کے ساتھ زبر کی آواز نکالنی مقصود ہوتی ہے تو دو زبر لکھتے ہیں اور زیر کی آواز کے لیے دو زیر اور پیش کے لیے دو پیش - اردو میں زیادہ تر زبر ہی کی تنوین آتے ہے —

زبر کی تنوین میں لفظ کے آخر میں الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں - لیکن جن الفاظ کے آخر میں عربی رسم الخط کے مطابق لمبی ت نہیں لکھی جاتی بلکہ مختصر یا گول ت، ۃ کی صورت میں لکھی جاتی ہے وہاں زبر کی تنوین میں الف نہیں بڑھاتے جیسے دفعۃً —

اگر لفظ کے آخر میں پہلے سے الف ہو تو اس کے بعد ء بڑھاکر تنوین لگاتے ہیں - جیسے ابتداءً -

نوٹ - ان علامات کو اعراب اس لیے کہتے ہیں کہ اہل عرب کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں - اعراب سے یہ مطلب ہے کہ کسی پر ان میں سے کسی علامت کا لگانا - انہیں حرکات بھی کہتے ہیں - کیونکہ ان علامات سے آواز میں حرکت پیدا ہوتی ہے - لیکن چونکہ جزم سے سکون پیدا ہوتا ہے اس لیے پورا نام حرکات و سکنات

ہے - اعراب کا لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے - جس حرف پر کوئی حرکت ہوتی ہے اُسے متحرک کہتے ہیں —

۱ - فارسی میں چند لفظ ایسے ہیں کہ ان میں واؤ ساکت ہوتی ہے یعنے تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی' اسے واؤ معدولہ کہتے ہیں- مگر یہ واؤ ہمیشہ خ کے بعد آتی ہے- ایسے لفظ بہت کم ہیں اور وہ یہ ہیں - خود ' خویش ' خوے ' خوش ' خوردن (اور اس سے جو لفظ بنے ہیں) ' خواندن (اور اس سے جو لفظ بنے ہیں) لیکن خواب ' خواہش ' خواستن (اور اس سے جو لفظ نکلے ہیں) خواہر' خواجہ' خوارزم (نام ملک) میں واؤ کی نصف آواز ظاہر ہوتی ہے - اس قسم کی واؤ کے بعد الف ہوتا ہے- انگریزی میں بعض لفظ ایسے ہیں جن میں نہ پورا واؤ کا تلفظ ادا ہوتا ہے نہ پیش کا ' ان کی حالت بہت کچھ ان الفاظ کے مشابہ ہوتی ہے - لہذا ان کے صحیح تلفظ کے لیے اسی قسم کی واؤ کا استعمال مناسب ہوگا - اس قسم کی واؤ کے نیچے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا جاتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے —

۲ - اردو میں بعض الفاظ ایسے ہیں ' جہاں واؤ بجائے پیش کے استعمال کی جاتی تھی ' لیکن اب وہ متروک ہوتی جاتی ہے - مثلاً اوس (بجائے اُس) ' پہونچنا (بجائے پہنچنا) پورانا (بجائے پرانا) چورانا (بجائے چرانا) لکھتے تھے اور اب بھی بعض لوگ لکھہ جاتے ہیں —

۳ - (ن) کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو جب اس کی آواز پوری ادا ہو جیسے پان' گیان' دھیان میں- دوسرے جب پورے طور پر ادا نہ ہو بلکہ کسی قدر ناک میں گنگنی سی آواز نکلے ' ایسی حالت میں اسے نون غنہ کہتے ہیں - جیسے سماں ' کلواں ' سانپ ' اینٹ ' ہنسنا وغیرہ- نون غنہ جب آخر میں آتا ہے اس میں نقطہ نہیں دیتے - لیکن جب بیچ میں آتا ہے

تو اس پر الٹا جزم لگانا چاہیے (v) —

۴ - نون غنہ کا استعمال زبان میں عام طور پر ہے اور یہ اکثر حروف کے ساتھہ آتا ہے - جب بیچ میں آتا ہے تو اپنے پہلے حرف سے مل کر ایسی آواز پیدا کرتا ہے کہ بھہ ' پھہ ' وغیرہ کی طرح ایک آواز معلوم ہوتی ہے • جیسے ہنسنا ' کنور وغیرہ —

۵ - بعض الفاظ میں ی بھی اپنے پہلے حرف کے ساتھہ اس طرح مل کر پڑھی جاتی ہے کہ وہ دونوں ایک آواز معلوم ہوتے ہیں - جیسے کیا ' کیاری ' پیارا ' دھیان ' چیونٹی ' گیا رہ - اس کا نام ہم نے یاے معدولہ رکھا ہے- امتیاز کے لیے ایسی ی کے اوپر یہ (v) نشان لگا دیتے ہیں —

۶ - الف ممدودہ تو وہ ہے جس کی آواز کھینچ کر نکالی جاے جیسے آم میں - الف مقصورہ وہ ہے جس کی آواز سادی ہوتی ہے اور کھینچنا نہیں پڑتا ' جیسے (اب) میں - بعض عربی الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں الف ی کی صورت میں لکھا جاتا ہے - ہے جیسے عقبیٰ اور دعویٰ میں —

۷ - بعض فارسی حروف کے آخر میں ہ لگی ہوتی ہے یہ اصل لفظ کا جز نہیں ہوتی بلکہ زائد ہوتی ہے اس کا تلفظ زبر کا سا ہوتا ہے - گویا یہ اعراب کا کام دیتی ہے جیسے ہفتہ ' روزہ —

۸ - عربی زبان کے ایسے لفظ جن میں دوسرا حرف ح ساکن ہو اور اس کے پہلے حرف پر زبر ہو ' تو اردو بول چال میں زبر نہیں بولا جاتا بلکہ اس کی آواز زبر اور زیر کے مابین ہوتی ہے جیسے احمد ' محبوب ' لحد ' بحر وغیرہ میں —

۹ - عربی میں امتیاز وخصوصیت کے لیے اسما پر (ال) لگا دیتے ہیں - بعض حروف ایسے ہیں کہ اگر ان کے پہلے ال آتا ہے تو تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا اور لفظ کا اول صرف مشدد پڑھا جاتا ہے - جن حروف کے شروع میں ال نہیں پڑھا جاتا انہیں حروف شمسی کہتے ہیں - یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جب

شمس کے پہلے ال لگایا جاتا ہے تو لام کی آواز ظاہر نہیں کی جاتی (الشمس)- اور جن حروف میں ل کی آواز تلفظ میں ظاہر کی جاتی ہے انہیں حروف قمری کہتے ہیں' کیونکہ قمر پر جب ال لگائیں گے تو ل کی آواز ظاہر کی جاے گی (القمر) - اسکا استعمال صرف عربی الفاظ کے ساتھہ عربی قواعد کی رو سے ہوتا ہے - چونکہ اردو میں ایسے الفاظ اکثر آتے ہیں لہذا اس کی تصریح یہاں کردی جاتی ہے —

حروف قمری

ا - جیسے الامان - نباش الاول - ب - فصیح البیان ج - عبد الجلیل - ح عبدالحئی - خ - مراۃ الخیال - ع - نورالعین غ - اسداللہ الغالب - ف - سریع الفہم - ق - صادق القول - ک - بالکل ل - اللوا - م - بیت المال - و - کتاب الواعظ - ہ - بوالہوس ی - الیوم —

حروف شمسی

د - مظفر الدین - یوم الدین - ذ - صاحب الذکر - ر - ہارون الرشید - ز - خلیفۃ الزماں - س - ظل السلطان - ش - الشمس - ص - الصبر - ض - الضالین - ط - جبل الطارق - ظ - الظاہر - ن - ذوالنورین - النوم —

۱۰ - حروف سے جب الفاظ بناے جاتے ہیں تو حروف کی تین حالتیں ہوتی ہیں - ایک شروع میں ' دوسری بیچ میں ' تیسری آخر میں - بعض حروف کی تین سے بھی زیادہ صورتیں ہوتی ہیں - مثلاً میم لفظ کے شروع میں جیسے مور بیچ میں دو حالتیں جیسے محمد ' قمر ' آخر میں جیسے میم میں - بعض حروف شروع میں مل کر نہیں آتے یہ حروف -ا-د-ذ-ر-ز-و- ہیں - جب کسی لفظ میں ان حروف کے بعد کوئی دوسرا حروف لکھا ہو تو الگ لکھنا پڑے گا - جیسے سورج - ایال ' نذر ' وغیرہ - جب ان حروف میں سے چند حروف مل کر لفظ بنتے ہیں

تو سب الگ الگ لکھے جائیں گے - جیسے درد - دورہ وغیرہ -

۱۱ - اردو تحریر میں (مثل عربی فارسی کے) یہ عجیب بات ہے کہ الفاظ میں حروف پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ہر حرف کے لیے صرف چھوٹا سا نشان بنا دیتے ہیں ' اس طور پر الفاظ نہایت مختصر ہو جاتے ہیں - بخلاف دوسری زبانوں کے جن کے لکھنے میں بہت طول ہو جاتا ہے اور وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے - یہ طرز تحریر نہایت شایستہ اور مہذب ہے - مختصر نویسی جس کا رواج یورپ میں اب تھوڑے زمانے سے ہوا ہے وہ ہمارے یہاں صدہا سال سے موجود ہے - ایک مشاق لکھنے والا مقرر کی تقریر کو بخوبی قلمبند کر سکتا ہے - یہ خوبی درحقیقت بہت لایق قدر اور دوسری زبانوں کے لیے قابل رشک ہے —

فصل دوم

صرف

صرف میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے۔ الفاظ گفتگو میں آتے ہیں اور اس کی نقل لکھنے میں کی جاتی ہے - لفظ جملے کا کم از کم جز ہوتا ہے - ہر لفظ کے کچھہ نہ کچھہ معنے ہوتے ہیں جس کے اصل اور صحیح معنے بول چال یا جملے میں آنے سے معلوم ہوتے ہیں - بعض لفظ بے معنے یا مہمل بھی ہوتے ہیں لیکن ان کا تعلق قواعد سے نہیں ہے - قواعد میں صرف با معنے الفاظ سے بحث کی جاتی ہے - لفظ کی حیثیتیں اور صورتیں مختلف ہوتی ہیں کہیں اس کی حالت اور صورت کچھہ ہوتی ہے اور کہیں کچھہ - ہم بول چال یا لکھنے میں لفظ استعمال کرتے ہیں تو وہ ہمیں کچھہ نہ کچھہ ضرور بتاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ ہمیں کیا کیا بتاتے ہیں اور ان کی کیا صورت اور حالت ہے، اس کی دو قسمیں ہیں —

اول مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی رکھتے ہوں —

دوم غیر مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی نہ رکھتے ہوں جب تک وہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ مل کر نہ آئیں - مستقل الفاظ کی پانچ قسمیں ہیں —

(۱) اسم وہ لفظ ہے جو کسی جاندار یا شے یا کیفیت کا نام ہو -

(۲) صفت وہ لفظ ہے جس سے کسی اسم کی کیفیت یا

حالت معلوم ہو —

(۳) ضمیر وہ لفظ ہے جو بجائے اسم کے استعمال ہوتا ہے —

(۴) فعل جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے —

(۵) تمیز جو فعل یا صفت یا دوسری تمیز کے معنے میں کمی یا بیشی پیدا کرے یا اس کی کیفیت یا حالت بتائے —

غیر مستقل الفاظ کو حروف کہتے ہیں، جن کی چار قسمیں ہیں - (۱) ربط - (۲) عطف - (۳) تخصیص - (۴) فجائیہ —
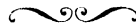
۱۔اسم

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو —

اس کی دو قسمیں ہیں —

(۱) خاص (۲) عام —

خاص ۔ کسی خاص شخص یا شے یا مقام کا نام ہے مثلاً علاؤالدین ' کلکتہ ' گنگا —

عام وہ اسم ہے جو ایک قسم کے تمام افراد کے لیے فرداً فرداً استعمال ہو سکے جیسے آدمی ' گھوڑا ' درخت ' کتاب —

اسم خاص

اشخاص کے اسم خاص بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً

(۱) خطاب ۔ نام جو بادشاہ یا سرکار دربار سے اعزازی طور پر ملتا ہے جیسے اقبال الدولہ ۔ عماد الملک —

(۲) لقب ۔ ایک وصفی نام جو کسی خصوصیت یا وصف کی وجہ سے پڑگیا ہو جیسے مرزا نوشہ لقب ہے اسد اللہ خاں غالب کا ' یا کلیم اللہ لقب ہے حضرت موسیٰ کا —

(۳) عرف وہ نام جو محبت یا حقارت کی وجہ سے پڑجائے یا اصل نام کا اختصار لوگوں کی زبان زد ہوجائے جیسے چھنو ' کلن ' فخرو ' اچھے میاں —

(۴) تخلص ایک مختصر نام جو شاعر نظم میں بجائے اصلی نام کے داخل کردیتے ہیں مثلاً غالب تخلص ہے مرزا اسد اللہ خاں کا ۔ حالی تخلص ہے مولانا الطاف حسین کا —

اس کے علاوہ ممالک، دریاؤں اور پہاڑوں کے اور دیگر جغرافی اسما اور علوم و فنون و امراض وغیرہ کے نام سب اسم خاص ہوں گے —

بعض اوقات اسم خاص اسم کی صفت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں - جیسے رستم، حاتم وغیرہ - مثلاً یوں کہیں کہ وہ شخص اپنے وقت کا حاتم ہے یا وہ رستم ہند ہے یا فلاں شخص قیس یا فرہاد ہے یا وہ سعدی یا کالی داس ہے ایسے موقعوں پر رستم سے بڑا پہلوان، حاتم سے بڑا سخی، قیس و فرہاد سے بڑے عاشق، سعدی اور کالیداس سے بڑے شاعر مراد ہیں —

اردو میں اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں —

اسم کیفیت - اسم جمع - اسم ظرف - اسم آلہ - چند قسمیں ہیں -

اسم کیفیت

وہ ہے جس سے کوئی خاص حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہو - جیسے سختی، روشنی، صحت، چلن —

اسمائے کیفیت دو چیزیں ظاہر کرتے ہیں —

اول حالت جیسے صحت، نیند، رفتار، سچ، جھوٹھہ —

دوم وصفی کیفیت مثلاً درد، خوشی، مطالعہ —

اسمائے کیفیت کیونکر بنتے ہیں —

(۱) بعض فعل سے بنتے ہیں مثلاً چال چلن، گھبراہٹ، لین دین -

(۲) بعض صفت سے بنتے ہیں مثلاً نرمی، خوشی، کھٹائی، دیوانہ پن -

(۳) بعض اسم سے جیسے دوست سے دوستی، لڑکے سے لڑکپن —

(۴) اکثر عربی ہندی فارسی کے الفاظ اسمائے کیفیت کا کام دیتے ہیں - جیسے صحت، حسن، حرکت، بل، کوشش، جوش —

(۵) ایک لفظ کی تکرار یا دو لفظوں کے ملنے سے جیسے بک بک، چھان بین، جان پہچان، خوشبو —

اسم ظرف

وہ اسم ہے جس میں جگہ یا وقت کے معنے پائے جائیں مثلاً

گھر ' میدان ' جھرنا ' چراگاہ —

بعض علامات ایسی ھیں کہ ان کے لگانے سے اسم ظرف بن جاتا ھے - بعض ان میں سے ھندی ھیں اور بعض فارسی —

ھندی علامات - سال (بمعنی جگہ) جیسے گھڑ سال (گھوڑوں کے رھنے کی جگہ) ٹکسال (جہاں ٹکے یعنی سکہ بنایا جاتا ھے) -

شالہ یا سالہ - جیسے دھرم سالہ - پاٹ شالہ - گؤ سالہ -

ستھان (فارسی ستان) دیواستھان ' پرستان' —

آل - یال جیسے سسرال - ننھیال - ددھیال —

آنہ - سمدھیانہ - سرھانہ —

کا - جیسے میکا (ماکا) —

بعض خاص الفاظ دوسرے الفاظ کے ساتھہ مل کر اسم ظرف کے معنی دیتے ھیں مثلاً ٹولہ —

گھاٹ یا گھٹ - مرگھٹ - پن گھٹ - دھوبی گھاٹ —

واڑہ ' باڑہ - جیسے سیدواڑہ - قصائی باڑہ —

واڑی - پھلواڑی —

پارہ - جیسے اوپر پارہ —

دوار ' دوارہ - جیسے ھر دوار - گردوارہ - ٹھاکر دوارہ —

گھر - جیسے ڈاک گھر ' ریل گھر - تار گھر - ناچ گھر -

نگر - جیسے سری نگر - احمد نگر -

پور ' پورہ - جیسے غازی پور ' شولا پور - عثمان پورہ -

گڈہ - جیسے علی گڈہ - آسمان گڈہ -

منڈی - دال منڈی - سبزی منڈی -

فارسی علامات

خانہ - کتب خانہ - ھندی وغیرہ الفاظ کے ساتھہ جیسے چنڈو خانہ - چڑیا خانہ - جیل خانہ - ڈاک خانہ -

گاہ - چراگاہ - شکارگاہ - بارگاہ - درگاہ -

دان - چاے دان - قلمدان - عطر دان- ھندی الفاظ کے ساتھہ جیسے

پاندان - خاصدان - پیک دان -

دانی - (هندیوں کا تصرف هے) سرمه دانی - تلے دانی -

زار - سبزه زار - لاله زار - مرغزار -

سار - کوهسار -

ستان - گلستان - پرستان - کوهستان -

سرا - جیسے کاروان سرا - مهمان سرا -

کده - جیسے آتشکده -

شن - گلشن -

بعض اوقات فعل سے بهی اسم ظرف بنتا هے مثلاً بیٹهنا سے بیٹهک ' پینا سے پیاؤ -

کبهی فعل اور اسم کے ملنے سے اسم ظرف بنتا هے مثلاً بدرو ' آب چک -

رمنا اور جهرنا دونوں مصدر هیں مگر یه اسم ظرف کے معنوں میں بهی مستعمل هیں - رمنا کے معنی پهرنے کے هیں - ظرفی معنی پهرنے کی جگه یعنی چراگاه کے هیں - جهرنا کے معنی پانی رسنے کے هیں ' ظرفی معنی وه مقام جهاں سے پانی رستا هے -

عربی میں اسم ظرف مفعل اور مفعله کے وزن پر آتے هیں - ان میں سے اکثر اُردو میں بهی رائج هیں مثلاً مکتب ' مدرسه مقبره ' مسجد ' مجلس ' مرقد مقام ' مزار ' محشر ' مقتل ' منبع ' مخرج ماخذ وغیره —

اسم آله

وه اسم جو آله یا آواز کے معنوں میں آے مثلاً چاقو ' تلوار ' هتوڑا ' درانتی -

۱ - بعض اسم آله فعل سے بنائے گئے هیں -

بیلنا سے بیلن ' جهولنا سے جهولا -

دهونکنا سے دهونکنی ' جهاڑنا سے جهاڑو -

چهاننا سے چهلنی ' پهانسنا سے پهانسی -

لٹکنا سے لٹکن ' کترنا سے کترنی ' پھونکنا سے پھکنی -

۲ - بعض اسم سے بھی بنتے ہیں جیسے : -

نہرنا یا نہرنی (نہ بمعنی ناخن) -

ہتوڑا (ہاتھ سے) -

دتون (دانت سے) —

۳- دو اسم مل کر جیسے دسپنا (دست پناہ) منال (منھ-نال)

۴- فارسی اسما کے آگے بعض علامات یا الفاظ بڑھانے سے

بنائے گئے ہیں -

ہ کے بڑھانے سے جیسے دست سے دستہ ' چشم سے چشمہ -

انہ - جیسے انگشت سے انگشتانہ ' دست سے دستانہ -

گیر - جیسے کف گیر ' گلگیر ' آتشگیر -

کش - جیسے بادکش ' دود کش -

تراش - جیسے قلم تراش -

دان - جیسے چوہے دان ' قلمدان —

۵ - عربی کے اسماے آلہ جو اکثر مفعل مفعلہ یا مفعال کے

وزن پر ہوتے ہیں اردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً

مقراض ' مشعل ' منقار ' مسواک ' میزان ' مضراب '

مسطر ' منبر ' مصقلہ —

اسم جمع

بعض اسم ایسے ہوتےہیں کہ صورت میں تو واحد معلوم ہوتےہیں'
لیکن حقیقت میں کئی اسموں کا مجموعہ ہوتےہیں - جیسے فوج'
انجمن' قطار 'جھنڈ - اس قسم کے اسم کو اسم جمع کہتے ہیں -

لوازم اسم

ہر اسم میں خواہ وہ کسی قسم کا ہو، چند خصوصیتوں کا پایا جانا لازم ہے - مثلاً وہ واحد ہوگا یا جمع، مذکر ہوگا یا مونث، وہ خود کسی کام کا کرنے والا ہوگا یا دوسرے کے کام کا اثر اس پر ہوگا - چونکہ یہ باتیں ہر اسم میں لازمی طور سے پائی جاتی ہیں اس لیے ہم نے ان کا نام لوازم اسم رکھا ہے - یہ تین ہیں —
۱ - جنس ۲ - تعداد ۳ - حالت —

(۱) جنس

جنس سے مراد اسما کی تذکیر و تانیث سے ہے —

اس کی دو قسمیں ہیں - ایک حقیقی دوسری غیر حقیقی (یا مصنوعی)

حقیقی دنیا میں جنس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں یعنے نر (مذکر) مادہ (مونث) —

یہ تقسیم جانداروں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور ان میں تذکیر اور تانیث کی تمیز کچھہ مشکل نہیں - بے جان چیزوں میں تذکیر اور تانیث کوئی چیز نہیں - اُن میں نر اور مادہ میں سے کسی کا اطلاق نہیں ہو سکتا - یہ تو حقیقی دنیا کا حال ہے - لیکن زبان کی دنیا اس سے الگ ہے - کسی میں جنس کی تین قسمیں ہیں کسی میں دو اور بعض ایسی خوش قسمت ہیں کہ ان میں سرے سے یہ جھگڑا ہی نہیں —

آریای زبانوں میں جنس کی قسمیں تین ہیں - یعنے مذکر مونث اور تیسری قسم بے جان اشیا کی - سامی زبانوں میں صرف دو ہیں - مذکر اور مونث - جانداروں میں قدرتی طور پر نر اور مادہ کا امتیاز ہے اس لیے اس تقسیم کو حقیقی کہا گیا ہے - لیکن جن زبانوں میں تیسری قسم نہیں ہے وہاں تمام بیجان اشیا حتے کہ خیالات کے ساتھہ بھی تذکیر و تانیث کا طرہ لگا دیا ہے - چونکہ قدرت کے خلاف ہے اس لیے اس کا نام غیر حقیقی یا مصنوعی رکھا گیا ہے - اردو زبان تذکیر و تانیث کے لحاظ سے دوسری قسم میں ہے —

سنسکرت میں جنس کی تینوں صورتیں ہیں - یعنی مذکر اور مونث اور تیسری وہ صورت جونہ مذکر ہے نہ مونث - اسی طرح پراکرت * میں بھی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں - لیکن جدید زبانوں میں جو سنسکرت یا زیادہ پراکرت سے پیدا ہوئی ہیں، صرف گجراتی اور مرہٹی ایسی زبانیں ہیں جن میں جنس کی تین صورتیں ہیں، سندھی، پنجابی، ہندی اور اردو میں صرف دو ہیں، یعنی مذکر اور مونث - بنگالی اور اُریہ کی عام بول چال میں جنس کا کوئی لحاظ نہیں ہے، سوا ے اُن الفاظ کے جو ٹھیٹ سنسکرت کے داخل کر لیے گئے ہیں، اور جن کی جنس وہی باقی ہے جو سنسکرت میں تھی - لیکن ان تین زبانوں یعنے سندھی، پنجابی، ہندی یا اردو میں سندھی ایسی زبان ہے جس کے تمام اسما کا آخر حرف حرف علت ہوتا ہے اور اس لیے جنس کی تمیز آسان ہے لیکن باقی تین زبانوں میں یہ امتیاز آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتا —

لیکن ان سب زبانوں میں بڑی، بھاری بھرکم، قوی اور عظیم الشان اشیا مذکر ہیں اور چھوٹی، کم زور اور ہلکی

---

* سنسکرت ہندوستان کی قدیم علمی زبان تھی اور پراکرت عوام کی بول چال -

پھلکی چیزیں مونث - یہانتک کہ جب اصل لفظ مذکر ہے اور اس کی چھوٹی کمزور یا ھلکی صورت بیان کرنی مقصود ھوتی ہے تو اسے مونث بنا لیا جاتا ہے - اور اسی طرح جب اصل لفظ مونث ہے اور اسے بڑی ' بھاری بھرکم صورت میں لانا مقصود ھوتا ہے تو اُسے مذکر بنالیتے ھیں - مثلاً سنسکرت میں اصل لفظ " رشم " تھا اس سے ھندی رسا بنا - یہ دونوں مذکر ھیں اس کی چھوٹی اور کمزور صورت رسی ہے - سنسکرت ' گوق ' تھا ھندی میں گول یا گولا بنا - یہ دونوں مذکر ھیں اس کی چھوٹی اور کمزور صورت گولی بنائی گئی ہے جو مونث ہے - اسی طرح پگ سے پگڑی بنی جو مونث ہے اس سے پگڑ بنا جو مذکر ہے اور بڑی پگڑی کے معنوں میں آتا ہے --

یہ آخری ی (معروف) عام طور پر تانیث کی علامت ہے اور آخری الف علامت تذکیر یہاں تک کہ بنگالی اور اڑیا میں جہاں تذکیر و تانیث کا چنداں لحاظ نہیں ہے تصغیر و تکبیر کا امتیاز انہیں علامتوں سے کیا جاتا ہے - اگرچہ یہ ایک عام قاعدہ ہے لیکن زبان میں ' ایسے الفاظ بہت کم ھیں جن کے آخر میں ی معروف یا الف ھو - ایسی صورت میں صرف اھل زبان کی تقلید کرنی پڑتی ہے - اردو زبان میں تذکیر و تانیث کا معاملہ بہت تیڑھا ہے اور ایسے قرعد کا وضع کرنا جو سب صورتوں پر حاوی ھوں بہت مشکل ہے - اس میں شک نہیں کہ بیجان اشیا کی جو تذکیر و تانیث قرار دیگئی ہے اس میں ضرور کسی خیال یا اصول کی پابندی کی گئی ہے لیکن ھر لفظ کی اصل کا پتہ لگانا اور جن اسباب نے اس کی تذکیر و تانیث قرار دینے میں اثر ڈالا ہے اس پر غور کرنا آسان کام نہیں ہے - ایسی صورت میں ھم صرف اسی قدر کرسکتے ھیں کہ تذکیر و تانیث کے امتیاز کے مختلف قواعد کسی قدر تفصیل سے لکھدیں تاکہ ان کی شناخت میں کچھہ سھونت ھو - زیادہ

ترددقت اس وجہ سے پیدا ہوگئی ہے کہ ہندی کے الفاظ سنسکرت اور پراکرت سے آئے ہیں - لیکن ان میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہوگیا ہے - خصوصاً لفظ کا آخری حرف یا تو گر گیا ہے یا بدل گیا ہے حالانکہ تذکیر و تانیث کا دار و مدار اسی پر ہے —

جانداروں کی تذکیر و تانیث

اردو اور دوسری ہندی زبانوں میں جان دار اور بے جان سب ہی میں تذکیر و تانیث کا لحاظ ہوتا ہے - البتہ جانداروں میں یہ آسانی کہ ان میں تذکیر و تانیث کا امتیاز آسان ہے - بے جان اشیا میں چونکہ کوئی علامت تذکیر و تانیث کی نہیں ہوتی اس لئے دشواری ہوتی ہے - اگرچہ جان داروں کے لئے بظاہر کسی قاعدے کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی تذکیر و تانیث قدرتی اور حقیقی ہے، لیکن قواعد میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے - علاوہ اس کے جان داروں کی تذکیر و تانیث بھی قطعی قاعدوں کے تحت میں نہیں آتی، ان میں بھی مستثنیات ہیں - دوسرے مذکر الفاظ سے جو مونث بنائے گئے ہیں وہ بھی زیادہ تر سماعی ہیں جن میں غلطی کا احتمال ہوسکتا ہے - اس لئے ان کے متعلق بھی قاعدوں کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے —

۱ - جن ہندی الفاظ کے آخر میں الف ہوگا وہ مذکر ہوں گے جیسے گھوڑا، لڑکا —

اس میں فارسی عربی کے وہ لفظ بھی آجاتے ہیں جن کے آخر میں (ا) یا (ہ) ہوتی ہے - جیسے بندہ، خدا، خواجہ، سقا —

لیکن عربی کے بہت سے ایسے لفظ ہیں جن کے آخر میں (ۃ) تانیث کی ہوتی اردو میں مستعمل ہیں جیسے والدہ، ملکہ، سلطانہ —

نوز هندی کے وہ لفظ جن کے آخر میں (یا) تانیث کی علامت ہوتی ہے اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جیسے بڑھیا، چڑیا، بندریا —

۲ - جن ہندی الفاظ کے آخر میں یاے معروف ہوتی ہے وہ مونث ہوتے ہیں - جیسے گھوڑی، لڑکی —

لیکن ایسے پیشہ وروں کے نام جن کے آخر میں (ی) معروف ہوتی ہے اس سے مستثنیٰ ہیں - جیسے مالی، موچی، دھوبی گھوسی، تیلی، پجاری، تنبولی --

یا وہ الفاظ جن کے آخر میں یاے نسبتی ہوتی ہے - جیسے پنجابی، بنگالی، پہاڑی -

اسی طرح بعض عربی کے الفاظ جیسے قاضی، منشی وغیرہ یہ سب اس قاعدے کے تحت میں نہیں آتے —

۳ - یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مذکر کے آخری 'ا' یا 'ہ' کو یاے معروف سے بدل دینے سے مونث بن جاتا ہے - یا جہاں پیشہ وروں کے نام کے آخر میں ی (معروف) ہوتی ہے اگر اسے (ن) سے بدل دیا جاے تو وہ مونث ہوجاتا ہے - لیکن جہاں آخر میں الف یا ی نہ ہو تو وہاں مشکل پڑتی ہے اس لئے جس جس طرح سے زبان میں مذکر سے مونث بنے ہیں خواہ آخری حرف کے بدلنے سے یا کسی لفظ کے بڑھانے سے، ان میں سے اکثر کو آگے الگ الگ لکھدیا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو —

۴ - ان میں تذکیر و تانیث کی دو صورتیں ہیں - اول، مذکر اور مونث کے الگ الگ الفاظ ہیں، ایک کو دوسرے سے بظاہر کچھہ تعلق نہیں جیسے بیل مذکر، گاے مونث - دوم آخر علامت کے بدلنے یا آخر میں کسی حرف یا حروف کے اضافے سے مونث بنایا جاتا ہے جس کی مثالیں نیچے لکھی جاتی ہیں -

۱ - هر دو مختلف

مذکر	مونث	مذکر	مونث
باپ	ماں	غلام	باندی
میاں	بی بی	نواب	بیگم
بیل	گاے	خصم یا خاوند	جورو

۲ - مختلف علامات کے ساتھہ

(ا) مذکر کے آخر کا الف یا ہ مونث میں ی (معروف) سے بدل دی جاتی ھے جیسے :-

لڑکا	لڑکی	کانا	کانی
بیٹا	بیٹی	اندھا	اندھی
بچھڑا	بچھڑی	گھوڑا	گھوڑی
بکرا	بکری	شاہ زادہ	شاہ زادی
بندہ	بندی (باندی*)	چیونٹا	چیونٹی
مرغا	مرغی	بھانجا	بھانجی
بھتیجا	بھتیجی	چچا	چچی
پھوپھا	پھوپھی	لنگڑا	لنگڑی
لولا	لولی	بہرا	بہری

(ب) آخر میں یاے معروف کے بڑھانے سے

برہمن	برہمنی	هرن	هرنی
پٹھان	پٹھانی	کبوتر	کبوتری
تیتر	تیتری	لوهار	لوهاری
چمار	چماری	سنار	سناری
ماموں	ممانی		

(ج) مذکر کے آخر حرف کو (ن) سے بدل دینے سے یا آخری

---

* باندی کا لفظ صرف غلام عورت کے معنوں میں آتا ھے اور (بندی) کا لفظ عورتیں بجاے ضمیر متکلم واحد کے بولتی ھیں جیسے مرد بندہ کا لفظ استعمال کرتے ھیں —

حرف کے آگے (ن) بڑھانے سے ' جیسے :-

مراسی	مراسن	نائی	نائن
کلنجڑا	کنجڑن	جوگی	جوگن
مالی	مالن	دھوبی	دھوبن
بھنگی	بھنگن	گوالا	گوالن
فرنگی	فرنگن	پارسی	پارسن
بھائی	بہن	کھوسی	کھوسن
حاجی	حجن	سپولیا	سپولن
دلہا	دلہن	چودھری	چودھرائن
گارد	گاردن*	ناگ	ناگن

(۵) آخر حرف کو حذف کرکے یا بلا حذف (نی) یا (انی) کے اضافے سے

شیر	شیرنی	ملا	ملانی
بنیا	بنینی	استاد	استانی†
		هاتھی	هتنی ‡
اونٹ	اونٹنی	سور	سورنی
رائے (راجہ)	رانی	فقیر	فقیرنی
مور	مورنی	جیٹھہ	جٹھانی
ڈوم	ڈومنی	مغل	مغلانی
ڈاکٹر	ڈاکٹرنی	دیور	دیورانی
بھوت	بھتنی	مہتر	مہترانی

---

* حیدرآباد دکن میں مستعمل ھے - یعنی وہ عورتیں جو محلوں میں مرد سپاهیوں کا کام دیتی هیں یعنی تلماتنیاں -

† مذکر کی دال حذف کردی گئی -

‡ هاتھی کا الف اور 'ی' دونوں حذف هوگئے هیں - یہ لفظ هاتھہ سے نکلا ھے - سونڈ بجائے هاتھہ کے سمجھی گئی ھے -

جن	جناتنی*	شاعر	شاعرنی†
پنڈت	پنڈتانی		

تٹو سے تٹوانی مونث آتا ہے لیکن حقارت کے موقع پر بولتے ہیں -

(۴) بعض اوقات اخیر حرف میں کچھہ تبدیلی کے بعد یا بغیر تبدیلی کے (یا) اضافہ کرنے سے مونث بنتا ہے - جیسے

کتا	کتیا	بندر	بندریا
چوہا	چوہیا	گدھا	گدھیا
چڑا	چڑیا		

۵ - بعض غیر زبانوں کے مذکر و مونث بعینہٖ اردو میں مستعمل ہیں مثلاً بیگ مذکر' بیگم مونث - خاں سے خانم (ترکی)' ہے یا عربی کے الفاظ مثلاً سلطان سے سلطانہ ' ملک ہے ملکہ - خاتون و آتون بھی ترکی لفظ ہیں جو مونث ہیں —

۶ - بعض اوقات مذکر اسم خاص سے بھی مونث بنا لیتے ہیں جیسے —

رحیم	رحیمن	امیر	امیرن
کریم	کریمن	نور	نورن
محمد	محمدی	امامی	امامن
مراد	مرادن	نصیب	نصیبن

بعض اوقات اسماے خاص میں حرف واؤ کے مجہول و معروف ہونے سے مونث مذکر کا فرق ظاہر ہوتا ہے - واؤ معروف سے مذکر اور مجہول سے مونث —

مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر
مجو	مجو	رامو	رامو	بدلو	بدلو
فجو	فجو	کلو	کلو		

بعض اسماے خاص مرد عورت کے لیے یکساں استعمال ہوتے ہیں جیسے گلاب - احمدی وغیرہ —

---

* یہاں مونث واحد مذکر سے نہیں بنا بلکہ جمع مذکر سے بنا ہے -

† جان صاحب کا شعر ہے - میں وہ شاعرنی ہوں گر پکڑے کوئی میری زبان لاکھہ مرزا کو سناؤں سو سناؤں میر کو - یہ استعمال مزاحاً کیا گیا ہے -

۷ - عموماً مونث مذکر سے بنتا ہے لیکن بعض مذکر ایسے بھی ہیں جو مونث سے بنتے ہیں جیسے بھینسا ' بھینس سے رنڈوا ' رانڈ سے ' بلاؤ بلی سے ' سسریا سسرا ساس سے —

۸ - بعض الفاظ ایسے ہیں جو صرف مذکر استعمال ہوتے ہیں اور ان کا مونث نہیں آتا اور بعض صرف مونث استعمال ہوتے ہیں اور مذکر ان کا نہیں آتا مثلاً چیل ' بطخ ' مینا بلبل ' فاختہ ' لومڑی غیر ذوی العقول میں - رنڈی ' کسبی ' ھڑدنگی ' ڈائن ' چڑیل ' بیوہ ' سوت ' سہاگن وغیرہ ذوی العقول میں مونث استعمال ہوتے ہیں - طوطا ' کوا ' اژدھا ' تیندوا ' باز ' الو ' چیتا وغیرہ غیر ذوی العقول میں اور بھانڈ ' بھڑوا ' ھیجڑا وغیرہ ذوی العقول میں مذکر ہیں —

۹- چھوٹے چھوٹے جانوروں میں اکثر صرف ایک ہی جنس مستعمل ہے۔مثلاً مکھی (مونث) جھینگر (مذکر) چھپکلی (مونث) چھچھوندر (مونث) کچھوا (مذکر) بھڑ (مونث) —

۱۰ - اکثر اوقات الفاظ کے ساتھ نر اور مادہ کا لفظ لگا کر مذکر و مونث بنالیتے ہیں مثلاً مادہ خر' نرگاؤ ' یا چیتے کی مادہ' مادہ خرگوش وغیرہ —

۱۱ - بعض اوقات مذکر لفظ مونث کے لیے بھی استعمال کر جاتے ہیں مثلاً بیٹی کو ماں پیار سے کہتی ہے " نہ بیٹا ایسا نہیں کرتے " —

۱۲ - بعض لفظ مشترک ہیں ' دونوں کے لیے آتے ہیں - مثلاً بچے کا لفظ یا گھوڑی کو دیکھ کے کہہ سکتے ہیں کہ کیا اچھا جانور ہے —

۱۳ - جن ہندی الفاظ کے آخر الف یا ہ ہوتی ہے مونث میں یاے معروف سے بدل جاتے ہیں- مثلاً لڑکا سے لڑکی- اسی طرح فارسی الفاظ بھی جو اردو میں عام طور پر استعمال ہونے لگے ہیں اسی قاعدے میں آجاتے ہیں مثلاً شاہزادہ سے شاہزادی ' بیچارہ سے

بے چاری، بندہ سے بندی، حرام زادہ سے حرام زادی وغیرہ —

بیجان کی تذکیر و تانیث

بیجان اسما کی تذکیر و تانیث قیاسی ہوتی ہے - یعنے الفاظ کی تذکیر اور تانیث ایک دور سے دوسرے دور کو یا ایک نسل سے دوسری نسل کو اِرثاً و روایتاً پہنچتی ہے اور جس طرح پہنچتی ہے ویسے ہی بولی جاتی ہے - اگرچہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ خاص وجوہ سے بعض الفاظ میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو گیا ہے جو پہلے مذکر تھے اب مونث ہیں اور جو مونث تھے اب مذکر بولے جاتے ہیں - لیکن عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ نسلاً بعد نسل جس طرح یہ الفاظ پہنچتے ہیں ویسے ہی بولے جاتے ہیں - تاہم جہاں تک ممکن ہو سکا ہے ذیل میں چند قاعدے بیان کیے جاتے ہیں —

(۱) اکثر اوقات وہ الفاظ (خصوصاً ہندی اور تدبھوا یعنے مخلوط سنسکرت کے) جن کے آخر ایا ہ ہوتی ہے یا فارسی کے وہ لفظ جن کے آخر میں ہ الف کا آواز دیتی ہے، مذکر ہوتے ہیں مثلاً ڈبا، گھڑا، ڈبرا، حقہ، پیشہ، ہفتہ، چولھا وغیرہ - لیکن اس میں مستثنای بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں —

(ا) تمام ہندی اسمائے تصغیر جن کے آخر یا ہوتا ہے مثلاً چڑیا، ڈبیا، ڈلیا، تھلیا وغیرہ —

(ب) تمام عربی کے سہ حرفی الفاظ جس کے آخر میں ا ہوتا ہے - جیسے ادا، قضا، حیا، رضا، خطا وغیرہ —

(ج) عربی کے بعض اسما جو فعلیٰ کے وزن پر ہوتے ہیں جیسے عقبیٰ -

(د) بعض ہندی لفظ جو تت سما یعنی خالص سنسکرت کے ہیں - کیونکہ سنسکرت میں آعلامت تانیث بھی ہے مثلاً پوجا، بیچا، ماتا، پروا، پچھوا، بھاکا، سیتلا، گھٹا، کٹھیا، انگیا، مالا، سبھا، جتا، چھالیا، گنگا، جمنا —

(۲) جن ہندی یا غیر ہندی الفاظ کے آخر میں یا ے

معروف ہوتی ہے وہ مونث ہوتے ہیں۔ جیسے لکڑی، کوٹھی، تالی، کنجی، تلسی، روٹی، ہڈی، ڈیوڑھی، سبزی، پریشانی، کشتی۔

البتہ جی، گھی، موتی، پانی دھی، مستثنیٰ ہیں۔ یہ الفاظ سنسکرت سے آے ہیں اور ہندی میں ان کی آخری علامت بدل گئی ہے۔ ان کی جنس تو وہی رہی جو سنسکرت میں تھی مگر صورت بدل گئی۔ سنسکرت میں یہ مذکر ہیں یا تیسری جنس جو نہ مذکر ہے نہ مونث اور ایسی جنس کے لفظ ہندی میں آکر مذکر ہو جاتے ہیں۔ سنسکرت میں ان کے آخر میں ی (معروف) نہیں ہے۔ جی اصل میں جیوں تھا۔ گھی، گھرتن (घृत) موتی، موک تکن (मौक्तिक)، پانی، پانین (पानीयं) دھی ددھکن (दधिक) —

۳۔ زبانوں کے نام عموماً مونث ہوتے ہیں مثلاً انگریزی، فارسی، اردو، سنسکرت، تامل وغیرہ —

۴۔ ایسے اسما جو آواز کی نقل ہیں مونث ہوتے ہیں۔ سائیں سائیں، چٹ چٹ، دھڑ دھڑ وغیرہ —

۵۔ دنوں اور مہینوں کے نام مذکر استعمال ہوتے ہیں، دنوں میں جمعرات مستثنیٰ ہے —

۶۔ دھاتوں اور جواہرات کے نام بھی مذکر ہیں، چاندی البتہ مستثنیٰ ہے۔ ہندی میں اسے روپا کہتے ہیں جو مذکر ہے۔ جیسے سونا، جست، لوہا، ٹین، رانگ وغیرہ —

۷۔ پہاڑوں کے نام مذکر ہیں جیسے ہمالیہ، بندھیاچل وغیرہ —

۸۔ ستاروں اور سیاروں کے نام بھی مذکر ہیں —

۹۔ کتابوں کے نام اگر مفرد ہیں تو مونث ہونگے بشرطیکہ آخر میں الف یا ہ نہ ہو جو مذکر کی علامت ہے جیسے صدرا، کافیہ۔ لیکن شفا (شیخ کی تصنیف) مونث ہے، کیونکہ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے ایسے عربی سہ حرفی لفظ مونث ہوتے ہیں۔ لیکن مرکب ہونے کی حالت میں مضاف یا موصوف کی تذکیر

و تانیث پر کتاب کی تذکیر و تانیث منحصر ہوگی مثلاً بوستان،
گلستان، پریم ساگر، راماین مونث ہیں مگر حکایت سود اگر
مونث اور قصۂ حلیمہ دائی مذکر ہے —

۱۰ - اسی طرح نمازوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں
فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا —

۱۱ - ہندی حاصل مصدر (یعنی وہ اسماے کیفیت جو
مصدر سے بنائے جاتے ہیں) اور اکثر اسمائے کیفیت جو اسی
وزن پر ہوں مونث ہوتے ہیں جیسے —

پکار، پھٹکار، پھنکار، جھنکار، پچھاڑ وغیرہ - ابھار، اتار، بگاڑ
مستثنیٰ ہیں —

پھسلن، دھڑکن، کھرچن، چبھن، لگن، اترن وغیرہ - البتہ
چلن مستثنیٰ ہے —

بناوٹ، کھچاوٹ، نیلاہٹ، گھبراہٹ وغیرہ —

مہک، روک، چوک، جھلک، چمک بھڑک وغیرہ —

لوٹ، کھسوٹ، چوٹ —

مٹھاس، کھٹاس، پیاس وغیرہ —

تھکان (تکان) پہچان، ڈھلان، اُٹھان - اُڑان —

البتہ برتاؤ، بچاؤ کے وزن پر جو حاصل مصدر آتے ہیں وہ
سب مذکر ہوتے ہیں دباؤ - بچاؤ - بناؤ، لگاؤ، اٹکاؤ، تاؤ،
لداؤ، بہاؤ وغیرہ - دوسرے اسماے کیفیت اور الفاظ جو اس
وزن پر آتے ہیں وہ بھی مذکر ہوتے ہیں - جیسے بھاؤ، سبھاؤ، الاؤ —

اسی طرح وہ اسماے کیفیت جو اسم یا صفت کے آخر میں
"پن" لگانے سے بنتے ہیں مذکر ہوتے ہیں - مثلاً بچپن، لڑکپن،
دیوانہ پن وغیرہ —

ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخر او (مجہول) یا اوں
(واؤ مجہول) ہوتا ہے اکثر مونث ہوتے ہیں جیسے باؤ، چھاؤں،
جوکھوں، بھوں، سوں، سرسوں، کھڑاؤں وغیرہ —

۱۲ - حروف تہجی میں - ب بھ پ پھ ت تھ ٹ ٹھ ج جھ چ چھ ح خ د ڈ ڑ ر ز ژ ط ظ ف ہ وی مونث ہیں - جیم اور میم مختلف فیہ ہیں —

۱۳ - ہندی مصدر مذکر استعمال ہوتے ہیں جیسے اس کا مرنا سب کو شاق گزرا —

۱۴ - عربی کے وہ اسمائے کیفیت جن کے آخر میں ت ہوتی ہے ' مونث ہوتے ہیں جیسے ندامت' عنایت' محبت ' شفقت' شوکت ' رفعت وغیرہ —

۱۵ - جو عربی الفاظ افعال ' افتعال ' انفعال ' استفعال ' تفعل تفاعل اور تفعلہ کے اوزان پر آتے ہیں وہ مذکر ہوتے ہیں - بروزن افعال —

جیسے اکرام ' احسان ' انعام وغیرہ باستثنائے انشا ' افراط ' ایذا ' امداد ' الحاح ' اصلاح —

بروزن افتعال جیسے اختیار ' اعتدال ' اضطراب ' اقتدار وغیرہ باستثنائے ابتدا ' انتہا ' التجا ' احتیاط ' احتیاج' اطلاع' اشتہا ' اصطلاح —

بروزن استفعال جیسے استعفا ' استثنا ' استقلال ' استغنا وغیرہ باستثنائے استعداد ' استدعا ' استمداد ' استغفار —

بروزن انفعال جیسے انکسار ' انقلاب' انحراف وغیرہ —

بروزن تفعل جیسے توکل ' تکلف ' تعصب ' تغیر ' تبدل ' وغیرہ باستثنائے توقع ' توجہ ' تمنا ' ترشح ' تضرع ' تہجد —

بروزن تفاعل جیسے تغافل ' تنازع ' تلاطم وغیرہ باستثنائے تواضع —

بروزن تفعلہ جیسے تذکرہ ' تجربہ ' تصفیہ ' تخلیہ وغیرہ —

۱۶ - جو عربی الفاظ مفاعلہ کے وزن پر آتے ہیں وہ مذکر ہیں جیسے مجادلہ ' مشاعرہ ' معاملہ ' مناظرہ وغیرہ —

لیکن یہی الفاظ یا دوسرے الفاظ جب مفاعلت کے وزن

پر آتے ہیں تو مونث ہوتے ہیں جیسے معاملت، مصاحبت، مشارکت وغیرہ، یہی حال تفعلہ اور تفعلت کا ہے جیسے تربیت، تقویت وغیرہ مونث ہیں - تفعلہ کی مثالیں لکھی جا چکی ہیں —

۱۷ تمام عربی الفاظ تفعیل کے وزن پر مونث ہوتے ہیں جیسے تحریر، تقریر وغیرہ باستثناے تعویذ - لیکن جب تفعیل کے بعد ہاے ہوز آتی ہے تو وہ الفاظ مذکر ہو جاتے ہیں - جیسے تخمینہ، تعلیقہ وغیرہ —

۱۸ نیز وہ الفاظ عربی و فارسی جن کی آخر میں ہ اضافی ہوتی ہے اکثر مذکر ہوتے ہیں - جیسے نسخہ، روضہ، صفحہ، دورہ، طرہ، شیشہ، آئینہ، پیمانہ وغیرہ باستثناے دفعہ، توبہ —

۱۹ - عربی اسماے ظرف مذکر ہوتے ہیں جیسے مکتب، مسکن، مقام، مشرق، مغرب وغیرہ باستثناے مجلس، محفل، مسطر، مسجد، مجال، مسند وغیرہ —

۲۰ - اسماے آلہ بروزن مفعال اکثر مونث ہوتے ہیں - جیسے مقراض، میزان وغیرہ - باستثناے معیار، مقیاس، لیکن بروزن مفعل اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے منبر، مصقل وغیرہ باستثناے مشعل - مگر بروزن مفعلہ ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں جیسے منطقہ، مصقلہ وغیرہ —

۲۱ - تمام فارسی حاصل مصدر جن کے آخر میں ش ہے مونث ہوتے ہیں - جیسے دانش، خواہش، بخشش وغیرہ - جوش، نوش، خروش مستثنای ہیں —

۲۲ - مرکب الفاظ جو دو لفظوں سے مل کر بنتے ہیں خواہ بلا حرف عطف یا مع حرف عطف اُن کی تذکیر و تانیث میں بھی اختلاف ہے —

(۱) جو لفظ دو افعال یا ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنتے ہیں وہ اکثر مونث ہوتے جیسے آمد و رفت، زد و کوب

نشست و برخاست، شست شو، قطع و برید، تراش خراش، تگ و دو، آمد و شد، خرید و فرخت، بود و باش - دار و گیر، شکست و ریخت، داد و دهش، کم و کاست - باستثنائے سوز و گداز، بند و بست، ساز باز —

(ب) اگر ان میں ایک مونث اور دوسرا مذکر ھے (مع حرف عطف یا بلا حرف عطف) تو فعل کی تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ سے ھوگی - جیسے آب و ھوا، قلم دوات، آب و غذا، آب و گل، کشت و خون، تاخت تاراج، عنایت نامہ، سالار منزل، خلوت خانہ وغیرہ، پیچ و تاب مستثنیٰ ھے - مگر جب دو لفظ مل کر ایک خاص معنوں میں آئیں تو یہ لحاظ نہیں رھتا جیسے گلشکر —

(ج) جب دونوں جز مذکر ھوں تو مذکر اور دونوں مونث ھوں تو لفظ مونث ھوگا جیسے آب و رنگ، آب و دانہ، آب و نمک، گلقند، مذکر استعمال ھوتے ھیں -اور آب و تاب، جستجو، گفتگو مونث ھیں - مگر شیر برنج مستثنیٰ ھے، حالانکہ دونوں جز مذکر ھیں لیکن پھر بھی مونث ھے - غالباً اس کی وجہ یہ ھے کہ فرنی اور کھیر دونوں مونث ھیں لہذا شیر برنج بھی ان کا مترادف ھونے کی وجہ سے مونث ھی استعمال ھونے لگا - نیشکر جس کے دونوں جز مونث ھیں مذکر آتا ھے، اس لیے کہ گنے کا مترادف ھے - چونکہ گنا مذکر مستعمل ھے اس لیے نیشکر بھی مذکر بولا جانے لگا —

۲۳- جن الفاظ کے آخر میں بند، آب (سوائے مہتاب کے جس کے معنی ایک قسم کی آتشبازی کے ھیں) بان، وان، ستان، سار، زار ھوتا ھے وہ اکثر مذکر ھوتے ھیں جیسے سینہ بند، پاسبان، گلاب، پیچوان، گلستان، بوستان، (باستثنائے نام کتب معروفہ) کوھسار، لالہ زار وغیرہ —

۲۴- جن الفاظ کے آخر "گاہ" لگا ھوتا ھے وہ مونث ھوتے

ہیں - جیسے تعلیم گاہ ، بندرگاہ ، قیام گاہ وغیرہ —

۲۵- بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو بعض معنوں میں مذکر ہیں اور بعض معنوں میں مونث جیسے —

دوپہر — جب دن کے خاص وقت کے لیے آتا ہے (جو بارہ بجے ہوتا ہے) تو مونث ہے جیسے دوپہر ڈھل گئی —

دوپہر — بمعنے دو ساعت مذکر ہے جیسے مجھے انتظار کرتے کرتے دوپہر ہوگئے —

گزر (مذکر) — گزرنے کا حاصل مصدر ہے - جیسے میرا گزر وہاں ہوا —

گزر (مونث) — بمعنے گزر اوقات ، جیسے اس میں میری گزر نہیں ہوتی —

تکرار — بحث اور جھگڑے کے معنوں میں مونث - جیسے میری اُس سے تکرار ہوگئی —

تکرار — کسی لفظ کے مکرر لانے کے معنوں میں مذکر جیسے اس لفظ کا تکرار فصیح نہیں —

آب — پانی کے معنوں میں مذکر -

آب — صفائی یا چمک کے معنوں میں مونث جیسے موتی کی آب -

مد — ضد جزر جیسے دریا کا مد -

مد — جب اُس خط کے معنوں میں ہو جو حساب میں یا عرضی پر کھینچا جاتا ہے تو مونث ہے ، بعض نے مذکر بھی لکھا ہے -

مد — نوکری یا حساب کے صیغے کے معنوں میں مونث جیسے روپیہ کون سی مد سے دیا جائے -

مد — الف ممدودہ کا نشان مذکر ہے -

ترک — (عربی) بمعنے دست برداری مذکر ہے -

ترک — (مونث) صفحہ کے آخر میں آئندہ صفحہ کی

عبارت کا پہلا لفظ جو اس غرض سے لکھ دیا جاتا
ہے کہ ورقوں کے ملانے میں آسانی ہو -
" ترک اک اک جزو کی دو دوپہر ملتی نہیں" (اسیر)

عرض طول کی ضد، مذکر - جیسے اس مکان کا عرض -
عرض بمعنی التماس، مونث - جیسے میری یہ عرض ہے -
کف جھاگ کے معنوں میں مذکر -
کف تلوے یا ہتھیلی کے معنوں میں مختلف فیہ -
تاک تاکنا سے اسم مونث ہے -
تاک انگور کی بیل کے معنوں میں مذکر -
آہنگ قصد کے معنوں میں مذکر -
آہنگ آواز کے معنوں میں مونث -
تال تالاب کے معنوں میں مذکر -
تال وزن موسیقی کے معنوں میں مونث -
نال بندوق کی نلی مونث -
نال ناف کے معنوں میں مختلف فیہ -
نال گھاس وغیرہ کی ڈنڈی مونث -
نال لکڑی یا پتھر کا کندا جو پہلوان اُٹھاتے ہیں، مذکر -
بیل ایک خاص پھل کے معنوں میں مذکر -
بیل باقی سب معنوں میں مونث -
مثل بمعنی مانند، مذکر -
مثل کاغذات مقدمہ، مونث -
لگن بمعنی ظرف یعنی طاس شمع، مذکر -
لگن بمعنی لگاؤ، مونث -
مغرب بمعنی مقام غروب، مذکر -
مغرب بمعنی وقت شام، مونث -

۲۵ - عربی الفاظ کی جمع جب عربی قواعد کے رو سے
آتی ہے تو اس کی تذکیر و تانیث میں صرف یہ یاد رکھنا

چاہیے کہ جو حالت واحد کی ہے وہی جمع کی ہوگی - مثلاً شے ' مجلس اور مسجد مونث ہیں تو ان کی جمع اشیا' مساجد اور مجالس بھی مونث ہوگی - چند الفاظ البتہ مستثنیٰ ہیں - مثلاً اگرچہ معرفت' حقیقت ' قوت ' شفقت مونث ہیں مگر ان کی جمع معارف ' حقائق ' قویٰ اور اشفاق مذکر مستعمل ہیں - بعض متاخرین اہل لکھنؤ کا یہ قول ہے کہ ہر لفظ کی عربی جمع مذکر ہی آتی ہے - یہ قاعدہ تو بہت اچھا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ اہل زبان یوں نہیں بولتے - اہل دہلی اور بعض اور مقامات کے لگ بجز بعض مستثنیات کے ہمیشہ مونث کی جمع مونث اور مذکر کی مذکر ہی استعمال کرتے ہیں - جن حضرات کا یہ قول ہے کہ ہر عربی لفظ کی عربی جمع مذکر بولنی چاہئے انہیں یہ دھوکا اس وجہ سے ہوا ہے کہ بعض الفاظ جو مونث ہیں ان کی جمع بھی اسی وزن پر آئی ہے جو واحد میں مذکر ہیں مثلاً حادثہ مذکر ہے اس کی جمع حوادث ہے لہذا یہ بھی مذکر ہے اور مذکر بولا جاتا ہے - چونکہ حقائق بھی اسی وزن پر ہے دھوکے میں اسے بھی مذکر بولنے لگے - لیکن یہ چند الفاظ مستثنیات میں سے ہیں' اس پر سے یہ قیاس قائم کر لینا کہ ہر عربی لفظ کی (خواہ مونث ہو یا مذکر) جمع مذکر ہی ہوگی صحیح نہیں ہے - واحد میں جب ہم ایک لفظ کو جو مونث غیر حقیقی ہے مونث تسلیم کرتے ہیں تو افعال اور صفات بھی اس کے لیے مثل مونث حقیقی کے استعمال کرتے ہیں اور کوئی فرق اس میں اور مونث حقیقی میں نہیں کرتے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ مونث حقیقی کی عربی جمع کو مونث بولیں اور مونث غیر حقیقی کی جمع کو مذکر - جب ایک بار بے جان شے مونث قرار پا چکی تو پھر اس میں اور حقیقی مونث میں کسی قسم کا فرق اور امتیاز باقی نہیں رہتا - ہمارے خیال میں حتی الامکان اس قسم

کے الفاظ کی اُردو جمع استعمال کرنا زیادہ فصیح ہے ' اگرچہ بعض مواقع پر عربی جمعوں کا استعمال کرنا ناگزیر ہے - ایسی حالت میں بجز چند مستثنیٰ الفاظ کے یہی قاعدہ یاد رکھنا چاہئیے کہ مونث کی جمع مونث ہوگی اور مذکر کی جمع مذکر —

۲۶ - ایک مسئلہ یہ بھی قابل بحث ہے کہ جو نئے لفظ غیر زبانوں سے اردو میں داخل ہوگئے ہیں یا آیندہ داخل ہوں' اُن کی تذکیر و تانیث کا کیا قاعدہ ہوگا - ہماری راے اس کے متعلق یہ ہے کہ ایسے دخیل الفاظ کی تذکیر و تانیث کا فیصلہ اُسی قسم کے دوسرے الفاظ کے مطابق جو پہلے سے موجود ہیں کیا جاے - یعنے جو نئے الفاظ کےہم معنی یا قریب المعنی ہیں یا معنوں کے لحاظ سے ایک ہی ذیل میں آتے ہوں اُن پر قیاس کر کے ان کی تذکیر و تانیث قرار دی جاے - مثلاً ریل کا لفظ ہے یہ گاڑی کی قسم ہے - گاڑی خود مونث ہے اور گاڑی کی اکثر قسمیں مونث ہیں اس لیے لوگ خود بخود اسے بھی مونث کہنے لگے - اسی طریقہ پر ' اسٹیشن ' لال ٹین ' بٹن ' کوٹ ' ٹیبل ' لیمپ وغیرہ الفاظ کی تذکیر و تانیث قرار پائی -

لیکن یہ قاعدہ جدید الفاظ کے لیے بھی ایسا ہی عام ہے جیسا قدیم الفاظ کے لیے کہ جس لفظ کے آخر میں الف ہے یا آخری لفظ الف کی آواز دیتا ہے وہ مذکر ہوگا اور جس کے آخر میں ی معروف ہوگی وہ مونث ہوگا - جیسے چابی اور یونیورسٹی مونث ہیں اور سایا (لہنگا) اور کمرہ مذکر ہیں -

یہ قاعدہ کوئی جدید نہیں ہے بلکہ اس پر ہمیشہ سے عمل رہا ہے- فارسی کے الفاظ کثرت سے اردو ھندی میں داخل ہوتے رہے - فارسی زبان میں بیجان چیزوں کی تذکیر و تانیث نہیں ہوتی - مگر جب نئے لفظ زبان میں آے تو ان کی تذکیر و تانیث ہندی ہم معنی الفاظ کے موافق قرار دی گئی -

مثلاً شاخ کو مونث اس لیے کہا گیا کہ ٹہنی یا ڈالی مونث بولی جاتی ہے - سال مذکر ہے اس لیے کہ برس مذکر ہے -

۲۷ - چند الفاظ ایسے ہیں جنھیں اہل زبان مذکر و مونث دونوں طرح بولتے ہیں - یا بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ ایک جگہہ مونث بولے جاتے ہیں اور دوسری جگہہ مذکر جیسے -

سانس * قلم فکر † غور طرز نقاب ‡
مرقد شکرقند کتار درود فاتحہ کلک
کیف جھونک سیل سبحہ هن گزند
نشاط ، حروف تہجی میں میم اور جیم زنار $ مثال¶
قامت گیند △ مالا §

املا ، عام طور سے مذکر ہے مگر اہل لکھنو میں مختلف فیہ ہے -

مالا ، دهلی اور اس کے نواح میں مونث ہے مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے —

پینگ (بیاے معرف) دلی میں مونث ہے - لکھنو اور یورپ کے دوسرے شہروں میں یہ لفظ زبر سے بولا جاتا ہے اور مذکر ہے —

---

* مختلف فیہ

† اہل دهلی و لکھنؤ دونوں کی هاں مختلف فیہ ہے یعنی مذکور مونث دونوں طرح استعمال ہوا ہے -

‡ مختلف فیہ -

$ مختلف فیہ -

§ اہل دهلی مونث اور اہل لکھنؤ مذکر بولتے ہیں

△ اہل لکھنو مذکر بھی بولتے

¶ اہل لکھنؤ مذکر اور اہل دهلی مونث بولتے ہیں

تعداد و حالت

اسم عام یا تو ایک ہوگا یا ایک سے زیادہ - اسی کو تعداد کہتے ہیں —

ایک کو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں —

اردو میں بھی دوسری ہندی آریای زبانوں کی طرح تثنیہ نہیں ہوتا - سنسکرت اور عربی میں ہوتا ہے - تثنیہ اُسے کہتے ہیں جس میں دو کا ہونا پایا جاے - جیسے عربی میں والدین ' قطبین' طرفین وغیرہ اور سنسکرت میں پتراؤ (والدین)-

اردو میں سواے اُن الفاظ کے جن کے آخر میں الف (یا اس کا کوئی ہم آواز حرف ہ یا ع) ہوتا ہے ' مذکر کی صورت واحد اور جمع میں یکساں رہتی ہے- البتہ حروف ربط کے آجانے سے جمع کی صورت میں تبدیلی ہو جاتی ہے ورنہ ان صورتوں کے علاوہ خاص جمع کی غرض سے جو تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ مونث ہی میں ہوتی ہیں - ذیل کے قاعدوں اور گردانوں میں ان سب تبدیلیوں کی تصریح کی جاتی ہے —

اس کی ہم نے دو تقسیمیں کی ہیں - ایک صورت تو وہ ہے جب اسم بغیر کسی حرف ربط کے آے - دوسری صورت وہ ہے جب اسم کے بعد کوئی حرف ربط ہو —

پہلے ہم ان تبدیلیوں کو بیان کریں گے جب کہ اسم کے ساتھہ کوئی حرف ربط نہیں ہوتا —

۱ - جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں ا یا ہ ہے، جمع میں یہ ا یا ہ یاے مجہول سے بدل جاتی ہے - جیسے

واحد	جمع	واحد	جمع
لڑکا	لڑکے	پردہ	پردے
لڑکا آیا	لڑکے آے	پردہ اُٹھا	پردے اُٹھے

جن الفاظ کے آخر میں ایسی ہ ہوتی ہے جو الف کی آواز دیتی ہے وہ فارسی یا عربی ہوتے ہیں - جیسے بندہ، دیوانہ، پنجہ، دانہ، درجہ، تماشا، جلسہ وغیرہ - ہندی لفظوں کو الف ہی سے لکھنا چاہئے لیکن رسم خط کی وجہ سے بعض نام ہ ہی سے لکھے جانے لگے ہیں - جیسے، آگرہ - کلکتہ - وغیرہ —

۲ - بعض واحد مذکر لفظ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے جمع میں ے سے نہیں بدلتے —

(ا) اس میں کچھہ لفظ تو ایسے ہیں جو خالص سنسکرت ہیں اور نہیں بدلتے، جیسے راجا، داتا وغیرہ —

(ب) رشتہ داروں کے نام، ابا، چچا، تایا، دادا، نانا، پھپا، آکا، پتا -

(ج) فارسی کے اسم کے فاعل جیسے دانا، بینا، آشنا، شناسا -

(د) غیر زبانوں کے بعض اسم جیسے دریا، ہما، صحرا وغیرہ -

۳ - جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں ا یا ہ نہیں ہوتی اُن کی واحد اور جمع میں ایک ہی صورت رہتی ہے جیسے -

واحد	جمع	واحد	جمع
بھائی آیا	بھائی آئے	بیل آیا	بیل آئے
گھر بن گیا	گھر بن گئے	لڈو کھایا	لڈو کھائے

۴ - جن واحد مذکر لفظوں کے آخر میں (ان) (الف اور نون غنہ) ہوتا ہے، ان کی جمع میں واحد کا الف، ے سے بدل جاتا ہے - جیسے دھواں سے دھوئیں، رواں سے روئیں -

مونث الفاظ کی جمع مذکر سے مختلف طرح پر بنتی ہے - ذیل کے بیان سے اس کی کیفیت معلوم ہوگی -

۱ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں ی (یاے معروف) ہو اُن کی جمع کے لئے ی کے بعد (اں) بڑھادیتے ہیں' جیسے لڑکی سے لڑکیاں - گھوڑی سے گھوڑیاں - کرسی سے کرسیاں —

۲ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں الف ہوتا ہے جمع میں اس کے بعد 'ئیں' (ء ی ں) بڑھا دیتے ہیں جیسے گھٹائیں' ماماَئیں' سبھائیں' تمنائیں' ہوائیں —

۳ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں یا ہو' ان کی جمع میں صرف (ں) بڑھا دیتے ہیں - جیسے گڑیا سے گڑیاں بڑھیا سے بڑھیاں چڑیا سے چڑیاں —

اس قسم کے لفظ اکثر اسم تصغیر ہوتے ہیں - جیسے ڈبیا' چوھیا' پڑیا' تھلیا —

غیر زبانوں کے الفاظ جو یا پر ختم ہوتے ہیں' اس قاعدے کے تحت میں نہیں آتے بلکہ ان کی جمع قاعدے ۲ کے مطابق بنتی ہے جیسے ریا' حیا وغیرہ کی جمع ریائیں اور حیائیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو ہندی لفظوں میں یا اضافی ہے جو تصغیر یا صفت بنانے کے لئے لگایا جاتا ہے - غیر زبانوں کے الفاظ میں ی اصل لفظ کا جز ہے اور اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ آخر میں یا نہیں بلکہ الف ہے -

۴ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں ان میں سے کوئی حرف نہیں ہوتا جن کا ذکر اوپر کے تین قاعدوں میں ہوا ہے تو ان کی جمع کے لئے آخر میں یں (ی ں) بڑھا دیا جاتا ہے جیسے مالن سے مالنیں - کتاب سے کتابیں - گاجر سے گاجریں' بیگم سے بیگمیں' بات سے باتیں' جورو سے جورویں —

بہوں کی جمع بہویں ہوتی ہے - ہندی میں بہوں کے آخر کا نون غنہ محض اعراب کا کام دیتا ہے کوئی حرف نہیں ہے

اس لئے اس کی جمع اس طرح بدلی گئی ہے گویا لفظ کے آخر میں و ہے ' ن نہیں —

مختص جمع کے لیے جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کا ذکر ہوچکا - اب اُن تبدیلیوں کو دیکھنا ہے جو حرف ربط کے آنے سے ہوتی ہیں -

حرف ربط یہ ہیں - نے ' کا ' کے ' کی ' کو ' پر (پہ) سے ' تک ' میں -

ا - جن واحد الفاظ کے آخر میں الف یا ہ ہوتی ہے وہ اِن حروف کے آجانے سے یاے مجہول سے بدل جاتے ہیں جیسے لڑکے نے کہا - پردے میں بیٹھے ہیں - قلعے کے اندر - جمعے کے روز -

لیکن ذیل کے لفظ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں -

(ا) وہ ہندی لفظ جو خالص سنسکرت ہیں یا جن میں اصل سے بہت کم تبدیلی ہوئی ہے جیسے :-

راجا' گھٹنا' سبھا ' پوجا' بھاکا (بھاشا) ' جتنا' چتا' سیتلا' داتا' مالا' جاترا' بپتا' بھسوا' پروا' پچھوا' وغیرہ - جیسے راجا نے کہا - سبھا میں بیٹھے ہیں - داتا کی خیر —

(ب) وہ اسم جو عزیزوں اور رشتہ داروں کے معنوں میں آتے ہیں - جیسے چچا' ابا' دادا' نانا' خالہ' پھپا' ماتا' پتا' انا' ددا' آپا - جیسے' ابا نے پوچھا' خالہ نے پیار کیا -

(ج) عربی سہ حرفی لفظ جیسے ریا' ربا' دعا' حیا' عبا' قبا' زنا' ہوا' بلا' دوا' صفا' غذا' ثنا' رجا' سزا' جزا' جفا' وفا' جلا' ادا' خلا' بقا وغیرہ - جیسے دوا نے کچھ اثر نہ کیا - حیا سے سر نیچے کرلیا - ہوا میں خنکی ہے -

(ج) ایسے عربی لفظ جو سہ حرفی سے زیادہ ہیں اور جن کے آخر میں الف ہے - جیسے تمنا' اخفا' التجا' انشا' افترا' اقتضا' ابتدا' انتہا وغیرہ - جیسے بڑی تمنا سے آیا تھا' ابتدا میں

بہت مشکل ہے۔

مدعا، منشا، ملجا، ماوا، وغیرہ - جیسے یہ بات میرے منشا کے خلاف ہے —

مگر ایسے عربی لفظ جو اردو میں گھل مل گئے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں، ان میں دوسرے لفظوں کی طرح تبدیلی ہوتی ہے - جیسے اس نے اپنے استعفے میں کوئی وجہ نہیں لکھی - میں اس کے تقاضے سے تنگ آ گیا ہوں —

(د) اسمائے خاص نیز لقب اور عہدوں کے نام جیسے مُلّا، خلیفہ، راجا، آقا، آغا، مرزا، رانا، وغیرہ - جیسے مُلّا کی دوڑ مسجد تک - راجا نے مرزا کو بلایا -

(۲) جغرافی ناموں میں جن کے آخر میں الف یا ہ ہوتی ہے تبدیلی ہو جاتی ہے - جیسے آگرہ، کلکتہ سکندرہ، مکہ، مدینہ، کوفہ، دجلہ، گولکنڈہ، پٹنہ، گلبرگہ، اٹاوہ وغیرہ - جیسے تاج محل آگرے میں ہے - کلکتے کی آبادی بارہ لاکھ ہے

البتہ خالص سنسکرت نام اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے جمنا، گنگا، متھرا، گیا، نربدا، ہمالیہ وغیرہ - جیسے الہ آباد میں گنگا جمنا کا سنگم ہے -

اسی طرح دوسری زبانوں کے شہروں اور دریاؤں اور پہاڑوں کے نام بھی مستثنیٰ ہیں جیسے بخارا، برما، ایشیا، امریکہ، پروشیا، صنعا، سینا وغیرہ —

جہاں لفظ کے آخر میں الف یا ہ نہیں ہوتی وہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے شہر میں تھا، مالی نے کہا، لڑکی سے پوچھا، بچھو کو مارا وغیرہ —

۳ - دھواں، رواں، کنواں میں اں، ئی ں سے بدل جاتا ہے جیسے دھوئیں سے، روئیں میں -

۴ - پانچواں، سے پانچویں، ساتواں سے ساتویں، دسواں سے دسویں وغیرہ میں الف یائے مجہول سے بدل جاتا ہے -

۵ - ایسے عربی الفاظ جن کے آخر میں ع ہوتا ہے جب ان کے بعد حرف ربط آتا ہے تو ع کے بعد (ے) بڑھا دیتے ہیں - جیسے مصرعے میں، قلعے میں -

۶ - جمع کی حالت میں حرف ربط کے آنے سے یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں —

(ا) مذکر اسما میں جمع کے لئے آخر میں و ن بڑھا دیتے ہیں - جیسے شہروں میں، راجاؤں نے، مالیوں کو -

ایسے الفاظ جن کے آخر میں الف یا ہ ہوتی ہے جمع کی حالت میں حرف ربط آنے سے جمع کی (ا.ے) گرجاتی ہے جیسے لڑکوں نے، پردوں میں -

(ب) جمع مونث کا (الف ں) یا (ی ں) بھی (و ں) سے بدل جاتا ہے - جیسے، لڑکیوں نے، دھوبنوں کو -

(ج) جن الفاظ کے آخر میں واو ہوتی ہے خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث، حرف ربط کے آنے سے ان کی جمع دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوتی ہے - یعنے آخر میں (و ں) بڑھا دیا جاتا ہے - جیسے جوروؤں، آرزوؤں، داؤوں وغیرہ -

---

صرف کے رو سے اسم کی یہ چند حالتیں ہیں جو جمع کی صورت میں یا حروف ربط کے آنے سے پیدا ہوتی ہیں - لیکن بلحاظ معنی بھی اسم کی چند حالتیں ہیں جن کا بیان نحو میں آنا چاہیئے - مگر صرف میں بھی بعض اوقات اور خاص کر فعل کے بیان میں ان کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے سرسری طور سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے ' تفصیلی بیان نحو میں ہوگا -

ا - فاعلی حالت - یہ اسم کی وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کام کا کرنے والا ہے یا وہ کسی خاص حالت میں ہے - جیسے احمد گیا - رام نے کھانا کھایا - وہ بیمار ہوگیا -

اس حالت میں اسم کے ساتھ کبھی نے آتا ہے اور کبھی بغیر نے کے استعمال ہوتا ہے -

۲ مفعولی - یہ وہ حالت ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسم پر کام کا اثر واقع ہوا ہے- جیسے میں نے سانپ مارا - یہاں مارنے کا اثر سانپ پر واقع ہے اس لیے سانپ مفعولی حالت میں ہے - اُس نے احمد کو کتاب دی - یہاں احمد اور کتاب دونوں مفعولی حالت میں ہیں - میں نے رام سے کہا - یہاں رام مفعولی حالت میں ہے - جو اسم مفعولی حالت میں ہوتا ہے اس کے ساتھ کبھی کو اور کبھی سے آتا ہے اور کبھی ان دونوں حروف میں سے کوئی بھی نہیں آتا —

ندائی - جس سے کسی کا بلانا ظاہر ہو - جیسے احمد ! یہاں آؤ - لڑکے! کیا کرتا ہے -

ندائی حالت میں اگر واحد مذکر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو تو وہ یائے مجہول سے بدل جاتے ہیں - جیسے لڑکے! شور نہ کر - اور جمع میں آخر کا نون گر جاتا ہے - جیسے لڑکو! شور نہ کرو - لڑکیو! چپ بیٹھو - صاحبو! غور سے سنو -

لیکن " بیٹا " کا لفظ بعض اوقات ندائی حالت میں بھی بغیر تبدیلی کے بھی استعمال ہوتا ہے - یعنے دونوں طرح جائز ہے - جیسے بیٹا ! یہ بات اچھی نہیں ہے - بیٹے ایسا نہیں کرتے -

خبری - وہ اسم جو بطور خبر کے واقع ہوتا ہے - جیسے وہ بیمار ہے - حامد اس شہر کا حاکم ہے - ان جملوں میں بیمار اور حاکم دونوں خبری حالت میں ہیں -

اضافی - جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے' یعنے ایک اسم کا علاقہ یا تعلق کسی دوسرے اسم سے ظاہر کیا جائے - جیسے احمد کا گھوڑا - یہاں گھوڑے کا تعلق احمد سے بتایا گیا ہے' اس لئے یہ مضاف ہے - اور جس سے نسبت یا علاقہ

ظاہر کیا جائے اُسے مضاف الیہ کہتے ہیں - اس جملے میں احمد مضاف الیہ ہے -

حروف اضافت واحد مذکر میں (کا) جمع میں (کے) اور واحد اور جمع مونث میں (کی) آتے ہیں -

	واحد	جمع
مذکر	احمد کا گھوڑا	احمد کے گھوڑے
مونث	احمد کی بلی	احمد کی بلیاں

ظرفی - جب کسی اسم سے زمان یا مکان یعنے وقت یا جگہہ کا مفہوم پایا جائے تو وہ ظرفی حالت میں ہوتا ہے - جیسے وہ گھر میں ہے - وہ صبح سے کام کر رہا ہے - وہ شام تک بیٹھا رہا - وہ بالا خانے پر ہے - اس نے گھوڑے میں سے شکر نکالی۔

ظرفی حالت میں اسما کے ساتھہ حروف میں' سے' تک پر' میں سے' اوپر' نیچے' تلے' اندر' اندر سے' کو' آتے ہیں - بعض اوقات کوئی حرف نہیں ہوتا - جیسے وہ صبح آیا -

طوری - جس سے طور' طریقہ' اسلوب' ذریعہ' سبب اور مقابلہ معلوم ہو - جیسے شوق سے پڑھتا ہے - اُس نے تلوار سے مارا - وہ مجھہ سے بڑا ہے - وہ دولت سے بڑھا -

---

اسما کی تصغیر و تکبیر

تصغیر کے معنے چھوٹا کرنے کے ہیں - بعض اوقات الفاظ میں کسی قدر تغیر کر کے یا بعض حروف کے اضافے سے اسما کی تصغیر بنا لیتے ہیں -

(۱) کبھی تصغیر محبت کے لیے بنائی جاتی ہے - مثلاً بھائی سے بھیا' بہن سے بہنا -

(۲) کبھی حقارت کے لیے جیسے مرد سے مردوا' جورو سے جروا۔

(۳) کبھی چھٹائی کے لیے جیسے شیشہ سے شیشی یا ششیا۔

اردو میں اسما کی تصغیر کئی طرح آتی ہے

(۱) الفاظ کے آخر میں (ا) (وا) بڑھا دینے سے جیسے
جورو سے جروا - مرد سے مردوا ' بھائی سے بھیا ' لونڈا سے لونڈیا -
(۲) بعض اوقات مذکر کو مونث بنانے سے مثلاً شیشہ سے
شیشی ' توکرا سے توکری -
(۳) بعض اوقات مختلف علامات ڑا ' ڑی ' لی ' لا ' یا وغیرہ
بڑھا دینے سے اور الفاظ میں کسی قدر تبدیلی کرنے سے جیسے
آنکھ سے انکھڑی ' ڈنٹھے سے گنٹھڑی ' مکھ سے مکھڑا ' پلنگ سے
پلنگڑی ' جی سے جیوڑا ' کونڈے سے کونڈالی ' تاند سے ندولا'
کھاٹ سے کھٹولا ' سانپ سے سنپولا یا سپولیا ' کاگ (کوا) سے
کگیلا ' چور سے چوٹٹا' آم (آنب) سے انبیا -

بعض اوقات محض حقارت کے لیے روپیہ کو روپلی بولتے
ہیں - سودا نے ایک جگہ شاعر کو حقارت سے شاعرلا لکھا ہے -
بعض اوقات اسم خاص کی تصغیر (تحقیر کے لیے) بنا لیتے
ہیں جیسے لکھنوی سے لکھنوا ' کانپوری سے کانپوریا پوربی سے پوربیا -

فارسی میں چ ک وغیرہ علامات تصغیر ہیں مثلاً باغچہ
مردک ' مشکیزہ -

تصغیر کی ضد تکبیر ہے جس کے معنی ہیں بڑا کرنا یا بڑھانا -
بعض اسموں کو عظمت کے لیے کسی قدر تغیر سے بڑا یا بھاری
بھر کم کر کے دکھاتے ہیں جیسے مخدوم سے مخادیم ' اگرچہ
مخادیم جمع ہے لیکن بعض اوقات کسی شخص کو تحقیر سے
(جو بڑا بنتا ہے) مخادیم کہتے ہیں جیسے بڑا مخادیم بنا
بیٹھا ہے - اسی طرح پگڑی سے پگڑ ' گٹھری سے گٹھڑ ' بات سے بتنگڑ -

کبھی شہ (شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بناتے ہیں - جیسے
شہتیر ' شہباز ' شاہ بلوط ' شاہراہ ' شہپر ' شاہکار - یہ اصل
میں فارسی ترکیب ہے اور اردو میں عام طور پر مروج ہے -

اسی طرح ہندی الفاظ کے شروع میں " مہا " (سنسکرت)
لفظ بڑھا کر تکبیر بنا لیتے ہیں ' جیسے مہاکاج ' مہاراج وغیرہ -

---

۲ صفت

الفاظ صفت وہ ہیں جو کسی اسم کی حالت یا کیفیت یا کمیت ظاہر کریں -

صفت ہمیشہ اسم کی حالت کو محدود کر دیتی ہے - مثلاً بیکار لوگ ' جاہل آدمی ' شریر لڑکا -

اس کی کئی قسمیں ہیں

۱ - صفت ذاتی

۲ - صفت نسبتی

۳ - صفت عددی

۴ - صفت مقداری

۵ - صفت ضمیری

(۱) صفت ذاتی

وہ ہے جس سے کسی چیز کی اندرونی حالت یا خصوصیت ظاہر ہو جیسے ہلکا ' ٹھوس ' سبز ' شریر ' چالاک -

(۱) بعض اوقات یہ صفات دوسرے اسما یا افعال سے بھی بنائی جاتی ہیں - مثلاً لڑاک (لڑنے سے) ڈھلوان (ڈھال سے) کھلاڑی (کھیل سے) بلی (بل سے) جیوٹ' لاج ونت ' ہنسوڑ ' بھاگوان (جی ' لاج ' ہنسی ' اور بھاگ سے) -

(۲) یہ صفت بعض اوقات بلکہ اکثر دو الفاظ سے مرکب ہوتی ہے - مثلاً ہنس مکھ ' من چلا ' منہ پھٹ وغیرہ -

(۳) بعض فارسی علامتیں عربی ' ہندی الفاظ کے ساتھ آکر صفت کا کام دیتی ہیں - جیسے سعادت مند ' نا سمجھا ' بے فکرا ' بے چین ' بے بس ' بے ڈھب وغیرہ -

(۴) فارسی ' عربی ذاتی صفات بھی اردو میں کثرت

سے مستعمل ہیں - جیسے، دانا، احمق، بھلا، شریف، نفیس، خوب وغیرہ -

(۵) سے کا حرف مقابلے کے لیے آتا ہے - جیسے شہد سے میٹھا، دودھ سے سفید، یعنے شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے بڑھ کر سفید، وہ مجھ سے بڑا ہے - یہ کپڑا اس سے اچھا ہے جماعت میں یہ لڑکا سب سے ہوشیار ہے -

کبھی (میں) بھی اِن معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے سب میں بڑا یہی ہے -

(۶) بعض اوقات صفات میں زیادتی، زور یا مبالغہ پیدا کرنے کے لیے بعض الفاظ بڑھا دیے جاتے ہیں - وہ لفظ یہ ہیں -

بہت - جیسے، بہت اچھا - تمہارا بھائی اس لڑکے سے بہت بڑا ہے -

بڑا - بڑا گہرا تالاب، بڑا لمبا سانپ -

زیادہ - یہ زیادہ اچھا ہے - زیادہ سستا ہے -

نہایت - نہایت عمدہ - نہایت نفیس (عربی فارسی صفات کے ساتھ آتا ہے) -

کہیں - یہ اس سے کہیں بہتر ہے -

سے - بڑے سے بڑا - اچھے سے اچھا -

بعض اوقات (ایک) کا لفظ بھی مبالغہ کے لیے آتا ہے - جیسے، وہ ایک چھٹا ہوا ہے - ایک بدذات ہے -

یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں
ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ذم کے موقع پر ہوتا ہے -

کبھی بہت اور زیادہ ملکر بھی آتے ہیں - جیسے وہ بہت زیادہ لالچی ہے -

کبھی 'بدرجہا' بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے - جیسے یہ

اس سے بدرجہا بہتر ہے - یہ اس سے ہزار درجے اچھی ہے -
اسی طرح اعلیٰ درجے کا 'اول نمبر کا' اول درجے کا'
پرلے درجے کا' پرلے سرے کا' کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں
جیسے اعلیٰ درجے کا ماہر - اول نمبر کا چور - پرلے درجے کا
بیوقوف - پرلے سرے کا احمق —

منفی صفات ذاتی | اردو میں چند حروف یا علامتیں ہندی کی ایسی ہیں جن کے لگانے سے صفات میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں - جیسے

ا	جیسے	اٹل	امر	(نہ مرنے والا)
اَن	جیسے	انجان	اَن مل	
نر	جیسے	نرمل	نراس	
بے	جیسے	بے دھڑک	بے سرا	بے جوڑ
ک	جیسے	گمراہ	کڈھب	
بن	جیسے	بن سرا	بن جتی (زمین)	
ن	جیسے	نڈر نکما	نگوڑا	

مگر فارسی عربی الفاظ کے ساتھ فارسی عربی کی علامتیں
استعمال ہوتی ہیں - مثلاً نالائق، نابینا (فارسی علامت)
غیر ممکن (عربی علامت) بے وقوف (فارسی علامت) —

(ا) صفات نسبتی

صفات نسبتی وہ ہیں جن میں کسی دوسری شے سے لگاؤ
یا نسبت ظاہر ہو' مثلاً ہندی' عربی وغیرہ —

ا - عموماً یہ لگاؤ اسما کے آخر میں یاے معروف کے بڑھانے
سے ظاہر ہوتا ہے' جیسے فارسی' ترکی' ہندوستانی' آبی'
پہاڑی وغیرہ —

۲ - جب کسی اسم کے آخر میں (ی) یا (ہ) (ا) ہوتا ہے تو اُسے
واؤ سے بدل کر (ی) بڑھا دیتے ہیں جیسے دہلی سے دہلوی'
سندیلہ سے سندیلوی' موسیٰ سے موسوی' عیسیٰ سے عیسوی -

۳ - بعض اوقات (ہ) کو حذف کر دیتے ہیں- جیسے مکہ سے مکی ، مدینہ سے مدنی ، ـــ

۴ - بعض اوقات (انہ) بڑھانے سے نسبت ظاہر کرتے ہیں جیسے غلامانہ ، جاہلانہ ، مردانہ (یہ فارسی ترکیب ہے) -

۵ - ہندی میں بھی چند علامتیں ہیں جن کے اسم کے آخر میں آنے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے ـــ

را یا لا (ہندی میں (ر) اور (ل) کا بدل عام طور پر ہوتا ہے) جیسے سنہرا ، روپہلا ، چچیرا ، مسیرا ـــ

وان - جیسے گیہواں

را - جیسے گنوار (گاؤں سے)

لا یا الا - جیسے سانولا، رنگیلا، متیالا، اکیلا، منجھلا، پچھلا، اگلا،

والا - جیسے کلکتے والا

کا - جیسے قیامت کا ، غضب کا

سا - جیسے چاند سا ـــ

(۳) صفت عددی

جس سے تعداد کسی اسم کی معلوم ہو -

۱ - تعداد دو قسم کی ہوتی ہے- ایک جب ٹھیک عدد کسی شے کا معلوم ہو جیسے پانچ آدمی ، چھ گھوڑے - اسے تعداد معین کہتے ہیں ـــ

دوسرے جب ٹھیک ٹھیک تعداد کسی شے کی نہ معلوم ہو جیسے چند لوگ، بعض شخص - اسے تعداد غیر معین کہتے ہیں -)

۲ - تعداد غیر معین کے لیے اکثر یہ الفاظ مستعمل ہوتے ہیں ـــ

کئی ، چند ، بعض ، سب ، کل ، بہت ، بہت سے ، تھوڑا ، تھوڑے ، کم ، کچھ ـــ

۳ - تعداد معین کی تین قسمیں ہیں ـــ

ایک تعداد معمولی جیسے دو ، تین ، چار وغیرہ کل اعداد -

(ف) پراکرت سے هندی الفاظ بنانے میں آخری حرف علت عموماً گر جاتا ھے۔ حروف ربط خارج کر کے درمیانی حرف علت پر زیادہ زور دیا جاتا ھے - یہاں سنسکرت اور پراکرت کے اصل هندسوں کا لکھنا اور یہ بتانا کہ موجودہ هندی هندسے کیسے بنے هیں دلچسپی سے خالی نہ هوگا —

۱	سنسکرت	ایک	پراکرت	ایکا	هندی	ایک
۲	سنسکرت	دوی	پراکرت	دو	هندی	دو
۳	سنسکرت	تری	پراکرت	رتنی	هندی	تین
۴	سنسکرت	چترر	پراکرت	چتاری	هندی	چار
۵	سنسکرت	پنچم	پراکرت	پانچا	هندی	پانچ
۶	سنسکرت	ششت	پراکرت	چھا	هندی	چھہ *
۷	سنسکرت	سپتم	پراکرت	ستا	هندی	سات
۸	سنسکرت	آشتم	پراکرت	آتھا	هندی	آٹھہ
۹	سنسکرت	نوم	پراکرت	نا	هندی	نو
۱۰	سنسکرت	دشم	پراکرت	دسا	هندی	دس

دس کے آگے کے هندسے اکائیوں اور دهائیوں کے ملنے سے بنے هیں اور ان میں جو تبدیلی هوئی هے وہ ظاهر کی جاتی هے - اول پراکرت (دسا) بدل کر (دها) هوا اس کے بعد (دها) سے (رها) هوگیا - یہ وهی رها هےجو گیارہ بارہ وغیرہ میں آتاهے —

۱۱ - سنسکرت اکادش (یعنی ایک اور دس) پراکرت اِیارها هندی اگیارہ سے گیارہ —

(هندی میں سنسکرت کا ک گ سے بدل گیا اور اول کا حرف علت گر گیا) —

۱۲	سنسکرت	دوادش	پراکرت	وارها	هندی	بارہ
۱۳	سنسکرت	تریودش	پراکرت	تیرها	هندی	تیرہ
۱۴	سنسکرت	چتردش	پراکرت	چودها	هندی	چودہ
۱۵	سنسکرت	پنچ دش	پراکرت	پانارها	هندی	پندرہ

* ش چھ سے بدل گیا -

۱۶ سنسکرت شوڈش پراکرت سورھا هندی سولہ
۱۷ سنسکرت سپت دش پراکرت سترھا هندی سترہ
۱۸ سنسکرت اشت دش پراکرت اتھارھا هندی اتھارہ
۱۹ سنسکرت اُن ویں شتی پراکرت ایکونارسئی هندی انیس
۲۰ سنسکرت ویں شتی پراکرت وی سئی هندی بیس

ان هندسوں میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خلاف معمول نو کا هندسہ هر دهائی کے ساتھہ اگلی دهائی سے ایک کم کر کے ظاهر کیا جاتا هے مثلاً انیس اصل میں ایک اون ایس هے اون کے معنی کم اور ایس پراکرت وی سی کا بگڑا هوا هے- یعنی ایک کم بیس- اسی طرح انتیس ایک اون تیس' یعنی ایک کم تیس هے- علی هذا القیاس اُنتالیس انچاس، اُنسٹھ' اُنهتر' اُناسی هیں مگر نواسی (نو اور اسی) ننانوے (نو اور نوے) باقاعدہ هیں —

۳۰ سنسکرت ترن شتی پراکرت تیسا هندی تیس
۴۰ " چتر شتی " چتالیسا " چالیس
۵۰ " پنچاشت " پان ناسا " پچاس
۶۰ " شش تی " " ساتھہ
۷۰ " سپ تتی " " ستر
۸۰ " اشتی (اسمیں ت گر گئی' اور س تبدیل هو کر)
اسی (هو گیا -)
۹۰ " نوتی " ناوے " نوے
۱۰۰ " شت " ستا' سیا " سو' سے

(شت) پراکرت (ساؤ) سے (سو) یا (سے) بنا —

تعداد معین کی دوسری قسم تعداد ترتیبی هے ' جس سے ترتیب کسی شے کی معلوم هوتی هے- جیسے ساتواں' پانچواں وغیرہ - اس کے بنانے کا قاعدہ یہ هے کہ تعداد معین کے آگے (واں) لگاتے هیں - لیکن پہلے چار عدد اور چهہ کا هندسہ اس قاعدے سے مستثنیٰ هے - ان کی تعداد ترتیبی یہ هے —

پہلا ' دوسرا ' تیسرا ' چوتھا ' چھٹا —

بعض اوقات اعداد کے آگے (وں) اظہار کلیت کے لیے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے پانچوں' تینوں - چھوؤں جاتے رہے ' چاروں موجود ہیں ' دونوں آگئے - دونوں میں لفظ دوں بجائے دو کے استعمال ہوا ہے اور اس کے آگے وں بڑھایا گیا ہے - بعض اوقات مزید تاکید کے لیے اُسے دھرا دیتے ہیں ' جیسے دونوں کے دونوں چلے گئے ' ساتوں کے ساتوں موجود ہیں —

فارسی میں عدد کے آخرمیں (میم) بڑھا دیتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چہارم وغیرہ —

تیسری قسم تعداد معین کی تعداد اضافی ہے ' جس میں کسی عدد کا ایک یا ایک سے زائد بار دھرانا پایا جائے - اُردو میں کئی طرح مستعمل ہے —

۱ - عدد کے آگے گنا بڑھانے سے جیسے دگنا ' تگنا ' چوگنا وغیرہ - گنا یا گونہ (فارسی) دراصل سنسکرت کے لفظ گوں سے ہے ' جس کے معنی قسم کے ہیں —

۲ - چند (فارسی) کے بڑھانے سے جیسے دو چند ' سہ چند ' دہ چند وغیرہ —

۳ - ہرا بڑھانے سے جیسے دوہرا ' تہرا ' چوہرا —

ہرا درحقیقت ہارا کا مخفف ہے جو سنسکرت کے لفظ ارا سے بنا ہے —

بعض اوقات تعداد معین کے آگے ایک کا لفظ بڑھا دینے سے تعداد غیر معین ہو جاتی ہے جیسے پچاس ایک آدمی بیٹھے تھے ; جس کے معنے ہوں گے تخمیناً یا کم و بیش پچاس - اسی طرح بیس ایک ' دو ایک ' ایک آدھ وغیرہ —

دس ' بیس ' پچاس ' سیکڑہ ' ہزار ' لاکھ ' کروڑ جمع کی حالت میں تعداد غیر معین کے معنوں میں آتے ہیں اور اس سے کثرت کا اظہار ہوتا ہے - جیسے مجھے دسوں کام ہیں' اس

مکان میں بیسوں (یا بیسیوں) کمرے ہیں۔ ہر روز سیکڑوں آدمیوں سے ملنا پڑتا ہے۔ ہزاروں آدمی جمع تھے۔ لاکھوں روپیہ صرف ہوگا —

اسی طرح ان کی فارسی جمع صدہا، ہزارہا، لکھوکھا، کروڑہا بھی اسی طور سے استعمال ہوتی ہے —

کسری اعداد۔ یہ بہت بے قاعدہ ہیں۔ زیادہ معروف ذیل میں دیے جاتے ہیں —

پاو	$(\frac{1}{4})$	پونے	$(-\frac{1}{4})$
چوتھائی	$(\frac{1}{4})$	سوا	$(1\frac{1}{4})$
تہائی	$(\frac{1}{3})$	ڈیڑھ	$(1\frac{1}{2})$
آدھا	$(\frac{1}{2})$	ڈھائی (اڑھائی)	$(2\frac{1}{2})$
پون	$(\frac{3}{4})$	ساڑھے	$(+\frac{1}{2})$

پاؤ اکثر تنہا پاؤ سیر وغیرہ کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ وضاحت اور رفع اشتباہ کے موقع پر چوتھائی کے لفظ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پونے کے معنے ہیں، کہ اس عدد یا مقدار میں سے ایک چوتھائی کم۔ یہ اعداد نیز مقدار اور پیمایش کے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ "سوا" کا بھی یہی استعمال ہے۔ جب کسی اسم کے ساتھ آتا ہے تو یہ معنی ہیں کہ وہ عدد یا مقدار اور ایک چوتھائی جیسے سوا دو، سوا سو۔ ڈیڑھ بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس عدد یا مقدار کا ایک اور آدھا گنا۔ جیسے ڈیڑھ سیر، ڈیڑھ گز، ڈیڑھ سو۔ اڑھائی کے معنے ہیں، دو اور آدھا، لیکن جب کسی عدد یا اسم کے ساتھ آتا ہے تو اس عدد یا

مقدار کا دو اور آدھا گنا ظاہر کرتا ھے۔ جیسے اڑھائی سیر، اڑھائی سو۔ ساڑھے کبھی تنہا استعمال نہیں ھوتا۔ جب یہ کسی عدد یا اسم کے ساتھہ آتا ھے تو وہ عدد یا مقدار اور ایک نصف زیادہ بتاتا ھے جیسے ساڑھے چار سیر یعنے چار سیر اور آدھا سیر۔ یہ ایک اور دو کے عدد کے ساتھہ نہیں آتا، ایسے موقع پر ڈیڑھ اور اڑھائی کے لفظ استعمال کیے جاتے ھیں۔ "پونے" کے معنے ھیں ایک چوتھائی کم۔ جیسے پونے چار یعنے ایک چوتھائی کم چار۔ پون جب تنہا بغیر دوسرے عدد کے آتا ھے تو وہ پونے کی جگہ سمجھا جاتا ھے، جیسے پون روٹی، پون گز، پون سو —

صفت مقداری

اعداد جس طرح گنتی کے لیے بطور صفت کے استعمال ھوتے ھیں، اسی طرح وہ مقدار یعنے وزن یا ناپ کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ھیں۔ جیسے چار سیر گھی، چار گز کپڑا۔

بعض اور الفاظ بھی شمار اور مقدار کے لیے استعمال ھوتے ھیں، لیکن اعداد کی طرح وہ کسی معین تعداد یا مقدار کو نہیں بتاتے جیسے، کتنے آدمی بیٹھے ھیں (تعداد)۔ پانی کتنا چڑھ آیا (مقدار)۔ جتنا کھانا کھا سکو کھاؤ (مقدار)۔ اتنا پانی مت پیو (مقدار)۔ اتنے آدمی یہاں نہیں سما سکتے (تعداد) —

علاوہ اتنا، جتنا، کتنا کے، یہ اور وہ بھی کبھی کبھی مقداری صفت کے معنوں میں آتے ھیں۔ جیسے یہ ڈھیر کتابوں کا پڑا ھے۔ برسات کا وہ زور ھے کہ خدا کی پناہ۔

صفت ضمیری

(وہ ضمیریں جو صفت کا کام دیتی ھیں۔ وہ یہ ھیں: —
وہ، یہ، کون، جو، کیا —

مثالیں۔ وہ عورت آئی تھی۔ یہہ کام مجھہ سے نہیں

ہو سکتا - کون شخص ایسا کہتا ہے - جو کام تم سے نہیں ہو سکتا اُسے ہاتھ کیوں لگاتے ہو؟ کیا چیز گر پڑی ؟ —)

یہ الفاظ جب تنہا آتے ہیں تو ضمیر ہیں اور جب کسی اسم کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو صفات ہیں —

صفت کی تذکیر و تانیث اور جمع

اردو میں صرف انہیں صفات میں تذکیر و تانیث یا واحد و جمع کا امتیاز ہوتا ہے ' جن کے واحد کے آخر میں الف یا ہ (جو الف کا آواز دیتی ہے) ہوتی ہے —

اسما کی طرح اردو صفات کے آخر کا الف مذکر کی علامت ہے اور یاے معروف تانیث کی - جمع کی حالت میں واحد کا آخر الف ' یاے مجہول سے بدل جاتا ہے- مونث میں واحد اور جمع کی صورت یکساں رہتی ہے —

	واحد	جمع
مذکر	اچھا مرد	اچھے مرد
مونث	اچھی عورت	اچھی عورتیں

وہ فارسی اور عربی لفظ جو کثرت استعمال سے اردو میں گھل مل گئے ہیں ' اس قاعدے کے تحت میں آجاتے ہیں - جیسے سادہ سے سادی ' تازہ سے تازی ' دیوانہ سے دیوانی جدا سے جدی - لیکن عمدہ سے عمدی فصیح نہیں سمجھا جاتا-

جن صفات کے آخر میں الف' یا ہ یا یاے معروف نہیں ہوتی ان کی صورت واحد اور جمع ' تذکیر و تانیث میں ایک ہی رہتی ہے اور کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی —

	واحد	جمع
مذکر	گرم کھانا	گرم کھانے
مونث	گرم روٹی	گرم روٹیاں

صفات عددی (باترتیب) میں مذکر کا (اں) مونث میں ی (معروف) اور ں سے بدل جاتا ہے - لیکن جب

مذکر کے بعد حرف ربط آتا ہے تو الف، یاے مجہول سے بدل جاتا ہے لیکن مونث میں حرف ربط کے بعد بھی وہی حالت رہتی ہے -

مثالیں

مونث - پانچویں (یاے معروف) عورت

پانچویں (یاے معروف) عورت نے

مذکر - پانچواں مرد

پانچویں (یاے مجہول) مرد نے

اردو میں اکثر صفاتی لفظ ایسے ہیں جو تنہا بطور اسم عام کے استعمال ہوتے ہیں اور اُن کی جمع بھی اسما کی طرح آتی ہے - اچھا آدمی (صفت) - چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے (اسم) - یہ بنگالی لڑکا بہت ذہین ہے (صفت) - بنگالی بہت ذہین ہوتے ہیں (اسم) —

صفات کی تصغیر | بعض اوقات صفات کی تصغیر بھی آتی ہے- جیسے لمبے سے لمبو، موٹے سے مُٹلا —

۳ - ضمیر

(وہ الفاظ جو بجائے اسم کے استعمال کیے جاتے ہیں ضمیر کہلاتے ہیں - جیسے وہ نہیں آیا - میں آج نہیں جاؤں گا - اس میں (وہ) اور (میں) ضمیریں ہیں)- ضمیر سے فائدہ یہ ہے کہ بار بار انہیں اسما کو جو گزر چکے ہیں دھرانا نہیں پڑتا، اور زبان میں الفاظ کے دھرانے سے جو بد نمائی پیدا ہوجاتی ہے وہ نہیں ہونے پاتی —

ضمیر کی قسمیں

(۱) شخصی (۲) موصولہ (۳) استفہامیہ (۴) اشارہ (۵) تنکیر

(۱) ضمیر شخصی وہ ہے جو اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہے - اس کی تین صورتیں ہیں —

ایک وہ جو بات کرتا ہے اسے متکلم کہتے ہیں

دوسرا وہ جس سے بات کی جاتی ہے اسے مخاطب کہتے ہیں

تیسرا وہ جس کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے اسے غائب کہتے ہیں

ضمائر کی حالتیں وہی ہوتی ہیں جو اسم کی ہیں (سوائے حالت خبری کے) - ہر ایک کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے —

ضمائر متکلم

	واحد	جمع
فاعلی حالت	میں	ہم
مفعولی حالت	مجھے یا مجھکو	ہمیں یا ہم کو
اضافی حالت	میرا	ہمارا

ظرفی حالت	مجھ میں	ہم میں
طوری حالت	مجھ سے	ہم سے

ضمائر مخاطب

	واحد	جمع
فاعلی حالت	تو	تم
مفعولی حالت	تجھے یا تجھکو	تمھیں یا تم کو
اضافی حالت	تیرا	تمھارا
ظرفی حالت	تجھہ میں	تم میں
طوری حالت	تجھہ سے	ہم سے

ضمائر غائب

	واحد	جمع
فاعلی حالت	وہ	وہ
مفعولی حالت	اسے یا اس کو	ان کو یا انھیں
اضافی حالت	اُس کا	اُن کا
ظرفی حالت	اُس میں	اُن میں
طوری حالت	اُس سے	اُن سے

اُردو ضمائر میں تذکیر و تانیث کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔
ضمائر غائب میں واحد اور جمع دونوں کے لیے (وہ) آتا ہے اور اس میں اشخاص اور اشیا کا امتیاز نہیں ہوتا۔ پرانی اردو میں واحد کے لیے (وو) اور جمع کے لئے (وے) استعمال ہوتا تھا —

(توُ) بے تکلفی اور محبت کے لیے آتا ہے جیسے ماں بچے سے، گرو چیلے سے باتیں کرتا ہے، یا مخاطب کی کم حیثیتی کو ظاہر کرتا ہے جیسے آقا نوکر سے باتیں کرتے وقت استعمال کرتا ہے۔ بعض اوقات بہت بے تکلف دوست بھی تو کہہ کر باتیں کرتے ہیں —

نظم میں اکثر مخاطب کے لیے (تو) لکھتے ہیں۔ یہاں

تک کہ بڑے بڑے لوگوں اور بادشاہوں کو بھی اسی طرح خطاب کیا جاتا ہے -

بعد شاہان سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل
جیسے قرآں پس توریت و زبور و انجیل (ذوق)
دعا پر کروں ختم اب یہ قصیدہ
کہاں تک کہوں تو چنیں ہے چناں ہے (میر)

دعا مانگتے وقت خدا سے بھی (تو) سے خطاب کیا جاتا ہے - دوسرے مواقع پر واحد مخاطب کے لیے (تم) ہی استعمال کرتے ہیں - لیکن اصل بات یہ ہے کہ سوائے بے تکلفی کے موقع کے تم بھی اکثر نوکروں اور چھوٹے لوگوں سے خطاب کرتے وقت بولا جاتا ہے - ورنہ اکثر اور عموماً واحد مخاطب اور جمع مخاطب دونوں کے لیے (آپ) کا لفظ استعمال ہوتا ہے -

آپ تعظیماً واحد غائب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اگرچہ لوگ طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے تھے مگر آپ کو کبھی ملال نہ ہوتا - یا جب کوئی شخص کسی کو دوسرے سے ملاتا ہے تو تعظیماً کہتا ہے کہ آپ فلاں شہر کے رئیس ہیں - آپ شاعر بھی ہیں وغیرہ وغیرہ —

(ہم) ضمیر متکلم جمع میں استعمال ہوتا ہے ' لیکن بڑے لوگ بجائے واحد متکلم کے بھی استعمال کرتے ہیں - جیسے ہم نے جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کیوں نہیں کی گئی - نظم میں یہ تخصیص نہیں وہاں اکثر واحد متکلم کے لیے بھی آتا ہے جیسے :—

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تیری عادت ہی سہی
ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

کبھی متکلم عمومیت کے خیال سے (ہم) استعمال کرتا جیسے'

ایک روز ہمیں یہ سب کچھہ چھوڑنا پڑیگا - ترقی کیسی ہماری حالت ہی اس قابل نہیں —

کبھی متکلم اپنے لیے (ہم) کا استعمال کرتا ہے - جیسے یہ چند روزہ صحبت غنیمت ہے ورنہ پھر ہم کہاں تم کہاں - ہماری قسمت ہی بری ہے جو کام کیا بگڑ گیا - وہ بڑے ضدی ہیں کسی کی کہوں مانتے لگے آخر ہمیں کو دبنا پڑا —

بعض اوقات اس کا استعمال مبہم ہوتا ہے اور یہ صحیح طور سے نہیں معلوم ہوتا کہ متکلم کے ساتھہ اور کون شریک ہیں - مثلاً کوئی کہے " میرا ساتھہ کون دیگا " اُس کے جواب میں دوسرا شخص کہے "ہم سب تمہارا ساتھہ دیں گے" اگرچہ کہنے والا واحد ہے مگر دوسروں کو بھی شریک کر لیتا ہے —

بعض اوقات اس کے ساتھہ دوسرے الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے ہم رعایاے سرکار - ہم شرکاے مجلس —

کبھی کبھی محض انکسار کی غرض سے جب کہ اپنی شخصیت کا اظہار سننے والوں کے سامنے مناسب خیال نہیں کیا جاتا - گویا متکلم اپنی راے یا فعل کو دوسروں کی آڑ میں چھپا لیتا ہے - جیسے ہماری راے میں تعلیم کی اصلاح میں نہایت سرگرمی سے کوشش کرنی چاہیے —

اس کا استعمال زیادہ تر اخباروں کے اڈیٹر کرتے ہیں جو گویا اہل ملک کے نائب ہیں —

بعض اوقات یار اور یاروں کا لفظ واحد متکلم کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے یار تو گوشۂ تنہائی میں رہتے ہیں کہیں آئیں نہ جائیں - یاروں سے بچ کر کہاں جاے گا - یاروں کا لفظ واحد متکلم اور جمع متکلم دونوں کے لیے آتا ہے - مگر عموماً بے تکلفی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے - یہ استعمال کسی قدر عامیانہ سمجھا جاتا ہے —

کیا مد نظر تم کو ہے یاروں سے تو کہیے
گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیے (ذوق)

جب کسی جملے میں کوئی اسم یا ضمیر فاعلی حالت میں ہو اور وہی مفعول بھی واقع ہو تو بجائے ضمیر مفعولی کے 'آپ کو' 'اپنے تئیں' یا 'اپنے آپ' کو استعمال کرتے ہیں جیسے احمد آپ کو دور کھینچتا ہے یا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے یا اپنے کو فاضل خیال کرتا ہے —

اسی طرح جب کوئی اسم یا ضمیر کسی فقرے میں فاعل ہے اور اس کی اضافی حالت لانی منظور ہو تو بجائے اصل ضمیر اضافی کے 'اپنا' 'اپنی' یا 'اپنے' حسب موقع استعمال ہوں گے - جیسے احمد اپنی حرکت سے باز نہیں آتا - تم اپنا کام کرو مجھے اپنے کام سے فرصت نہیں - وہ خود تو چلے گئے مگر اپنا کام مجھ پر چھوڑ گئے - یہ اُسی حالت میں ہے جب کہ فاعل ایک ہو - اگر فاعل الگ الگ ہیں تو (اپنے) کی ضمیر نہیں آے گی بلکہ جس ضمیر کا موقع ہوگا اُسی کی اضافی حالت لکھی جاے گی - جیسے وہ تو چلے گئے مگر اُن کا کام مجھ پر آپڑا - یہاں چلے گئے کا فاعل وہ ہے اور آپڑا کا فاعل اُن کا کام ہے - جیسے تم تو چلے گئے مگر تمہارا کام انہوں نے مجھے سونپ دیا - یہاں چلے گئے کا فاعل تم ہے اور سونپ دیا کا فاعل اُنہوں نے —

اپنا 'اپنی اور اپنے مضاف کے لحاظ سے حسب ترتیب واحد مذکر' واحد و جمع مونث اور جمع مذکر کے لیے آتے ہیں - اگر حروف ربط میں سے کوئی مضاف کے بعد آجاتا ہے تو (اپنا) بدل کر (اپنے) ہو جاتا ہے - جیسے وہ اپنے کام سے غافل ہے - وہ اپنے ہوش میں نہیں —

دراصل ایسے فقروں میں اصل ضمیریں اپنا' اپنے اپنی سے بدل گئی ہیں - مثلاً مجھے اپنے کاموں سے فرصت نہیں - اصل

میں تھا، مجھے میرے کاموں سے فرصت نہیں —

آپ اور اپنا دوسرے ضمائر کے ساتھہ تاکید کے لیے بھی آتا ہے۔ مثلاً حالت فاعلی میں، میں آپ گیا تھا - وہ آپ آئے تھے - ہم آپ آئے تھے - تم آپ گئے تھے - حالت اضافی میں جیسے میرا اپنا کام تھا - یہ ان کا اپنا باغ ہے —

میرا اپنا جدا معاملہ ہے

اور کے لین دین سے کیا کام (غالب)

فارسی کا لفظ خود بھی (جس کے معنی آپ یا اپنے کے ہیں) انہیں معنوں میں آتا ہے جیسے انہوں نے خود فرمایا - خود بعض حالتوں میں زیادہ فصیح ہے، اور خصوصاً حالت مفعولی میں - جیسے میں نے خود اُسے دیا، یہاں خود کے استعمال سے ابہام پایا جاتا ہے کہ خود کا تعلق (میں) سے ہے یا (اُسے) سے - لہذا اس کے رفع کے لیے ایسے موقعوں پر استعمال کی یہ صورت ہونی چاہیے کہ جس لفظ سے اس کا تعلق ہو اس کے اول استعمال کیا جائے - مثلاً اگر یہاں خود کا تعلق (میں) سے ظاہر کرنا مقصود ہو تو یوں کہا جاے "خود میں نے اسے دیا" - مگر حالت اضافی میں خود کا کہنا فصیح نہیں ہے ایسے موقعے پر (اپنا) زیادہ فصیح ہے - مثلاً "خود کا کام خود کرنا چاہیے" کی بجاے "اپنا کام آپ کرنا چاہیے" زیادہ فصیح ہوگا —

۲ - ضمیر موصولہ وہ ہے جو کسی اسم کے بجاے آتی ہے مگر اس کے ساتھہ ہمیشہ ایک جملہ ہوتا ہے جس میں اس کے اسم کا بیان ہوتا ہے - جیسے وہ کتاب جو کل چوری گئی تھی مل گئی - آپ کے دوست جو چیچک رو ہیں مجھے ملے تھے - پہلے جملے میں (جو) کتاب کے لیے اور دوسرے میں (جو) دوست کے لیے ہے اور ساتھہ کے جملوں میں دونوں اسموں کا بیان ہے —

ضمیر موصولہ صرف (جو) ہے، جس کی مختلف حالتیں یہ ہیں -

	واحد	جمع
	جو، (حرف نے کے ساتھہ)	جو، (نے کے ساتھہ)
فاعلی حالت	جس نے	جنھوں نے
مفعولی حالت	جس کو یا جسے	جن کو یا جنھیں
اضافی حالت	(مذکر) جسکا	جن کا
	(مونث) جسکی	جن کی
ظرفی حالت	جس میں	جن میں
طوری حالت	جس سے	جن سے

جن کو، جنھیں، جنھوں نے، جن کا، اگرچہ جمع ھیں مگر تعظیماً، واحد کے لیے آتے ھیں - جس اسم کے لیے یہ ضمیر آتی ھے اسے مرجع کہتے ھیں —

ضمیر موصولہ ھمیشہ ایک جملے کے ساتھہ آتی ھے اور دوسرا جملہ اس کے جواب میں ھوتا ھے مثلاً وہ کتاب جو کل خریدی تھی، جاتی رھی - اس میں دو جملے ھیں ایک 'جو کل خریدی تھی' دوسرا "وہ کتاب جاتی رھی" - اس میں "جو" ضمیر موصولہ ھے —

(جو) حالت فاعلی میں واحد اور جمع دونوں میں یکساں استعمال ھوتا ھے، مگر جب فاعل کے ساتھہ نے ھو تو واحد میں (جو) بدل کر (جس) اور جمع میں (جنھوں) ھو جاتا ھے - مثلاً جس نے ایسا کیا برا کیا - وہ لوگ جنھوں نے قصور کیا تھا معاف کر دیے گئے —

کبھی (جو) کے جواب میں فقرۂ ثانی میں (سو) آتا ھے جیسے جو ھو سو ھو - جو چڑھے گا سو گریگا —

(جون) بھی ھندی ضمیر موصولہ ھے مگر اردو میں (سا) کے ساتھہ مل کر آتا ھے - جیسے ان میں سے جون سا چاھو لے لو - جمع میں (جون سے) اور واحد و جمع مونث میں (جون سی) استعمال ھوتا ھے -

کبھی (کہ) بطور ضمیر موصولہ کے استعمال ھوتا ھے جیسے

میں کہ آشوب جہاں سے تھا ستم دیدہ بہت
امن کو سمجھا غنیمت دل غم دیدہ بہت (آزاد)

جو ' جس اور جن بہ تکرار بھی آتے ہیں ' اور واحد یا جمع کی حالت میں ان کا اطلاق فرداً فرداً ہوتا ہے - مثلاً جو جو پسند ہو لے لو- جن جن کے پاس گیا انھوں نے یہی جواب دیا -

ضمائر استفہامیہ

جو سوال پوچھنے کے لیے آتی ہیں ' دو ہیں- کون اور کیا -
(کون) جاندار کے لیے آتا ہے ' (کیا) بیجان کے لیے —
جیسے کون کہتا ہے ' کیا چاہیے —
(کون) کی مختلف حالتیں یہ ہیں —

	واحد	جمع
فاعلی	کون (نے کے ساتھ) کس نے	کون اور (نے کے ساتھ) کنھوں نے
مفعولی حالت	کسے یا کس کو' کس سے	کن کو یا کنھیں' کن سے
اضافی حالت	کس کا	کن کا
ظرفی حالت	کس میں	کن میں
طوری حالت	کس سے	کن سے

جیسے- کون کہتا ہے' کس نے کہا ' کس کے پاس ہے' کس کو دیا ؟
کن ' اب صورت فاعلی میں کبھی ضمیر کے بجاے نہیں آتا ہے بلکہ اسم کے ساتھ آتا ہے جیسے کن لوگوں نے کہا ؟ —
کس کس ' کن کن اور کیا کیا بھی استعمال ہوتے ہیں - جیسے کس کس کو روؤں ' کن کن سے کہوں ' کیا کیا کروں ؟ —
کون کون بھی بولتے ہیں - جیسے وہاں کون کون تھے —
ان فقروں میں فعل کئی اشخاص یا اشیا پر فرداً فرداً واقع ہوتا ہے اور جمع کا ہونا بتاتا ہے —
کون سا (کون سی ' کون سے) بھی بجاے ضمیر مستعمل ہے- کون اور کون سا میں فرق اتنا ہے کہ (کون سے) میں ذرا خصوصیت

پائی جاتی ہے، اور یہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ کئی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو۔ مثلاً ان میں سے کون سی چاہیے؟ یہاں (کون) نہیں کہیں گے۔ (سا) کے ساتھ (کون) اشخاص اور اشیا دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ضمیر اشارہ | جو بطور اشارہ کے استعمال ہوتی ہے۔ 'وہ' بعید کے لیے اور 'یہ' قریب کے لیے۔ ضمائر اشارہ اور ضمائر غائب شخصی ایک ہی ہیں لیکن جب بطور اشارہ استعمال ہوتی ہیں تو انہیں ضمائر اشارہ کہتے ہیں۔ جیسے وہ لوگ یا یہ۔ حروف ربط کے آنے سے وہ اُس سے اور یہ اِس سے بدل جاتا ہے اور جمع میں اُن اور اِن ہو جاتا ہے —

دین اور فقر تھے کبھی کچھ چیز
اب دھرا کیا ہے اُس میں اور اِس میں

ضمائر تنکیر | وہ ہیں جو غیر معین اشخاص یا اشیا کے لیے آئیں —

ضمائر تنکیر دو ہیں ' کوئی ' اور ' کچھ '

۱ (کوئی) اشخاص کے لیے اور کچھ اشیا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی ہے؟ کوئی نہیں بولتا۔ کچھ ہے یا نہیں؟ کچھ نہ کہو۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟

حروف ربط کے آنے سے 'کوئی' کی صورت 'کسی' ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کے پاس نہیں۔ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔

جب یہ ضمائر تکرار کے ساتھ کوئی کوئی اور کچھ کچھ استعمال ہوتی ہیں تو اس میں خاص زور پایا جاتا ہے مگر معنے قلت کے آتے ہیں جیسے اب بھی کوئی کوئی نظر پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ نایاب ہے مگر کسی کسی کے پاس اب بھی مل جاتی ہے۔ ابھی کچھ کچھ درد باقی ہے۔ نفی کے ساتھ بھی بہ تکرار آتا ہے۔ جیسے ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا —

عربی کے الفاظ 'بعض' اور 'بعضے' بھی ضمیر تنکیر کا کام دیتے ہیں - بعض کا یہ خیال ہے- بعض یہ کہتے ہیں - 'بعض' تکرار کے ساتھہ بھی آتا ہے جیسے بعض‌بعض ایسے بھی ہیں- اسی‌طرح 'فلاں' 'کل' اور 'چند' بھی بطور ضمیر تنکیر کے استعمال ہوتے ہیں —

ضمائر تنکیری دوسرے ضمائر کے ساتھہ مل کر مرکب بھی آتی ہیں جیسے جو کوئی' جو کچھہ' جس کسی' ہر کوئی - جیسے جس کسی سے کہتا ہوں وہ الٹا مجھی کو قائل کرتا ہے - جو کچھہ کہو بجا ہے - ہر کوئی یہی کہتا ہے - جو کچھہ ہے غنیمت ہے - اللہ کا دیا سب کچھہ ہے —

صفات ضمیری | یہ وہ صفات ہیں جن میں کم و بیش ضمیر کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے - یہ الفاظ جو اس میں داخل ہیں یا صفات ہوتے ہیں یا ضمیر - اسم کے ساتھہ آنے سے صفات ہوجاتے ہیں اور بغیر اسم کے ضمیر —

ان میں سے ایک تو وہ ہیں جو ضمیری مادوں کے آگے 'تا' 'تنا' اور 'سا' بڑھ کر بنائے گئے ہیں اور باقی دوسرے الفاظ ہیں- ضمیری مادے هندی میں پانچ ہیں —

(۱) یا या - ای ई (۲) وا वा - او उ (۳) جا जा - جی जि -
(۴) سا सा - تی ति (۵) کا का - کی कि -

ان صفات کی دو قسمیں ہیں ایک صفات ذاتی دوسری صفات مقداری —

صفات مقداری	صفات ذاتی
اِتنا (اِتا)	ایسا
اُتنا (اُتا)	ویسا
جتنا (جتا)	جیسا
کتنا (کِتا)	کیسا

ان کے علاوہ دوسرے الفاظ یہ ہیں —

ایک' دوسرا' دونوں' اور' بہت' بعض' بعضے' غیر' سب' ہر' فلاں

(فلانا)' کئی ' کے 'چند' کُل-

ایک' در اصل صفت عددی ہے - جب ضمیر ہوتا ہے تو اس کے جواب میں دوسرا آتا ہے - جیسے ایک یہ کہتا ہے' دوسرا یہ کہتا ہے - کبھی جواب میں دوسرے کے بجائے (ایک) ہی استعمال ہوتا ہے جیسے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے - کبھی ایک اور دوسرا مل کر آتے ہیں اور تعلق باہمی ظاہر کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے سے محبت کرو —

ہر' کبھی اکیلا اور بطور اسم کے استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ (ایک) یا (کوئی) کے ساتھہ مل کر آتا ہے - ہر ایک' ہر کوئی - ایسی حالت میں اسے ضمیر کہہ سکتے ہیں —

اور - جیسے مجھے اور سے کیا مطلب - اس کی جمع بھی آتی ہے - جیسے مجھے اوروں سے کیا غرض —

"بہت" کی ایک اور صورت "بہتیرا" ہے' جس سے کثرت ظاہر ہوتی ہے اور اکثر تمیز فعل واقع ہوتا ہے - اس کے علاوہ بہت سا بھی مستعمل ہے - بہت سے' بہتیرے' بطور ضمیر کے استعمال ہوتے ہیں جیسے بہتیرے یہ رائے رکھتے ہیں - بہت سے یہ کہتے ہیں —

' کئی" اور "کے" بطور ضمیر کے بھی آتے ہیں - 'کئی' کے ساتھہ ' ایک' بھی مل کر آتا ہے - جیسے کئی ایک اور اسی طرح کتنے ایک بھی مستعمل ہے - مثلاً کے چاہییں؟ - کئی ایسے ہیں جو اسے نہیں مانتے - کئی ایک کی یہ رائے ہے - بعض کی یہ رائے ہے - سب چلے گئے وغیرہ —

ضمائر کے ماخذ

اردو کی تمام ضمیریں ہندی ہیں جو سنسکرت اور پراکرت سے ماخوذ ہیں - ان کی اصل کا پتا لگانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا لہذا مختصر طور پر یہاں بحث کی جاتی ہے —

میں-سنسکرت میں ضمیر واحد متکلم "میا" میں "مے" پراکرت ہے-اردو افعال متعدی میں جو میں کے ساتھہ نے استعمال ہوتا

ہے وہ زائد ہے چنانچہ مارواڑی، قدیم بیسواڑی اور دیگر پرانی ہندی اور دکنی میں میں بغیر نے کے استعمال ہوتا ہے۔ پنجابی میں بھی میں ہے، مرہٹی میں 'می' آتا ہے —

تو - سنسکرت کی واحد صورت فاعلی 'توم' سے ہے - ہندی کی بعض زبانوں (مثلاً مارواڑی اور قدیم بیسواڑی نیز پرانی اردو میں توں اور تیں استعمال ہوتا ہے) —

مجھ اور تجھ پراکرت کی اضافی حالت مجھا اور تجھا سے پیدا ہوئے ہیں جو بجائے مہہ اور توہ کے ہیں - مہا اور توھا عوام کی پراکرت میں استعمال ہوتا تھا - پراکرت صورت مجھا اور تجھا کے آگے (ھی) کے اضافہ کرنے کے مجھا ھی تجھا ھی ہوا اور اس سے مجھے تجھے بنے —

میرا، تیرا اسی طرح بنے کہ قدیم اضافی صورت مہا کے آگے حرف اضافت کیرا یا کیرو بجائے کیرا کو (سنسکرت کرتا) بڑھا دیا گیا - بعض قواعد نویسوں نے عوام کی پراکرت کی صورت اضافی مہا کیرو بتائی ہے جن سے میرا بنا ہے - چنانچہ مارواڑی اور بسواڑی میں مہانرو، مہانلو مستعمل ہے - پراکرت کا کاف اڑ گیا، اس کے بعد میرو یا میرا اور تیرا بن گیا —

'ہم' پراکرت کی جمع متکلم حالت فاعلی مہے (امہے) سے بنا ہے، یہ صورت مارواڑی زبان میں اب تک قائم ہے - بنگالی "آمی" گجراتی "امے" مرہٹی "امہی - مفعولی حالت 'ہمیں' بھی اسی سے بنی ہے - کیوں کہ اس کی پراکرت صورت امہائیں ہے اور اسی طرح تمہیں تمہائیں سے بن گیا - ہمارا، تمہارا، کی اصل یہ ہے کہ امہا اور تمہا کے آگے پراکرت علامت کرا کاہ بڑھادی گئی ہے - اس سے امہا کرا کو اور تمہا کرا کو بنا - اس سے برج کا ھمارو اور تمہارو ہوا اور اس سے ہندی ہمارا، تمہارا -

'یہ'، سنسکرت کے لفظ اِش سے نکلا ہے - ہندی کی مختلف شاخوں میں یہ لفظ ذرا سے فرق سے موجود ہے - مثلاً یاہ،

یہ ' یہو ' اِیہ ' ایہ ' ھے '- لیکن یہ سب صورتیں اشہ سے نکلی ھیں اور ان سب میں ہ موجود ھے- لیکن ایک دوسری صورت یو اور یا ھے جو پورب میں مستعمل ھے- یہ غالباً پراکرت ''امو'' سے نکلی ھے - خیال کیا جاتا ھے کہ جس طرح اشارۂ قریب کی صورتیں اشہ اور اماہ سے نکلی ھیں اسی طرح اشارۂ بعید 'وہ' اُشہ اور اُماہ سے نکلا ھوگا - پرانی دکنی اردو میں یہ کے لیے ''اے'' بھی استعمال ھوا ھے —

جو ' سو اور کون - سنسکرت کے ضمائر یہہ ' سہہ' اور کہہ سے نکلے ھیں- کون کے متعلق بعض کا یہ خیال ھے کہ سنسکرت کی مفعولی حالت کم سے بنا ھے- اسی طرح 'جوں' پر قیاس کرنا چاھیے-

سنسکرت کی واحد اضافی حالت یسیا تھی' پراکرت جسا (جیم کا زبر) یا جسا (جیم کا زیر) ھوئی - آخری حرف علت گر گیا اور جس کی صورت قائم ھو گئی —

سنسکرت کا کوپی پراکرت میں کوبی ھوا اور اسی سے ھندی کوئی نکلا - (کا) یا (کی) تمام ضمائر تنکیر اور ضمائر استفہامیہ کا اصل مادہ ھے - ' کسی ' بھی اسی مادے سے نکلا ھے- سنسکرت میں اضافی حالت کسیاپی تھی ' اس سے 'کسی' بنا —

کیا ' ھندی (کاہ) یا (کہا) - اس کی اصل بھی ' کی ' معلوم ھوتی ھے —

سنسکرت کے کشچت سے کچھک اور اس سے کچھہ بنا —

آپ (بمعنی خود) کی اصل سنسکرت کا لفظ آتمن ھے —

آپ نے اور اپنا- پراکرت کی صورت آتمنکا سے ماخوذ ھے-

آپس کی نسبت یہ خیال ھے کہ وہ پراکرت کی صورت اضافی آپسا سے بنا ھے —

آپ (تعظیمی) بھی آتمن سے ماخوذ ھے جو بعض ھندی بولیوں میں آپن اور آپو ھوا اور وھاں سے آپ بنا —

———•———

فعل

فعل وہ ھے کہ جس سے کسی شے کا ھونا یا کرنا ظاھر ھوتا ھے۔
جیسے تماشا شروع ھوا ، اُس نے خط لکھا، ریل چلی ، —

فعل کی بلحاظ معنوں کے تین قسمیں ھیں —

۱ — لازم
۲ — متعدی
۳ — ناقص

فعل لازم وہ ھے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جاے ، مگر اُس کا اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک رھے اور بس — جیسے احمد آیا - پپیہا بولا —

فعل متعدی وہ ھے جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے (مفعول یعنی جس پر فعل واقع ھو) جیسے احمد نے خط لکھا - یہاں لکھا فعل ھے ؛ احمد اُس کا فاعل اور خط (جس پر لکھنے کا فعل واقع ھوا ھے) مفعول ھے —

فعل ناقص وہ ھے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی اثر کو ثابت کرے - جیسے احمد بیمار ھے - اس جملے میں فعل کا کرنا نہیں بلکہ ھونا پایا جاتا ھے - احمد جو یہاں فاعل ھے کام کرنے والا نہیں بلکہ فعل کا سہنے والا ھے اور بیمار خبری حالت میں ھے —

افعال ناقص اکثر یہ آتے ھیں - ھونا ، بننا ، نکلنا ، رھنا ، پڑنا ، لگنا ، نظر آنا ، دکھائی دینا - اِن میں ھونا تو ھمیشہ فعل ناقص کے طور پر استعمال ھوتا ھے، لیکن باقی افعال کبھی

لازم ہوتے ہیں اور کبھی ناقص - علاوہ ان کے 'ہوجانا' بن جانا' معلوم ہونا' بھی افعال ناقص کا کام دیتے ہیں جیسے وہ مکار معلوم ہوتا ہے' وہ پاگل ہوگیا —

مثالیں

وہ چالاک ہے'	احمد بے خبر تھا	(ہونا فعل ناقص)	
وہ جاہل ہی رہا	(ناقص)	وہ شہر میں رہتا ہے	(لازم)
وہ بڑا بیوقوف نکلا	ایضاً	وہ دروازے سے نکلا	ایضاً
وہ امیر بن گیا	ایضاً	مکان بن گیا	ایضاً
وہ بیمار نظر آتا ہے	ایضاً	وہ یہاں نظر نہیں آیا	ایضاً
وہ ہشیار دکھائی دیتا ہے	ایضاً	وہ مجمع میں کہیں دکھائی تو دیا تھا	ایضاً
وہ بھلا لگتا ہے	ایضاً	مجھے پتھر لگا	ایضاً
وہ بیمار پڑا	ایضاً	میں وہاں پڑا رہا	ایضاً

ان کے علاوہ چند افعال ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو بصورت تو لازم ہیں لیکن معناً اُن کا میلان مجہول کی طرف ہوتا ہے - فعل کی یہ سب سے سادہ اور ابتدائی قسم ہے جیسے پٹنا' کھلنا' بجنا' بکنا' گھٹنا' کٹنا' وغیرہ وغیرہ - مثلاً دروازہ کھلا' مال بکا' احمد پٹا - اس میں کسی قدر مجہول کی شان پائی جاتی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا - یہ افعال درحقیقت نہ تو متعدی ہیں اور نہ لازم' کیوں کہ فاعل کا فعل ثابت نہیں —

لوازم فعل

افعال میں علاوہ جنس و تعداد کے تین چیزیں اور بھی پائی جاتی ہیں —

۱ - طور ۲ - صورت ۳ - زمانہ

طور فعل- وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام خود فاعل سے صادر ہوا یا کام کا اثر کسی پر واقع ہوا - فعل کے طور دو ہیں —

جب فاعل کے کام کا اثر کسی دوسری شے یا شخص پر واقع ہو تو اُسے معروف کہتے ہیں ' جیسے احمد نے نوکر کو مارا۔ یہاں فاعل کے کام کا اثر نوکر پر واقع ہوتا ہے - مگر جب صرف وہ شے یا شخص معلوم ہو جس پر اثر واقع ہوا ہے اور فاعل معلوم نہ ہو تو اُسے مجہول کہتے ہیں ' جیسے اُسے خط سنایا گیا - یہاں سنانے والا یعنے فاعل نا معلوم ہے اس لیے اُسے مجہول کہتے ہیں - مجہول کے معنے نامعلوم کے ہیں —

ہر فعل کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فعل (کام) کس ڈھنگ سے ہوا —

فعل کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں -

۱ - خبری ۲ - شرطی ۳ - احتمالی

۴ - امری ۵ - مصدری

۱ - خبری صورت وہ ہے جو کسی واقعے کی خبر دے یا کسی امر کے متعلق استفسار کرے جیسے حامد گر پڑا - آپ پانی پئیں گے ؟

۲ - شرطی صورت ' فعل کی وہ صورت ہے جس میں شرط یا تمنا پائی جاے ' خواہ حرف شرط ہو یا نہ ہو ' جیسے وہ آتے تو میں بھی چلتا - اس میں بعض اوقات توقع اور خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے ' جیسے وہ آتا تو خوب ہوتا ' یہ مکان مجھے مل جاتا تو اچھا ہوتا —

۳ - احتمالی صورت جس میں احتمال یا شک پایا جاے - جیسے اُسی نے لکھا ہوگا - ممکن ہے کہ وہ نہ گیا ہو - شاید وہ آجائے -

۴ - امری صورت جس میں حکم یا التجا پائی جاے جیسے پانی لاؤ ' تشریف لائیے -

۵ - مصدری صورت ' جس میں کام کا ہونا بلا تعین وقت کے ہو - اس کے آخر میں ہمیشہ ' نا ' ہوتا ہے - جیسے ہونا '

کرنا ' کھانا - حقیقت میں یہ ایک قسم کا فعلی اسم ھے جو تجریدی طور پر فعل کے کام یا حالت کو بتاتا ھے اور زمانہ اور تعداد سے بری ھوتا ھے -

زمانہ - فعل کے لیے زمانے کا ھونا ضرور ھے - زمانے تین ھیں- گزشتہ ' جسے ماضی کہتے ھیں- موجودہ ' جسے حال کہتے ھیں اور آئندہ ' جس کا نام مستقبل ھے - ھر فعل یا کام کا تعلق بلحاظ زمانے کے ان تینوں میں سے کسی کے ساتھہ ضرور ھوگا -

مادہ - مصدر کی علامت ' نا ' گرا دینے سے فعل کا مادہ رہ جاتا ھے اور اس سے اکثر باقاعدہ افعال بنتے ھیں - مثلاً ' ملنا کا مادہ مل ھے 'اور چلنا کا چل - ھندی فعل کا مادہ صورت میں امر مخاطب کے مشابہ ھوتا ھے -

حالیہ نا تمام و تمام - فعل کے مادے سے حالیہ نا تمام و تمام بنتے ھیں -

۱ - حالیہ نا تمام - مادے کے آخر میں تا بڑھانے سے بنتا ھے-

۲ - حالیہ تمام مادے کے آخر میں ' ا ' بڑھانے سے بنتا ھے-

ذیل کی مثالوں سے پوری کیفیت معلوم ھوگی -

مصدر	مادہ	حالیہ نا تمام	حالیہ تمام
تلنا	تل	تلتا	تلا
ڈرنا	ڈر	ڈرتا	ڈرا
کھلنا	کھل	کھلتا	کھلا

لیکن جہاں مادے کے آخر میں ' ی ' یا ' و ' ھوگا ' وھاں (یا) بڑھانا پڑے گا- جیسے کھا سے کھایا' پی سے پیا ' کھو سے کھویا-

یہ بھی خیال رھے کہ جب آخر میں (ی) معروف ھے ' تو حالیہ تمام کے اول اُس کی صورت صرف زیر کی رہ جاتی ھے ' جیسے پی سے پیا -

مونث اور جمع کی صورت میں تبدیلی عام قاعدے کے مطابق ھوتی ھے - جیسے

مذکر واحد	مذکر جمع	مونث واحد	مونث جمع
لاتا	لاتے	لاتی	لاتیں
لایا	لائے	لائی	لائیں

سہ حرفی مادوں میں دوسرے حرف کی حرکت ساکن ہوجاتی ہے - جیسے نکل سے نکلا' پھسل سے پھسلا وغیرہ -

البتہ چھ مفصلۂ ذیل مصادر میں حالیہ خلاف مادۂ افعال آتا ہے -

ہونا ' سے ہوا - مرنا 'سے موا - کرنا ' سے کیا - دینا ' سے دیا - لینا ' سے لیا - جانا سے گیا -

تیسری صورت حالیہ معطوفہ کی ہےجو مادے کے آخر "کے" یا' کر " لگانے سے بنتا ہے - جیسے کھاکر ' جاکر ' مل کے ' سن کے -

جب حالیہ کے ساتھہ (ہوا) آتا ہے تو صفت کے معنے دیتا ہے - جیسے کھویا ہوا' روتا ہوا وغیرہ -

افعال کے مختلف صیغوں کے بنانے کا طریقہ

افعال کے مختلف صیغے تین طرح سے بنتے ہیں - اول مادہ سے ' دوم ' حالیہ تمام اور امدادی افعال کے ذریعے سے ' سوم حالیہ نا تمام اور امدادی افعال کی مدد سے -

ہر کام کی تین حیثیتیں ہوتی ہیں (۱) کام جو ختم ہوچکاہے- (۲) جو شروع ہوچکا ہے اور ختم نہیں ہوا (۳) جو ابھی شروع نہیں ہوا -

افعال کے تمام صیغے ان تین شقوں میں آجاتے ہیں - اب ہم زمانے کے لحاظ سے مختلف افعال کے بنانے کا ذکر کرتے ہیں- لیکن اس سے قبل فعل (ہونا) کی گردان لکھہ دینی مناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ ماضی اور حال کے اکثر صیغے اسی فعل کی مدد سے بنتے ہیں -

ماضی

واحد	جمع
وہ تھا	وہ تھے

تو تھا	تم تھے
میں تھا	ہم تھے

حال

واحد	جمع
وہ ہے	وہ ہیں
تو ہے	تم ہو
میں ہوں	ہم ہیں

امر

واحد	جمع
تو ہو	تم ہو

ہو جئیے - ہو جئیے
گا - ہوں -

مستقبل

واحد	جمع
وہ ہوگا	وہ ہوں گے
تو ہوگا	تم ہو گے
میں ہوں گا	ہم ہوں گے

(در اصل ہونا کا تعلق اِن صیغوں سے کچھہ نہیں ' کیوں کہ ہونا سنسکرت کے فعل ' بھو ' سے نکلا ہے - حالانکہ حال کے صیغے سنسکرت کے مادے (اس) سے اور ماضی کے صیغے (ستھا) سے نکلے ہیں - لیکن اب ہندی اور اردو میں یہ تمام صیغے ہونا ہی کے تحت میں لکھے جاتے ہیں) —

ماضی

افعال ماضی کے اقسام یہ ہیں - ماضی مطلق ' نا تمام ' تمام ' شرطیہ ' تمنائی ' احتمالی —

ماضی مطلق وہ ہے جس سے محض ایک فعل کے گزشتہ زمانے میں واقع ہونے کی خبر ملے اور بس - جیسے احمد گیا '

موهن بھاگا —

ماضی مطلق اس طرح بنتی هے که مادۂ فعل کے آخر 'ا' بڑھایا جاتا هے جیسے بھاگ سے بھاگا - لیکن اگر مادۂ فعل کے آخر میں 'الف' یا 'واؤ' هو تو بجاے 'الف' کے 'یا' بڑھا دیتے هیں مثلاً رو سے رویا' کھا سے کھایا - لے اور دے میں "الف" کے اضافے سے ''ل'' اور ''د'' کا تلفظ زیر سے کیا جاتا هے'جیسے لیا' دیا -

جا سے گیا' کر سے کیا اور مر سے موا' بے قاعدہ هیں - لیکن موا اب نہیں بولتے اس کے بجاے مرا آتا هے - موا صرف صفت کے لیے استعمال هوتا هے جیسے ادہ موا' موئی مٹی —

(ماضی ناتمام یه ظاهر کرتی هے که گزشته زمانے میں کام جاری تھا جیسے وہ کھا رها تھا' یا کھاتا تھا - آخری حالت سے بعض اوقات عادت ظاهر هوتی هے' جیسے جب کبھی وہ آتا تھا تو اُن سے ملنے ضرور جاتا تھا - اس کے ظاهر کرنے کی دو اور صورتیں بھی هیں جیسے کھایا کرتا تھا' کھاتا رهتا تھا - اس کے علاوہ ماضی ناتمام ایک اور طرح بھی ظاهر کی جاتی هے مثلا کھیتا رها' کھاتا رها' نکلتا رها - اکثر یه صورت فعل کے متواتر جاری رهنے کو ظاهر کرتی هے یا کسی ایسی حالت کو بتاتی هے جب که دو کام برابر هو رهے هوں مثلا میں هر چند منع کرتا تھا مگر وہ بکتا رها' بارش هوتی رهی اور وہ نہاتا رها - سواے ان صورتوں کے ماضی ناتمام کے ظاهر کرنے کی ایک اور صورت بھی هے - جیسے پکارا کیا' بکا کیا' سنا کیا' معناً اس کی حالت بھی گزشته صورت کی سی هے —

بعض اوقات آخری علامت حذف هوجاتی هے - جیسے' اس میں لڑائی کی کیا بات تھی' وہ اپنا کام کرتا تم اپنا کام کرتے (یعنی کرتے رهتے) - میری عادت تھی که پہلے کھانا کھاتا پھر پڑھنے جاتا (یعنی کھاتا تھا اور جاتا تھا)' جب کبھی وہ آتے هزاروں باتیں سنا جاتے (آتے تھے اور سنا جاتے تھے) —

ماضی تمام (بعید) جس سے فعل کا زمانۂ گزشتہ میں ختم ہو جانا پایا جاتا ہے' حالیہ تمام کے بعد (تھا) بڑھانے سے بنتی ہے - جیسے میں دلی گیا تھا - اس کی دوسری صورت "چکا تھا" بڑھانے سے بھی پیدا ہوتی ہے - اس میں زیادہ زور ہوتا ہے اور اکثر اس وقت استعمال ہوتی ہے جب کہ اس سے پیشتر ایک اور کام ہو چکا ہو جیسے وہ میرے پاس آنے سے پہلے نکل چکا تھا' میں جا کر کیا کرتا' اس کا کام پہلے ہی ہو چکا تھا —

ماضی احتمالی (یا شکیہ) جس میں احتمال یا شک پایا جائے۔

حالیہ تمام کے بعد ہو یا ہوگا بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آیا ہو' لایا ہو - آیا ہوگا' لایا ہوگا - آیا ہو میں احتمال کا پہلو زیادہ ہے اور آیا ہوگا میں کم جیسے وہ ضرور آیا ہوگا - ممکن ہے وہ آیا ہو —

ماضی شرطیہ (یا تمنائی) جس میں شرط یا تمنا پائی جائے -

مادۂ فعل کے بعد 'تا' بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آتا' جاتا' کرتا - اگر وہ آجاتا تو اچھا ہی ہوتا - بعض اوقات ماضی شرطیہ سے بھی احتمال کے معنے پیدا ہوتے ہیں - جیسے' کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ بن بلائے آجاتا - میرا خیال ہے کہ وہ آجاتا —

دوسری صورت اس کی حالیہ تمام کے بعد "ہوتا" بڑھانے سے بنتی ہے - جیسے گرا ہوتا' کھایا ہوتا - پہلی صورت میں فعل کے وقوع سے تعلق نہیں بلکہ ایک فرضی صورت ہے - دوسری صورت میں شرط فعل کے وقوع کے ساتھ ہے —

کبھی یہ زمانۂ گزشتہ میں محض وقوع فعل کو ظاہر کرتی ہے' شرط یا تمنا کا کوئی لگاؤ نہیں ہوتا - جیسے' تمہیں کیا وہ اپنا کام کرتا یا نہ کرتا - اول میں تمہارے پاس آتا پھر وہاں جاتا یہ کیوں کر ممکن تھا —

فعل حال

فعل حال سے زمانۂ موجودہ کا اظہار ہوتا ہے
اس کی چھے قسمیں ہیں —

۱-(سب سے اول وہ سادہ اور قدیم حال مطلق ہے جس کی صورت سے اب تک اس کی اصل ظاہر ہے)' مگر موجودہ حالت میں وہ صاف صاف زمانۂ حال کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ زمانۂ حال کے ساتھہ اُس میں کئی قسم کے معانی کی جھلک پائی جاتی ہے(۔ اردو قواعد نویسوں نے مضارع کے نام سے اُسے ایک الگ فعل قرار دیا ہے اور ماضی' حال اور مستقبل تینوں زمانوں سے باہر کردیا ہے)؟ حالانکہ ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ وہ تینوں میں سے کسی ایک زمانے کے اندر ہو - بعض انگریز قواعد نویسوں نے اسے مستقبل کے تحت میں لکھا ہے ' لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے - در حقیقت یہ حال ہے اور اب بھی اس میں حال کے معنے پائے جاتے ہیں اس لیے ہم نے اسے حال ہی کے تحت میں رکھا ہے' اگرچہ نام اس کا مضارع ہی مناسب ہوگا —

مادۂ فعل کے آخر یاے مجہول بڑھانے سے مضارع بنتا ہے جیسے " لا " سے " لاے " - جمع غائب میں لائیں ' مخاطب میں لاؤ اور لائیں ' متکلم میں لاؤں اور لائیں —

مضارع کی جو موجودہ صورت ہے ' یہی قدیم حال مطلق تھا - مثلاً "جاے ہے" کچھہ عرصہ پہلے بطور حال مطلق کے استعمال ہوتا تھا ' اور اب بھی کہیں کہیں بول چال میں استعمال ہوتا ہے - اسی سے موجودہ حال مطلق " جاتا ہے " بنا ہے یعنی اس کے تغیرات کی صورت یہ ہوئی - جاوے' جاوے ہے' جاے ہے' جاوت ہے ' اور جات ہے' اور جاتا ہے - جاتا ہے موجودہ فصیح حال مطلق ہے باقی صورتیں ملک کے مختلف حصوں میں مستعمل ہیں مگر فصیح نہیں سمجھی جاتیں - لیکن موجودہ حال مطلق انہیں سے

ترش تراش کر بن گیا ہے - زبان میں افعال اور دیگر اجزائے کلام کے متعلق وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن پھر بھی بعض قدیم صورتیں باقی رہ جاتی ہیں اور وہ خاص خاص حالتوں میں استعمال ہونے لگتی ہیں یہی حالت مضارع کی ہے - اصل ماہیت پر غور نہ کرنے سے دھوکا ہو جاتا ہے ۔

۲ - امر یہ دوسری سادہ صورت حال کی ہے۔ امر کے معنی حکم کے ہیں - یہ عموماً حکم اور التجا کے لیے آتا ہے جیسے جاؤ، چلو، دور ہو، تشریف رکھیے ۔ اس کا فاعل اکثر محذوف ہوتا ہے اس لیے کہ مخاطب سامنے موجود ہے - علامت مصدر گرا دینے کے بعد باقی امر رہ جاتا ہے جیسے کھانے سے کھا، آنے سے آ - لیکن بلحاظ ادب و اخلاق واحد کے لیے جمع بولتے ہیں جیسے دوسرے افعال میں بھی ہوتا ہے - جمع مخاطب امر میں واحد کے بعد واو یا ی بڑھا دیتے ہیں - کرو، بیٹھو، بیٹھیے - واحد سوائے بے تکلفی، بچوں یا نوکروں کو خطاب کرنے یا نظم میں یا خدا کو خطاب کرنے کے دوسرے مواقع پر استعمال نہیں ہوتا - آخری صورت صرف آپ کے ساتھ استعمال ہوتی ہے جیسے آپ بیٹھیے - آپ ابھی نہ جائیے —

مخاطب کے لیے امر غائب جمع کا صیغہ تعظیماً استعمال کرتے ہیں جیسے آپ تشریف رکھیں، آپ وہاں نہ جائیں - کبھی اور زیادہ تعظیم کے لیے امر کے بعد "ی" اور ہمزہ بڑھا دیتے ہیں جیسے آئیے، کھائیے وغیرہ - یہ دونوں صورتیں آپ کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں - جس سادہ امر کے آخر میں ی ہوتی ہے تو وہاں امر تعظیمی کے لیے قبل ی اور ہمزہ کے ج بڑھا دیتے ہیں کیوں کہ تین "یا" اور ہمزہ کے ایک جگہ جمع ہونے سے تلفظ میں بہت دقت ہوتی ہے مثلاً کیجیے، لیجیے، دیجیے، پیجیے - چونکہ یا اور جا کا اکثر بدل ہوتا ہے اس لیے سہولت کے خیال سے ج کا استعمال ہوا ہے - اس صورت میں امر کے آخر کی یائے

مجہول بھی معروف ہوجاتی ہے جیسے دینا اور لینا کی "ے" دیجیے، اور لیجیے میں - کیجیے کر سے نہیں بنا بلکہ کیا سے بنایا گیا ہے —

کبھی اس تعظیمی صورت کے آخر میں مزید تعظیم کے لیے گا بھی بڑھا دیتے ہیں- جیسے آئیے گا، فرمائیے گا، کیجیے گا (یہ در حقیقت مستقبل کی صورت ہے) —

کبھی امر مخاطب جمع کی علامت آخر واو کے پہلے ایک "ی" بڑھا دیتے ہیں- جیسے رہو سے رہیو، بچو سے بچیو - یہ صورت تو اور تم کے ساتھہ استعمال ہوتی ہے، آپ کے ساتھہ نہیں آتی- جیسے یہاں آئیو - عموماً یہ صورت دعا کے لیے استعمال ہوتی ہے - خدا تم کو زندہ و سلامت رکھیو - صد و بست سال کی عمر ہو جیو - مشرکوں پر لعنت ہو جیو - اب یہ صورت بہت کم استعمال ہوتی ہے —

کبھی لیجے اور دیجے (بغیر یا) بھی مخاطب کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے —

آتا ہو تو ہاتھہ سے نہ دیجے
جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

لیکن اب اس کا استعمال نہیں ہوتا —

۳) حال مطلق جس سے زمانۂ حال عام طور پر بلا کسی تخصیص کے ظاہر ہوتا ہے جیسے آتا ہے، کھاتا ہے- یہ حالیہ ناتمام کے آگے واحد غائب میں اور واحد مخاطب میں 'ہے' جمع مخاطب میں 'ہو' اور واحد متکلم میں 'ہوں' بڑھانے سے بنتا ہے - جمع غائب اور جمع متکلم کی ایک صورت ہے- وہ آتے ہیں، ہم آتے ہیں - آئے ہے، جائے ہے، اب متروک سمجھا جاتا ہے، اگرچہ بول چال میں اب بھی کہیں کہیں مستعمل ہے —

۴) حال ناتمام جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام جاری ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا جیسے وہ آرہا ہے، وہ کھا رہا ہے)

میں پڑھ رہا ہوں —

مادۂ فعل کے آگے رہا ہے ' رہے ہیں ' رہا ہوں بڑھانے سے بنتا ہے —

حال ناتمام ایک دوسری طرح سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے - جیسے مٹاے جاتا ہے ' ایک کو ایک کھاے جاتا ہے - اس میں کسی قدر زیادہ زور اور فعل کا پے در پے یا متواتر ہونا پایا جاتا ہے —

۵) حال تمام - جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ابھی ابھی ختم ہوا ہے - جیسے وہ آیا ہے' پیغام لایا ہے) حالیہ تمام کے بعد ہے ' ہیں ' ہوں ' بڑھانے سے بنتا ہے —

کبھی مادۂ فعل کے بعد چکا ہے ' چکا ہوں ' چکے ہیں بڑھانے سے حال تمام ظاہر ہوتا ہے - جیسے وہ کھا چکا ہے ' میں کھا چکا ہوں - اس صورت میں مزید تاکید اختتام فعل کی پائی جاتی ہے —

۶) حال احتمالی - جس سے زمانۂ حال کے کسی فعل میں احتمال پایا جاے - جیسے وہ آتا ہو یا وہ آرہا ہو) آتا ہو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام قریب زمانے میں واقع ہوگا اگرچہ احتمال ہے - اور آرہا ہو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے کا فعل جاری ہے ' یعنی ظن غالب ہے کہ وہ چل دیا ہے ' حالت رفتار میں ہے اور آنے کی امید ہے - یہی معنے آتا ہوگا اور آرہا ہوگا سے بھی پیدا ہوتے ہیں اور دونوں صورتیں جائز ہیں —

بعض اوقات " گا " کے اضافے سے بھی ماضی احتمالی کے معنی ظاہر ہوتے ہیں - جیسے آتا ہوگا ' لایا ہوگا - کرتا ہوگا سے عادت پائی جاتی ہے مثلاً ہم کسی سے سوال کریں کہ تم نے کبھی اُسے ایسا کرتے دیکھا ' وہ جواب میں کہے میں نہیں جانتا کرتا ہوگا —

فعل مستقبل

(۱) مستقبل مطلق جس سے محض زمانۂ آیندہ پایا جاے —

مضارع کے بعد گا (یا گے یا گی) بڑھا دینے سے بنتا ھے جیسے کھاے گا، آے گا - مگر مصدر ھونا سے ھوگا مستثنیٰ ھے - پرانی اُردو میں ھوے گا استعمال ھوتا تھا مگر اب متروک ھے - ھے گا اب بھی بول چال میں مستعمل ھے اور حال یعنی (ھے) کے معنوں میں آتا ھے، مگر غیر فصیح ھے - اسی طرح ھوگا بعض اوقات حال کے معنی دیتا ھے - جیسے تجھہ سے بڑہ کر بھی کوئی بے وقوف ھوگا (یعنی ھے) —

(۲) مستقبل مدامی جس میں آئندہ زمانے میں کام کا جاری رھنا پایا جاے جیسے کرتا رھے گا، چلتا رھے گا —

جو اس شور سے میر روتا رھے گا
تو ھمسایہ کاھے کو سوتا رھے گا

حالیہ ناتمام کے بعد "رھے گا" بڑھانے سے بن جاتا ھے —

مگر "جاتا رھے گا" مستقبل مطلق ھے - جیسے اس کا کام جاتا رھے گا، یعنی ھاتھہ سے نکل جاے گا یا بگڑ جاے گا - اس کا مصدر "جاتا رھنا" (ضائع ھونا) مصدر مرکب ھے —

"رھے گا" سے ایک قسم کا استغنا بھی ظاھر ھوتا ھے - جیسے آپ جائیے وہ آتا رھے گا، آپ چپ رھیے وہ خود بہ خود پڑھتا رھے گا -

کبھی ماضی بھی مستقبل کے معنی دیتی ھے، اگر وہ آگیا تو ضرور جاؤں گا، وہ آیا اور میں چلا (یہاں دونوں ماضیاں مستقبل کے معنی دیتی ھیں) —

کبھی حال بھی مستقبل کے معنی دیتا ھے، جیسے میں کل صبح جاتا ھوں (اگرچہ زیادہ فصیح نہیں ھے) - مصدر کے بعد "والا" کا لفظ بھی استقبال کے معنی دیتا ھے اور مصدر ھونا

کے حال کے ساتھہ اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے میں کتاب لکھنے والا ہوں' وہ اب جانے والا ہے - اس سے قریب کا آئندہ زمانہ ظاہر ہوتا ہے —

بعض اوقات علامت مستقبل گر جاتی ہے جیسے ایسا کبھی ہوا اور نہ ہو (یعنی نہ ہوگا) —

"گا" علامت مستقبل جدید تراش ہے' پراکرت اور قدیم ہندی میں اس کا کہیں پتا نہیں - قدیم ہندی میں زمانۂ مستقبل کو مضارع کے ذریعے سے ظاہر کرتے تھے' لیکن رفتہ رفتہ یہ طریقہ ناکافی سمجھا گیا اور زیادہ امتیاز کے لیے مستقبل کے لیے ایک الگ علامت قائم کی گئی —

"گا" دراصل سنسکرت کے مصدر گم (بمعنی جانا) کے حالیۂ تمام مجہول گتھہ اور پراکرت گئو سے ماخوذ ہے۔ ہندی میں بھی مصدر جانا کا ماضی گیا ہے - زمانۂ وسطیٰ کے شعرا نے گیا کا اختصار "گا" کر دیا جو مذکر میں استعمال ہوا اور "گائی" اس کی تانیث ہوئی جو بعد میں "گی" رہ گئی —

مصدر کے بعد کا' کے' کی لانے سے بھی مستقبل مطلق کے معنی پیدا ہوتے ہیں' لیکن یہ ہمیشہ نفی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور تاکیدی معنی دیتا ہے جیسے وہ نہیں آنے کا' میں نہیں جانے کا —

فعل کی گردان

فعل کی گردان میں تین باتوں کا لحاظ ہوتا ہے - جنس' تعداد اور حالت —

جنس و تعداد

جنس کے معنی تذکیر و تانیث' تعداد کے معنی واحد و جمع کے ہیں —

اُردو میں فعل مذکر و مونث کی صورت میں فرق ہوتا

ہے - واحد مذکر غائب میں الف اور مونث میں یاے معروف جیسے آیا اور آئی، تھا اور تھی، آتا اور آتی، ہوگا اور ہوگی - جمع مذکر غائب میں یاے مجہول، مونث میں اس کے آگے صرف ن بڑھا دیتے ہیں - جیسے آ، آئے اور آئیں - جن افعال میں اصل فعل کے بعد کوئی دوسرا فعل یا علامت لگائی جاتی ہے، ان کی گردان میں ذرا اختلاف ہے مثلاً ماضی بعید (تمام) و فعل حال مطلق و تمام میں بحالت مذکر اصل فعل اور علامت دونوں کو بدلنا پڑے گا - جیسے آے تھے، آیا ہے، آے ہیں، آتا ہے، آتے ہیں، تو آتا ہے، تم آتے ہو - مگر بحالت مونث امدادی فعل کو بدلنا پڑے گا، جیسے آئی تھی، آئی تھیں، آئی ہے، آئی ہیں، آتی ہے، آتی ہیں، تو آتی ہے، تم آتی ہو -

مگر فعل مستقبل میں بحالت مذکر تو یہی صورت قائم رہے گی یعنی اصل فعل اور علامت دونوں بدل جائیں گے، لیکن مونث کی صورت میں اصل فعل تو حسب معمول بدل جاے گا لیکن علامت مونث ایک ہی رہے گی جیسے آئے گی، آئیں گی، آے گی، آؤگی، وغیرہ -

حال امریہ میں مونث اور مذکر کی کوئی تمیز نہیں - جیسے چل اور چلو، مذکر و مونث دونوں کےلیے یکساں استعمال ہوتا ہے - تمام افعال کے جمع متکلم میں تذکیر و تانیث کے صیغے یکساں آتے ہیں غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ بالمشافہ باتیں کرنے میں تذکیر و تانیث کا امتیاز فضول ہے لیکن جہاں عورتوں وغیرہ کا لفظ یا کوئی اور قرینہ موجود ہوتو فرق کردیا جاتا ہے - جیسے ہم سب عورتیں جائیں گی، ہم سب سہیلیاں یا بہنیں جائیں گی -

حالت

فعل کی تین حالتیں ہیں - غائب، واحد، اور متکلم اور ان میں سے ہر ایک کی بہ لحاظ تعداد دو دو حالتیں ہیں،

اس لیے کل چھ ہوئیں، اور پھر بہ لحاظ جنس کے ان چھ کی دو دو حالتیں ہیں۔ اس لیے ہر فعل کی بارہ حالتیں ہوئیں، ان میں سے ہر ایک کو صیغہ کہتے ہیں ―

گردان افعال

ماضی

۱ - ماضی مطلق

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا	وہ لائے	تو لایا	تم لائے	میں لایا	ہم لائے
مونث	وہ لائی	وہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	میں لائی	ہم لائے

۲ - ماضی تمام (بعید)

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا تھا	وہ لائے تھے	تو لایا تھا	تم لائے تھے	میں لایا تھا	ہم لائے تھے
مونث	وہ لائی تھی	وہ لائی تھیں	تو لائی تھی	تم لائی تھیں	میں لائی تھی	ہم لائے تھے

٣ - ماضی ناتمام

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لاتا تھا یا لایا کرتا تھا	وہ لاتے تھے یا لایا کرتے تھے	تو لاتا تھا یا لایا کرتا تھا	تم لاتے تھے یا لایا کرتے تھے	میں لاتا تھا یا لایا کرتا تھا	ہم لاتے تھے یا لایا کرتے تھے
مونث	وہ لاتی تھی یا لایا کرتی تھی	وہ لاتی تھیں یا لایا کرتی تھیں	تو لاتی تھی یا لایاکرتی تھی	تم لاتی تھیں یا لایاکرتی تھیں	میں لاتی تھی یا لایاکرتی تھی	ایضاً

۴ - ماضی احتمالی

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا ہو لایا ہو گا	وہ لائے ہوں لائے ہوں گے	تو لایا ہو لایا ہو گا	تم لائے ہو لائے ہوں گے	میں لایا ہوں لایا ہوں گا	ہم لائے ہوں لائے ہوں گے
مونث	وہ لائی ہو لائی ہو گی	وہ لائی ہوں لائیں ہوں گی	تو لائی ہو لائی ہو گی	تم لائی ہو لائیں ہو گی	میں لائی ہوں لائی ہوں گی	ایضاً

۵ - ماضی شرطیہ

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ گرتا گرا ہوتا	وہ گرتے گرے ہوتے	تو گرتا گرا ہوتا	تم گرتے گرے ہوتے	میں گرتا گرا ہوتا	ہم گرتے گرے ہوتے
مونث	وہ گرتی وہ گری ہوتی	وہ گرتیں وہ گری ہوتیں	تو گرتی توگری ہوتی	تم گرتیں تم‌گری ہوتیں	میں گرتی میں‌گری ہوتی	ایضاً

فعل حال

۱ - حال قدیم یا مضارع

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	* وہ لائے	وہ لائیں	تولائے	تم لاو	میں لاوں	ہم لائیں
مونث	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

* ماضی مطلق جمع غائب اور مضارع واحد غائب کی صورت یکساں ھے ان میں تمیز کرنا ضروری ھے خصوصاً جب کہ ضمیر غائب واحد اور جمع میں ایک ھی ھے —

۲ - حال مطلق

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لاتا ہے	وہ لاتے ہیں	تو لاتا ہے	تم لاتے ہو	میں اتا ہوں	ہم لاتے ہیں
مونث	وہ لاتی ہے	ود لاتی ہیں	تو لاتی ہے	تم لاتی ہو	میں لاتی ہوں	ایضاً

۳ - حال نا تمام

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لا رہا ہے	وہ لا رہے ہیں	تو لا رہا ہے	تم لا رہے ہو	میں لا رہا ہوں	ہم لا رہے ہیں
مونث	وہ لا رہی ہے	وہ لا رہی ہیں	تو لا رہی ہے	تم لا رہی ہو	میں لا رہی ہوں	ایضاً

۴ - حال تمام

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا ہے	وہ لائے ہیں	تو لایا ہے	تم لائے ہو	میں لایا ہوں	ہم لائے ہیں
مونث	وہ لائی ہے	وہ لائی ہیں	تو لائی ہے	تم لائی ہو	میں لائی ہوں	ایضاً

۵ - حال احتمالی

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ آتا ہو آتا ہوگا یا آرہا ہو گا	وہ آتے ہوں آتے ہوں گے یا آرہے ہوں گے	تو آتا ہو آتا ہو گا یا آرہا ہو گا	تم آتے ہو تم آتے ہوگے یا آرہے ہو گے	میں آتا ہوں آتا ہوں گا یا آرہا ہوں گا	ہم آتے ہوں آتے ہوں گے یا آرہے ہوں گے
مونث	وہ آتی ہو آتی ہوگی یا آرہی ہو گی	وہ آتی ہوں آتی ہوں گی یا آرہی ہوں گی	تو آتی ہو آتی ہوگی یا آرہی ہو گی	تم آتی ہو آتی ہوگی یا آرہی ہو گی	میں آتی ہوں آتی ہوں گی یا آرہی ہوں گی	ایضاً

۶- امر

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لائے	وہ لائیں	تو لا	تم لاؤ	میں لاوں	ہم لائیں
مونث	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

فعل مستقبل

۱- مستقبل مطلق

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لاے گا	وہ لائیں گے	تو لائے گا	تم لاوگے	میں لاوں گا	ہم لائیں گے
مونث	وہ لائے گی	وہ لائیں گی	تو لاے گی	تم لاو گی	میں لاوں گی	ایضاً

رہنا اور اس کے مشتقات بعض دوسرے الفاظ کے ساتھہ بطور امدادی فعل کے آتے ہیں - اس سے فعل میں دوام کے معنے پیدا ہو جاتے ہیں - جیسے جیتا رہ ' امر دوامی ہے - کھاتا رہے گا مستقبل دوامی ہے - آرہا تھا ' جارہا ہے' اِن سب میں یہی معنے پاے جاتے ہیں —

طور مجہول

اسے مجہول اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کا فاعل معلوم نہیں ہوتا —

طور مجہول عموماً اور اکثر افعال متعدی کا ہوتا ہے —

جس فعل متعدی کا مجہول بنانا ہو اس فعل کی ماضی مطلق کے آگے مصدر جانا سے جو زمانہ بنانا منظور ہو وہی زمانہ بنا کر لگا دیا جائے - مثلاً کھانا سے حال مطلق مجہول بنانا منظور ہے، تو کھانا کے ماضی مطلق کے آگے جانا کا حال مطلق لگا دیا جائے تو وہ ہوگا کھایا جاتا ہے - اسی طرح کھایا جائے گا، (مستقبل)، کھایا گیا (ماضی مطلق)، کھایا جاتا تھا (ماضی ناتمام) کھلایا جائے (امر غائب یا مضارع) —

وہ افعال جو طبعی طور پر مجہول واقع ہوے ہیں مثلاً پٹنا، لٹنا، پڑنا، کھلنا، بٹنا (تقسیم ہونا)، چھٹنا، سجنا، کٹنا، سلنا، کھلنا - جیسے وہ پٹتا، اب یہاں بظاہر وہ فاعل معلوم ہوتا ہے لیکن در حقیقت یہ نہیں ہے پیٹنے والا کوئی اور ہی ہے "وہ" صرف قائم مقام فاعل ہے - اصل میں یوں تھا "وہ پیٹا گیا" —

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

اس شعر میں نہ لٹتا کے معنی ہیں نہ لوٹا جاتا۔ اسی طرح آٹا تلا۔ ظاہر ہے کہ آٹا خود بخود تو تلتا نہیں تولنے والا کوئی اور ہے۔ اس لیے آٹا فاعل کیسے ہوسکتا ہے۔ دراصل تھا 'آٹا تولا گیا "۔ اسی طرح کپڑے سلے' روپے بٹے 'گھوڑا لدا' کان چھدا' دروازہ کھلا' لکڑی کٹی وغیرہ وغیرہ۔

بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی طور مجہول استعمال ہوتا ہے جیسے مجھ سے وہاں جاکر آیا نہ گیا۔ مجھ سے اتنی دور نہیں چلا جاتا' مجھ سے آیا نہیں جاتا۔ لیکن یہ صورت ہمیشہ نفی کے ساتھ آتی ہے اور اس کے معنی بھی خاص ہیں یعنی یہ ہمیشہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ فاعل یا قائل کو کسی فعل کا کرنا منظور نہیں یا وہ اس کے کرنے سے معذور ہے۔ انہیں معنوں میں یہ طور مجہول افعال متعدی کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے مجھ سے کھانا کھایا نہ گیا۔

(میر)

گُل میں اس کی سی جو بو آئی تو آیا نہ گیا
ہم کو بن دوش ہوا باغ میں لایا نہ گیا

یہاں گیا کے معنی "سکے' کے ہیں' اگرچہ صورت مجہول کی ہے۔

لیکن بعض اوقات جانا بطور فعل امدادی کے دوسرے افعال کے ساتھ آتا ہے مثلاً کھا جانا' ڈر جانا' اُٹھ جانا۔ لہذا ان افعال میں اور طور مجہول میں فرق کرنا چاہیے۔ اس کا امتیاز بآسانی اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اگر فعل کے ساتھ صورت فاعلی استعمال ہو سکتی ہے تو وہ طور معروف ہے اور اگر نہیں ہو سکتی تو وہ طور مجہول ہے۔

طور مجہول میں جو (جانا) استعمال ہوتا ہے وہ پراکرت کے طور مجہول سے ماخوذ ہے۔ پراکرت میں طور مجہول کے بنانے کے لیے (اِجا) مادۂ فعل کے آگے بڑھا دیتے ہیں (سنسکرت

میں علامت مجہول یا ہے) - مارواڑی میں اب تک پرا کرت کی اصل کا پتا لگتا ہے - مارواڑی میں طور مجہول کے لیے اِجلو استعمال ہوتا ہے - جیسے کر اِجلو یعنے کیا جانا - مرور زمانہ اور نیز اصل پر نظر نہ رہنے سے غالباً اجا کا جا، جانا کا جا سمجھا گیا - اور رفتہ رفتہ طور مجہول کے لیے جانا استعمال ہونے لگا —

افعال کی نفی

ا - افعال کے شروع میں نہ یا نہیں لگانے سے فعل منفی ہو جاتا ہے - مثلاً وہ اب تک نہیں آیا، تم کل کیوں نہیں آئے اُسے کچھہ نہ ملا —

بعض اوقات نہیں بعد میں آتا ہے جیسے میں تمام دن انتظار کرتا رہا مگر وہ آیا ہی نہیں - صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں - وہ بیٹھا تو نہیں - یہ اکثر تخصیص کے موقع پر ہوتا ہے، لیکن نظم میں پابندی نہیں —

۲ - نہ اور نہیں کے استعمال میں فرق ہے - ماضی شرطیہ اور مضارع کے ساتھہ "نہیں" استعمال نہیں کرتے بلکہ "نہ" استعمال ہوتا ہے - اگر وہ نہ آتا تو خوب ہوتا، اگر وہ نہ آئے تو میں کیا کروں - تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا —

نہ تھا کچھہ تو خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجھہ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

جملہ شرطیہ کے دوسرے حصے میں بھی جسے جزا کہتے ہیں "نہیں" نہیں آتا - اگر وہ آتا تو اچھا نہ ہوتا - بعض اوقات اس کے استعمال میں غلطی ہوجاتی ہے - مثلاً "ہم خدا تجھہ کو سمجھتے گر خودی ہوتی نہیں" میں اگر بجاے نہیں کے نہ ہوتا تو بہتر اور فصیح تر ہوتا - ماضی مطلق میں شرط کے ساتھہ بھی اکثر نہیں استعمال نہیں کرتے جیسے اگر وہ نہ آیا تو کیا ہوگا -

وہ نہ آیا تو تو ہی چل رنگیں اسمیں کیا تیری شان گھٹتی ہے

۳ - حال امریہ کی نفی نہ اور مت دونوں سے آتی ھے جیسے - نہ کر، مت کر - مت میں مزید تاکید پائی جاتی ھے -

۴ - ماضی مطلق میں اکثر اور عموماً "نہیں" آتا ھے، لیکن بعض اوقات "نہ" ھی استعمال ھوتا ھے جیسے —

نہ ھوا پر نہ ھوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

اسی طرح ماضی تمام و ناتمام و احتمالی کے ساتھ بھی نہیں آتا ھے - لیکن جب ماضی احتمالی کی آخری علامت "تھا" محذوف ھو تو ھمیشہ "نہ" استعمال ھو گا - جیسے ممکن ھے کہ وہ نہ سمجھا ھو اور یونہی چلا گیا ھو —

۵ - فعل مستقبل کی نفی مثل دوسرے افعال کے آتی ھے - کبھی مصدر کے بعد کا (کی، کے) لگا دینے سے مستقبل کے معنے پیدا ھوتے ھیں مگر یہ صورت ھمیشہ نفی کے ساتھ آتی ھے اور اس سے تاکید مخصوص ھوتی ھے- جیسے، میں نہیں آنے کا، ھم نہیں آنے کے؛ وہ نہیں آنے کی - ایسی صورت میں نفی کے لیے ھمیشہ "نہیں" آتا ھے —

۶ - نفی حال مطلق میں آخری علامت ھے یا ھیں حذف ھوجاتی ھے - جیسے میں نہیں آتا، وہ نہیں آتا، اس سے نہیں کہا جاتا —

کوئی صورت نظر نہیں آتی　　کوئی امید بر نہیں آتی

لیکن جب کسی جملے کے دونوں حصوں میں حرف نفی لانا مقصود ھو تو "نہ" لکھنا چاھیے - اس وقت آخر کا فعل امدادی (یعنے ھے یا نہیں) نہیں گرتا - جیسے نہ خود آتا ھے نہ دوسروں کو آنے دیتا ھے- درحقیقت یہاں فعل حال کی نفی نہیں بلکہ جملے کی صورت ھی منفی واقع ھوئی ھے- حال تمام کے ساتھ بھی نہیں استعمال ھوتا ھے اور آخر سے فعل فعل امدادی 'ھے' یا 'ھیں' گرجاتا ھے - جیسے وہ اب تک نہیں

آیا (آیا ھے*) —

۷ - ایسے افعال کو جو کسی اسم یا صفت اور فعل سے مرکب ھوں ان کی نفی دو طرح ھوتی ھے یا تو حرف نفی اسم یا صفت کے اول ھوتا ھے یا فعل کے اول - جیسے میں یہ کتاب نہیں پسند کرتا ' اور میں یہ کتاب پسند نہیں کرتا - میں ان باتوں سے نہیں خوش ھوتا اور میں ان باتوں سے خوش نہیں ھوتا - ھماری رائے میں فعل کے ساتھہ حرف نفی لانا بہتر ھے —

۸ - بعض افعال کے آخر میں حرف نفی کبھی زائد بھی آتا ھے ' مگر اس میں ایک قسم کی تاکید اثباتی پائی جاتی ھے - جیسے آؤ نہ وھاں چلیں ' آخر مُکر گیا نہ —

کیا فرض ھے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ھم بھی سیر کریں کوہ طور کی

افعال کا تعدیہ

سوائے ایک آدھ کے باقی تمام افعال لازم متعدی بن سکتے ھیں اور متعدی سے متعدی المتعدی ' جیسے ھنسنا سے ھنسانا چلنا سے چلانا ' یہ لازم سے متعدی ھوے - دینا سے دلانا ؛ کھانا سے کھلانا ' متعدی سے متعدی المتعدی —

اس کے علاوہ ایک قسم متعدی بالواسطہ کی ھے جس کے معنی یہ ھیں کہ فعل کے وقوع کے لیے کسی دوسرے کے واسطے کی ضرورت ھے - جیسے کھانا متعدی کھلانا متعدی المتعدی ؛ کھلوانا متعدی بالواسطہ —

۱ - اول افعال لازم سے متعدی اور متعدی سے متعدی المتعدی بنانے کے قاعدے لکھے جاتے ھیں —

---

* اس فعل امدادی (ھے) کے گرجانے کی وجہ یہ ھے کہ نہیں میں خود یہ فعل (ھے) موجود ھے کیونکہ نہیں مرکب ھے نہ اور اھیں (آہے) قدیم حال سے - اور اس لیے (ھے) کی ضرورت نہیں —

ا - عام قاعدہ فعل لازم کو متعدی اور متعدی کو متعدی المتعدی بنانے کا یہ ہے کہ فعل کے مادے کے آگے (ا) بڑھا دیا جائے ' جیسے چلنا سے چلانا ' ملنا سے ملانا ' اُٹھنا سے اُٹھانا -

لیکن اگر ایسے افعال کا دوسرا حرف متحرک ہو تو متعدی بنانے کی حالت میں ساکن ہو جائے گا - جیسے پگھلنا سے پگھلانا ' پکڑنا سے پکڑانا ' سمجھنا سے سمجھانا —

ب - کبھی مادۂ فعل کے آخر حرف سے قبل آ بڑھا دیا جاتا ہے - جیسے نکلنا سے نکالنا ' اُترنا سے اُتارنا ' اُبھرنا سے اُبھارنا بگڑنا سے بگاڑنا ' —

ج - کبھی پہلے حرف کی حرکت کو اس کے موافق حرف علت سے بدلنے سے یعنے زبر کو الف سے جیسے مرنا سے مارنا ' تپنا سے تاپنا ' تلنا سے تالنا ' تھمنا سے تھامنا ' کٹنا سے کاٹنا- زیر کو (ی) سے جیسے' چرنا سے چیرنا' پھرنا سے پھیرنا ' گھرنا سے گھیرنا' پسنا سے پیسنا ' گھسٹنا سے گھسیٹنا ' کھنچنا سے کھینچنا ' نبڑنا سے نبیڑنا - پیش کو واؤ سے جیسے مڑنا سے موڑنا ' جڑنا سے جوڑنا ' کھلنا سے کھولنا ' لٹنا سے لوٹنا ' گھلنا سے گھولنا - ان مصادر میں بعض اوقات ٹ ڑ سے بدل جاتی ہے- جیسے ٹوٹنا سے توڑنا ' پھوٹنا سے پھوڑنا ' پھٹنا سے پھاڑنا —

د - کبھی مصادر چار حرفی میں جب کہ حرف دوم حرف علت ہو تو اُس حرف علت کو ساقط کرکے اول کو اس کے موافق حرکت دیتے ہیں اور اُس کے آگے (آ) یا بجائے آ کے (لا) بڑھا دیتے ہیں - جیسے رونا سے رلانا ' پینا سے پلانا ' سونا سے سلانا' دھونے سے دھلانا ' جینا سے جلانا ' جیتنا سے جتانا ' کھانا سے کھلانا ' (اس میں خلاف قاعدہ پہلے حرف کو زیر دیا گیا ہے) ' جاگنا سے جگانا ' بیٹھنا سے بٹھانا (یا بٹھلانا جو فصیح نہیں) ' ڈوبنا سے پہلے ڈوبانا آتا تھا ' لیکن اب وہ غیر فصیح سمجھا جاتا ہے' آج کل ڈبونا کہتے ہیں' اسی طرح بھیگنا سے بھگونا آتا ہے -

اگر مصدر پانچ حرفی ہے اور دوسرا حرف حرف علت ہے تو حرف علت حذف کرکے پہلے حرف کو اس کے موافق حرکت دے کر اس کے آگے الف بڑھا دیتے ہیں - جیسے ' توڑنا سے تڑانا ' تیرنا سے ترانا ' جاگنا سے جگانا ' بھاگنا سے بھگانا —

۲ - متعدی بالواسطہ کے بنانے کے یہ قاعدے ہیں —

ا - کبھی علامت مصدر کے اول الف بڑھا دینے سے جیسے کرنا سے کرانا —

ب - کبھی وا بڑھانے سے - دوسرا حرف حرف علت ہو تو گر جاتا ہے اور اس کے بجائے اس کے موافق حرکت آجاتی ہے - جیسے تولنا سے تلوانا ' اُٹھانا سے اُٹھوانا ' دبنا سے دبوانا ' جھاڑنا سے جھڑوانا - تیسرا اور چوتھا حرف علت بھی گر جاتا ہے جیسے نچوڑنا سے نچڑوانا ' بیچنا سے بکوانا آتا ہے ' کیوں کہ مصدر لازم اس کا بکنا تھا اس سے متعدی بیچنا ہوا ' اور متعدی بالواسطہ بکوانا - متعدی بالواسطہ اکثر صورت اول کی طرف عود کرتا ہے —

۳ - بیٹھنا سے بٹھانا اور بٹھلانا ' دیکھنا سے دکھانا اور دکھلانا ' سیکھنا سے سکھانا ' اور سکھلانا ' سوکھنا سے سکھوانا اور سکھلانا دو دو آتے ہیں لیکن بٹھلانا ' سکھلانا ' دکھلانا ' سکھلانا ' زیادہ فصیح نہیں سمجھے جاتے - یہی حال بتلانے کا ہے —

۴ - بعض مصادر کے متعدی دو طرح آتے ہیں جیسے دبنا کا متعدی دابنا بھی ہے اور دبانا بھی —

ٹوٹنا لازم ہے ' توڑنا اور تڑانا دونوں اس کے متعدی ہیں - توڑنا عام طور پر ہر ایک چیز کے توڑنے کو کہیں گے ' لیکن تڑانا صرف اُسی وقت استعمال کریں گے جب کوئی جانور رسی توڑ کر بھاگ جائے - جیسے بیل رسی تڑا کر بھاگ گیا —

اسی طرح گھلنا کے دو متعدی ہیں ' ایک گھولنا دوسرا گھلانا - گھولنا جیسے دوا یا نمک اور اسی قسم کی اشیا کے

متعلق کہیں گے جو پانی وغیرہ میں گھل سکیں - لیکن گھلانا اکثر مجازاً استعمال ہوتا ہے جیسے غم نے اُسے گھلا دیا - طور لازم گھلنے میں بھی یہ معنے پائے جاتے ہیں' لیکن گھولنا جو متعدی ہے اس میں یہ معنی نہیں ہیں' البتہ دوسرے متعدی گھلانے میں یہ معنے ہیں —

اسی طرح بھولنا اور بھلانا دونوں متعدی بیک مفعول ہیں مگر معنوں میں فرق ہے- جیسے وہ مجھے بھول گیا ' یعنے درازی مدت یا کسی اور وجہ سے- اُس نے مجھے بھلادیا یعنے جان بوجھہ کر - وہ لکھا پڑھا سب بھول گیا ' اُس نے لکھا پڑھا سب بھلادیا- پہلے فقرے میں ایسی وجوہ ہیں جو اختیاری نہیں ہیں ' دوسرے میں ارادہ یا ایسی وجوہ پائی جاتی ہیں جو ایک حد تک اختیاری تھیں —

۵ — کبھی امدادی افعال کے لانے سے متعدی بنتا ہے - جیسے وہ اسے لے ڈوبا ' وہ اسے لے بھاگا ' وہ مجھہ پر آپڑا- ڈوبنا ' بھاگنا اور پڑنا افعال لازم ہیں مگر افعال امدادی کے آنے سے متعدی ہو گئے —

۶ — سنسکرت میں علامت تعدیہ (ایا) تھی ' پراکرت میں (اے) ہوی - یہ "اے" بعض اوقات مادۂ فعل کے آگے بڑھادی جاتی تھی- لیکن سنسکرت میں زیادہ تر پ بعض ایسے مادوں کے ساتھہ آتی تھی جن کے آخر میں حروف علت ہوتے تھےپراکرت میں اس پ کے قبل آ کا اضافہ کیا گیا - تھوڑے ہی عرصے بعد پ کا بدل (ب) اور (و) سے ہو گیا یعنے اپے سے ابے اور ابے سے اوے ہوا اور یہ ہندی میں "وا" اور "آ" رہ گیا - مثلاً سنسکرت میں کری سے کاریا ' پراکرت میں کارے اور بعد ازآں کراوے (بجائے کراپے) بروج میں کراوا' ہندی میں کرا - بعض ہندی مصادر مثلاً بھگونا اور ڈبونا اور گڑونا میں جو واؤ آگیا ہے وہ درحقیقت (اوا) کا بگاڑ ہے —

ایک سوال یہ ہے کہ بعض افعال کے تعدیہ میں (ل) کہاں سے آیا ، مثلاً پینا سے پلانا ۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف کانوں کو اچھا معلوم ہونے کی وجہ سے (ل) بڑھا دیا گیا ، مگر یہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا ۔

ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سنسکرت میں "پا" کے معنے محفوظ رکھنے کے ہیں ۔ متعدی بنانے کے لیے حسن صورت کے خیال سے بجائے "پ" کے "ل" کا اضافہ کیا گیا جس سے "پالیا" (ہندی پالنا) بنا ۔ غالباً پراکرت کی یہ صورت بہ کثرت استعمال ہونے لگی اور یہی "ل" کی اصل بتائی جاتی ہے —

مرکب افعال

مرکب افعال دو طرح سے بنتے ہیں —

۱ - دوسرے افعال کی مدد سے جنھیں افعال امدادی کہتے ہیں —

۲ - افعال کو اسما یا صفات کے ساتھہ ترکیب دینے سے -

امدادی افعال

ہندی افعال موجودہ حالت میں اُن ترکیبی پیچیدگیوں سے آزاد ہوگئے ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں بلکہ اب ہندی فعل نے ترکیبی طرز چھوڑ کر تفصیلی طریقہ اختیار کیا ہے، یعنی بجاے خود فعل کے اندرونی تغیر سے نئے معنی پیدا کرنے کے دوسرے افعال کی مدد سے وہ معنی پیدا کیے جاتے ہیں - اصل فعل کے ساتھہ بعض دوسرے فعل یا اُن کے اجزا کے آ جانے سے اصل فعل کے معنوں میں تھوڑا بہت تغیر ہوجاتا ہے، یا تو اصلی معنوں میں زیادہ قوت پیدا ہوجاتی ہے یا کلام میں کوئی حسن اور خوبی آجاتی ہے - یہ طریقہ زیادہ آسان اور ترقی یافتہ ہے اور اس سے اسے کچھہ نقصان نہیں پہنچتا بلکہ امدادی افعال کی مدد سے بے شمار لطیف اور نازک معنی پیدا ہوجاتے ہیں، اور اردو زبان میں امدادی افعال نے بڑی وسعت اور نزاکت پیدا کردی ہے - اکثر اوقات امدادی افعال سے معانی میں جو فرق پیدا ہوجاتا ہے وہ ایسا نازک اور پر لطف ہوتا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا - یہ ذکر زیادہ تر نحو سے متعلق ہے لیکن چونکہ

فعل کا بیان یہاں مفصل آچکا ہے لہذا موقع کے لحاظ سے یہ بھی یہیں لکھا جاتا ہے -

ا - سب سے زیادہ کار آمد اور کثیرالاستعمال امدادی فعل ہو (سنسکرت بھو) ہے - اس سے اکثر افعال بنتے ہیں - مثلاً ماضی ناتمام ' تمام ' احتمالی ' فعل حال کے مختلف اقسام اور مستقبل اسی کی امداد سے بنتے ہیں -

ہونا کی مدد سے جو فعل بنتے ہیں اگرچہ اُن کا ذکر فعل کے بیان میں ہوچکا ہے لیکن بعض خاص صورتوں کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے —

(ا) مثلاً آیا ہوتا یا سنا ہوتا وغیرہ - اگر وہ آیا ہوتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی - یہ شرطیہ صورت کے ساتھہ زمانۂ ماضی کے لیے آتا ہے -

ماضی شرطیہ یہ ہے ' اگر وہ آتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی - اِس میں اور اُس میں کچھہ یوں ہی سا فرق ہے - البتہ پہلی صورت میں زیادہ زور پایا جاتا ہے —

(ب) کیا ہو' سنا ہو وغیرہ - جیسے کہیں ' تم نے کبھی اس کا نام سنا ہے - دوسرا شخص اس کے جواب میں کہے ممکن ہے سنا ہو (مگر اس وقت یاد نہیں) یا کہیں سنا ہوگا -

پہلی صورت میں احتمال خفیف ہے ' دوسری میں قوی - یا مثلاً ممکن ہے اُس نے ایسا کیا ہو - اور غالباً اس نے ایسا کیا ہوگا —

(ج) آتا ہوتا ' کرتا ہوتا وغیرہ جیسے اگر وہ ایسا کرتا ہوتا تو اب تک نہ بچتا (یعنے وہ ایسا نہیں کرتا تھا) ' اگر پڑھتا ہوتا تو آج بڑے عہدے پر ہوتا - یہ صورت بھی شرطیہ ہے اور عادت کو ظاہر کرتی ہے —

۲ - بعض امدادی افعال تکمیل فعل میں تقید اور زور ظاہر کرتے ہیں مثلاً دینا ' لینا ' جانا ' ڈالنا ' پڑنا ' رہنا -

(ا) دینا سوائے چل دینا کے اکثر طور متعدی کے ساتھہ آتا ھے جیسے سمجھا دینا، بتا دینا، نکال دینا، ھٹا دینا۔ بعض صورتوں میں اس میں جبر کی جھلک بھی پائی جاتی ھے جیسے میں نے اسے گھر سے نکال دیا، اٹھا کے پھینک دیا، پٹک دیا وغیرہ۔

(ب) لینا۔ اس میں تکمیل فعل کے ساتھہ فاعل کی قربت، فائدہ یا جانب داری ظاھر ھوتی ھے جیسے بلا لینا (یعنے اپنے پاس بلانا)، رکھہ لینا (اپنے پاس رکھہ لینا)، اسی طرح سن لینا، لے لینا، بچا لینا، دکھا لینا (دوسرے کو اپنے فائدے کے لیے) وغیرہ وغیرہ۔ یہ طور لازم و متعدی دونوں کے ساتھہ آتا ھے۔ امدادی افعال دینا اور لینا میں فرق یہ ھے کہ لینا میں اپنا فایدہ یا قرب ظاھر ھوتا ھے اور دینا میں بخلاف اس کے دوسرے کا فایدہ یا قربت نکلتی ھے، گویا ایک دوسرے کے برعکس ھیں۔ معانی کا یہ فرق مثال ذیل سے بخوبی عیاں ھے۔

۱ ۔ میں نے اسے سمجھا لیا ھے۔

۲ ۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ھے۔

پہلے جملے سے ظاھر ھے کہ میں نے معاملہ اُسے اس طرح سمجھایا ھے جس میں میرا فائدہ ھے، دوسرے جملے سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ اُسے جو کچھہ سمجھایا گیا ھے وہ اُسی کے فائدہ کے لیے ھے۔ یا عام الفاظ میں یوں کہنا چاھیے کہ لینا میں فاعل کو اپنی غرض ملحوظ ھوتی ھے مگر دینا میں ذاتی غرض سے کچھہ تعلق نہیں ھوتا۔ جیسے میں نے کتاب میز پر رکھہ دی اور میں نے کتاب جیب میں رکھہ لی۔ اسی طرح بٹھا دینا اور بٹھا لینا (یعنی اپنے پاس)۔ مگر ایسے افعال جیسے پی لینا کھا لینا میں صرف فعل کی تکمیل ظاھر ھوتی ھے۔

(ج) جانا بکثرت افعال کے ساتھہ استعمال ھوتا ھے اور زیادہ تر

طور لازم کے ساتھہ جیسے توت جانا ' بکھر جانا ' بگڑ جانا ' چلے جانا وغیرہ وغیرہ - اس سے صرف تکمیل فعل ظاہر ہوتی ہے' اور بعض وقت یہ بھی نہیں بلکہ سادہ فعل کے بجائے عموماً جانا مرکب کر کے بولتے اور لکھتے ہیں جیسے مل جانا' ہوجانا ' توت جانا - جانا سے بعض بہت ہی لطیف محاورے بن گئے ہیں مثلاً پانا سادہ فعل ہے لیکن پا جانے کے معنی ہی دوسرے ہیں یعنی تاڑنا - اسی طرح کھونا سے کھوئے جانا وغیرہ وغیرہ -

(د) آنا اور جانا میں وہی نسبت ہے جو لینا اور دینا میں ہے - آنا بطور امدادی فعل کے بہت کم استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی زیادہ افعال ابتدائی لازم کے ساتھہ جیسے بن آنا اور بنا آنا - اکثر یہ افعال کے ساتھہ آکر تکمیل فعل کے معنی دیتا ہے اور ساتھہ ہی ظاہر کرتا ہے کہ فاعل کسی کام کو انجام دے کر واپس آگیا جیسے میں اُسے دیکھہ آیا ہوں' ہو آیا ہوں - ان معنوں میں وہ لازم اور متعدی دونوں کے ساتھہ استعمال ہوتا ہے - مگر بعض اوقات تکمیل فعل کے ساتھہ زور کا اظہار کرتا ہے جیسے اُبھر آنا - اُگ آنا وغیرہ —

(ہ) ڈالنا - اس میں تکمیل فعل کسی قدر زیادہ زور کے ساتھہ ظاہر ہوتی ہے ' نیز اس میں جبر کی شان بھی پائی جاتی ہے جیسے مار ڈالنا ' مسل ڈالنا ' کات ڈالنا ' کاڑ ڈالنا ' چیر ڈالنا ' اُدھیڑ ڈالنا وغیرہ —

(و) رہنا ' جیسے بیتھہ رہنا ' سو رہنا - اتک رہنا - جیسے وہاں جا کے بیتھہ رہا - اس سے فعل کا ایک حالت پر قائم رہنا پایا جاتا ہے - مگر جاتے رہنا کے معنی تلف ہو جانے اور ضائع ہونے کے ہیں —

(ز) پڑنا - جیسے دکھائی پڑنا ' اس میں محض تکمیل فعل ہے - بعض افعال کے ساتھہ جیسے توتا پڑنا ' لڑ پڑنا' وغیرہ میں

ایک قسم کی حالت کو بتاتا ہے - دوسرے معنی اس کے دوسری جگہہ بیان کیے جائیں گے —

(ح) بیٹھنا - اس میں بھی جبر اور زور پایا جاتا ہے جیسے سینے پر چڑھ بیٹھا، لڑ بیٹھا، دبا بیٹھا —

اس کے علاوہ بعض وقت تسلیم و رضا کے معنے دیتا ہے - جیسے ہم تو اپنی قسمت کو رو بیٹھے، وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا -

۳ - چکنا - اختتام فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے جیسے کام ہو چکا - کام کر چکا - میں خط لکھہ چکا - وہ کھاچکا - ان تمام جملوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ختم ہوگیا ہے —

۴ - بعض افعال سے امکانی حالت اور قابلیت یا اجازت ظاہر ہوتی ہے —

(الف) سکنا - جیسے میں کر سکتا ہوں - وہ نہیں دیکھہ سکتا (اس سے قابلیت فعل کی ظاہر ہوتی ہے) —

وہ نہیں بول سکتا، وہ نہیں جا سکتا، میں نہیں جا سکوں گا (امکانی صورت ہے) - اجازت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے، وہ نہیں آسکتا، کیا میں آسکتا ہوں ؟ - سکنا کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا، ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھہ بطور فعل امدادی کے آتا ہے —

(ب) دینا سے بعض اوقات اجازت کے معنی نکلتے ہیں، جیسے اُسے آنے دو، اُسے کس نے جانے دیا —

(ج) کبھی کبھی پانا بھی سکنے اور اجازت کے معنوں میں آتا ہے مگر ہمیشہ مصدر کے ساتھہ استعمال ہوتا ہے - جیسے وہاں کوئی نہیں جانے پاتا - (یعنی کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے) - کیا مجال کہ آدمی ٹھہرنے پائے (ٹھہر سکے) —

اُڑنے نہ پاے تھے کہ گرفتار ہم ہوے -
آج اُس سے کوئی ملنے نہ پایا (نہ مل سکا) -

کسی کو اُس شہ خوباں تلک جانا نہیں ملتا
مگر خلوت میں اُس کے ایک میں ھی جانے پاتا ھوں

یہاں ملنے کے معنے بھی سکنے کے آئے ھیں - یہ بھی ھمیشہ مصدر کے ساتھہ استعمال ھوتا ھے —

(د) جانا بھی کبھی سکنے کے معنی دیتا ھے ' جیسے مجھہ سے چلا نہیں جاتا - اُس سے کھانا کھایا نہیں جاتا —

۵ - بعض امدادی افعال سے جاری ھونے یا فاعل کی عادت کا اظہار ھوتا ھے جیسے —

(الف) کرنا - وہ آیا کرتا تھا ، کہا کرتا تھا ' آیا کرو - اسی طرح ' رویا کیا ' سنوارا کیا —

(ب) رھنا - جیسے وہ بولتا رھا ' کہتا رھا ' سوتا رھا ' وہ کھیلتا رھتا ہے ' سوتا رھتا ھے - وہ کیا کھا رھا ھے ' کھاتا رہ ' کھاتا رھے گا ' —

(ج) جانا بھی کبھی کبھی ان معنوں میں آتا ھے ' جیسے ' ھزار منع کرو مگر وہ اپنی سی کہے جاتا ھے ' بکے جاتا ھے ' ایک کو ایک کھائے جاتا ھے —

نا امیدی مٹائے جاتی ھے شوق نقشہ جمائے جاتا ھے

خاص یہ صورت عموماً فعل حال ھی کے ساتھہ استعمال ھوتی ھے ' ماضی میں استعمال دوسری طرح ھوتا ھے جیسے وہ پڑھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا - یہی صورت حال میں بھی ھے جیسے پانی بہتا جاتا ھے - اس سے فعل کا آھستہ آھستہ جاری ھونا پایا جاتا ھے —

۶ - بعض امدادی افعال کسی کام کے دفعتاً ھو جانے یا کرنے کے معنوں کا اظہار کرتے ھیں -

(ا) بیٹھنا - جیسے کہہ بیٹھا ' کر بیٹھا ' پوچھہ بیٹھا - وہ ایسے کام اکثر بے سوچے سمجھے کر بیٹھتا ھے - اس میں فعل کے یکا یک ھو جانے یا بے سوچے سمجھے کرنے کے معنی پیدا ھوتے ھیں -

(ب) اُٹھنا بھی انہیں معنوں میں آتا ہے جیسے بول اُٹھا ' بلبلا اٹھا ' پھڑک اٹھا ' جھلا اٹھا -

(ج) پڑنا-جیسے لڑ پڑنا ' بن پڑنا ' الجھہ پڑنا ' برس پڑنا -

(۵ نکلنا جیسے بہ نکلا ' چل نکلا ' پھوٹ نکلا - یعنی حالت سکون سے دفعتاً حرکت میں آجانے کے معنی دیتا ہے- ان معنوں میں نکلنا بہت کم استعمال ہوتا ہے اور شاید زیادہ تر انہیں تین مصدروں کے ساتھہ آتا ہے -

(۶) فعل کے شروع میں ' آ ' یا ' جا ' بھی انہیں معنوں میں آتے ہیں جیسے آپڑنا ' آنکلنا ' آ ملنا ' جا پڑنا -

۷ - لگنا کام کے آغاز کو بتاتا ہے ' جیسے کہنے لگا ' کھانے لگا ' منہ سے پھول جھڑنے لگے ' وہ کھانے لگا ہے ' جب وہ بیان کرنے لگتا ہے تو دو دو گھنٹے دم نہیں لیتا -

۸ - پڑا (ماضی مطلق) کسی دوسرے فعل کے شروع میں آنے سے فعل میں زور اور کثرت کے معنی پیدا کرتا ہے اور عموماً ایسے افعال کے ساتھہ آتا ہے جن میں کام کا جاری رہنا پایا جائے - جیسے منہ سے پڑے پھول جھڑ رہے ہیں' پڑا مارا پھرتا ہے' پڑا روتا پھرتا ہے ' باغوں کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہیں -

۹ - چاہنا ایک تو فاعل کی خواہش ظاہر کرتا ہے' دوسرے یہ بتاتا ہے کہ کام قریب زمانۂ آیندہ میں ہونے والا ہے ' مگر اصل فعل ہمیشہ ماضی کی صورت میں رہتا ہے جیسے وہ بولا چاہتا ہے' دیکھیے کیا ہوا چاہتا ہے- یہ حالت صرف فعل حال میں استعمال ہوتی ہے —

دل اس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

خواہش ظاہر کرنے کے لیے اصل فعل صورت مصدر یہ کے ساتھہ ساتھہ استعمال ہوتا ہے جیسے اس نے بولنا چاہا' وہ بولنا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ —

یہی معنی مصدر کے الف کو یاے مجہول سے بدلنے اور اس

کے بعد 'کو' اور 'ہونا' کے افعال ماضی و حال بڑھانے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کہنے کو ہے 'کہنے کو تھا' جانے کو ہے' جانے کو تھا' وغیرہ یعنی ابھی جانا چاہتا ہے یا جانے والا ہے' جانا چاہتا تھا یا جانے والا تھا —

۱۰ - چاہنا سے چاہیے بطور امدادی فعل کے مستعمل ہے۔ یہ اخلاقی امر یا فرض منصبی کے جتانے کے لیے آتا ہے' اور ہمیشہ مصدر کے بعد استعمال ہوتا ہے جیسے اُنہیں وہاں جانا چاہیے' تم کو وقت پر حاضر ہونا چاہیے' انسان کو سب کے ساتھہ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے -

۱۱ - (لے) فعل کے شروع میں آنے سے اپنے ساتھہ کسی دوسرے شخص یا شے کو لے جانے یا مبتلا کرنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے لے بھاگنا' لے اُڑنا' لے ڈوبنا' لے مرنا وغیرہ -

۱۲ - اسی طرح "دے" بھی فعل کے شروع میں بطور امدادی فعل کے آتا ہے - جیسے دے مارنا' دے پٹکنا' یہ محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے آتا ہے -

۱۳ - رہا اور چھوڑا جب حالیہ کے بعد آتے ہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ باوجود مشکلات کے پوری سعی کے ساتھہ کام کو انجام دیا یا جو منشا تھا اسے کسی نہ کسی طرح پورا کر دیا جیسے کرکے رہا' مکان بنا کے چھوڑا -

۱۴ - رکھنا بطور امدادی فعل کے کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۱) کسی کی مرضی کے خلاف دوستی' محبت یا جبر یا کسی دوسرے اثر سے کام لینا جیسے اس نے مجھے صبح سے بٹھا رکھا ہے اور جانے نہیں دیتا' اس نے میرا مال دبا رکھا ہے -

(۲) سکھا پڑھا کر پہلے سے تیار کر لینا جیسے اس نے اسے خوب سمجھا رکھا ہے - میں نے اسے پہلے سے کہہ رکھا ہے' یا بتا رکھا ہے -

(۳) محض تاکید کے لیے جیسے سن رکھو' دیکھہ رکھو -

(۴) محاورے میں - جیسے' میں نے یہ کام اگلے سال کے لیے

اٹھا رکھا ہے -

۱۵ - کبھی فعل میں تکرار ہوتی ہے ' یعنی دوسرا فعل اسی کا مترادف یا اس کا ہم آواز ساتھ آتا ہے اور معنوں میں زور پیدا کر دیتا ہے - جیسے دیکھ بھال کر ' سوچ ساچ کر ' میں شام کو ہارا تھکا گھر پہنچا ' وہ مردوں کے گاڑنے دابنے میں مصروف رہے ' پیس پاس کے مسالا تیار کر دیا ' ڈھل ڈھلا کر خاصا سفید ہو گیا ' گرتے پڑتے گھر پہنچ گیا - اسی طرح چلنا پھرنا ' سینا پرونا ' کھانا پینا ' رونا دھونا وغیرہ -

۲ - اسما و صفات کی ترکیب سے

۱ - ہندی اسم یا صفت کے ساتھ سادہ مصادر کا آنا جیسے پوجا کرنا ' نام دھرنا ' برا کہنا ' اچھا کہنا ' دم لینا ' دم دینا ' دم مارنا ' دم توڑنا ' رکھوالی کرنا ' ادھار دینا ' ڈینگ مارنا ' چھلانگ مارنا ' مار کھانا ' دھوکا کھانا ' جاڑا لگنا ' تاک لگانا ' پتا لگانا ' ہل چلانا ' رستہ دیکھنا وغیرہ وغیرہ بکثرت اور بیشمار مستعمل ہیں - اس قسم کے مرکب افعال میں زیادہ تر یہ امدادی افعال آتے ہیں - ہونا ' کرنا ' کھانا ' دینا ' لینا ' پڑنا ' مارنا ' آنا ' ڈالنا ' دھرنا ' پکڑنا ' بھرنا ' لگنا ' لگانا ' رکھنا ' ان کے علاوہ اور بہت سے فعل بطور امداد کے آتے ہیں جن کی تفصیل لغت سے تعلق رکھتی ہے -

۲ - فارسی اسم کے ساتھ ہندی مصدر کا آنا جیسے دل دینا ' باز آنا ' باز رکھنا ' دلاسا دینا ' پیش آنا ' بر آنا ' بر لانا وغیرہ -

۳ - عربی اسم کے ساتھ جیسے شروع کرنا ' یقین کرنا ' یقین لانا ' علاج کرنا ' جمع ہونا وغیرہ -

۴ - فارسی یا عربی صفت کے ساتھ جیسے قوی کرنا ' روشن کرنا ' مشہور کرنا ' ضعیف ہونا وغیرہ -

۵ - بعض اوقات ہندی اسما یا صفات میں کسی قدر تغیر کر کے نا علامت لگا دیتے ہیں اور مصدر بنا لیتے ہیں - جیسے پانی سے پنیانا ' جوتی سے جتیانا ' ساتھ سے ستھیانا ' مکی سے مکیانا '

پتھر سے پتھرانا ' ٹھوکر سے ٹھکرانا ' چکر سے چکرانا ' لالچ سے للچانا، کچے سے کچیانا ' لنگڑے سے لنگڑانا ' بھن بھن سے (جو مکھیوں کی آواز ھے) بھنبھنانا ' ٹھن ٹھن سے ٹھنٹھنانا ' بڑ بڑ سے بڑبڑانا ' من من سے منمنانا وغیرہ —

۶ - بعض مصدر اردو میں ایسے ھیں کہ عربی یا فارسی افعال یا اسما کے آگے ھندی مصدر کی علامت نا لگا کر اردو بنا لیا گیا ھے —

مثلاً فارسی کے افعال سے فرمانا ' بخشنا، آزمانا، نوازنا، فارسی اسم گرم سے گرمانا، نرم سے نرمانا، داغ سے داغنا، خرید سے خریدنا -

اسی طرح عربی کے لفظ بدل سے بدلنا ' بحث سے بحثنا ' قبول سے قبولنا ' دفن سے دفنانا کفن سے کفنانا -

اس طور سے مصدر بنانے کا رواج کم ھوتا جارھا ھے حالانکہ اس سے زبان میں بڑی وسعت ھو سکتی ھے —

۷ - بعض اوقات علامت مصدر حذف ھو جاتی ھے مگر یہ اس وقت ھوتا ھے جب کہ دوسرا مصدر ساتھ ھو - جیسے بنا جاننا بنا آنا وغیرہ -

ایک ھم ھیں کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ھیں جنھیں تصویر بنا آتی ھے

۸ - بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی اسی صورت سے آتا ھے- اس میں اور مرکب فعل میں فرق کرنا چاھیے - مثلاً میں وھاں ھو آیا ھوں- میں اسے دیکھ آیا ھوں -

۵ تمیز

تمیز فعل یا صفت کی کیفیت بیان کرتی ہے اور اس کے آنے سے فعل یا صفت کے معنوں میں تھوڑی بہت کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ چند تمیزی الفاظ ایسے ہیں جو ہندی ضمائر سے بنتے ہیں اور چونکہ وہ سب سے سادہ ہیں لہذا اُن کا ذکر اول کیا جائے گا اور اُن کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے الفاظ بیان کیے جائیں گے جو اسما سے بنے ہیں —

۱ - زمان یا وقت کے لیے - اب - جب - تب - کب —

یہ سب الفاظ سنسکرت سے ماخوذ ہیں - مثلاً جب اور تب سنسکرت کے الفاظ یاوت اور تاوت سے بنے ہیں، جو پراکرت میں جاوا اور تاوا ہوے اور اُن سے ہندی کے جب اور تب بنے - یہی حال اب اور کب کا ہے —

ان کے علاوہ دوسرے ہندی الفاظ جو تمیز زمان کا کام دیتے ہیں، یہ ہیں - آگے، پیچھے، پہلے، آج، کل، پرسوں، ترسوں، تڑکے، ترت، نت، سدا، سویرے، پھر —

فارسی الفاظ ان معنوں میں یہ مستعمل ہیں -

ہمیشہ، جلد، جلدی، یکایک، اچانک، ناگاہ، ناگہاں، بعدازاں، شب و روز -

۲ - مکان، یا جگہ کے لیے - یہاں، وہاں، جہاں، تہاں، کہاں - یہ الفاظ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہیں - ہاں یا آں

جو سنسکرت کے لفظ ستھان کا مخفف ہیں جس کے معنی جگہ کے ہیں، ضمیری مادے کے میل سے یہاں اور وہاں بن گئے۔ کہاں کا کاف سنسکرت کے لفظ کت سے ہے جس کا بگاڑ کد ہے جو اب بھی قصبات و دیہات میں مستعمل ہے اور اسی سے مرہٹی میں اکادے بنا ہے —

اس کے علاوہ ہندی میں تمیز مکان کے لیے یہ الفاظ آتے ہیں :—

آگے، پیچھے، پرے، ورے، پاس، اوپر، نیچے، بھیتر، باہر، اندر۔

۳۔ سمت۔ اِدھر، اُدھر جدھر، تدھر، (ہندی) کدھر —

۴۔ طور و طریقہ۔ یوں جوں، کیوں، کیونکر، کیسے (بمعنے کیوں)۔

یہ الفاظ سنسکرت کے لفظ اِیوم پراکرت اِیووم سے نکلے ہیں جن کی صورت بعد میں امی اور اِم ہوئی اور ہندی میں "یوں"۔

علاوہ ان کے دوسرے الفاظ یہ ہیں ٹھیک، اچانک، دھیرے، ہولے، لگاتار، برابر، تابڑتوڑ، سچ مچ، جھوٹ موٹ، تھوڑا، بہت، جھٹ، جھٹ پٹ —

فارسی عربی کے الفاظ، زرا، تخمیناً، تقریباً، خصوصاً، زیادہ، بالکل، مطلق، بعینہٖ، بجنسہٖ، ہر چند، سوا، حسبہٖ، یعنی، من و عن، باہم، فوراً، دفعتاً، ناگہاں، ناگاہ، یکایک، فی الفور، القصہ، الغرض، فی الجملہ وغیرہ —

۵۔ تعداد کے لیے ایک بار، دوبار، وغیرہ، اکثر، ایک ایک، دو دو وغیرہ، اتنا، جتنا، کتنا —

۶۔ ایجاب و انکار۔ ہاں جی، جی ہاں، نہیں، نہ —
شاید، غالباً، یقیناً، بیشک، بلاشبہ، ہرگز، زنہار، بارے، البتہ، فی الحقیقت، در حقیقت —

۷۔ سبب و علت۔ اس لیے، اس طرح، چنانچہ، کیونکہ، لہذا —

۸۔ مرکب تمیز۔ کبھی تمیز مرکب ہوتی ہے، یعنی دو مل کر

ایک تمیز کا کام دیتی ہیں - جیسے کب تک ' جب کبھی '
جہاں کہیں ' جہاں جہاں ' کہیں نہ کہیں ' کبھی نہ کبھی '
اِدھر اُدھر ' اندر باہر - بعض اوقات تکرار کے ساتھہ آتی
ہیں ۔ جیسے جب جب ' کہیں کہیں —

۹ - بعض اوقات ایک ایک دو دو لفظ مل کر بطور جزو جملہ
کے تمیز کا کام دیتے ہیں جیسے رفتہ رفتہ ' خوشی خوشی ' ایک
ایک کرکے ' روز روز ' آئے دن ' گھڑی گھڑی ' ہو بہو ' دھوم دھام '
دونوں وقت ملتے ' آس پاس ' اطراف و جوانب ' جم جم ' نت
نت ' کیوں نہیں ' الگ الگ ' صبح و شام ' چوری چھپے ' آہستہ
آہستہ ' جوں توں ' جوں کا توں —

عربی کے جز جملے - کما حقہ ' حتی الامکان ' کما ینبغی '
من و عن ' حتی المقدور ' حاصل کلام ' طوعاً کرہاً ' آخر
الامر وغیرہ —

۱۰ کبھی تمیز یا اسم کے بعد سے ' تک ' میں ' وغیرہ
آنے سے تمیز بن جاتی ہے جیسے کب تک ' بھولے سے ' پھرتی
سے ' اتنے میں - فارسی کی (ب) فارسی الفاظ کے ساتھہ آنے
سے یہ کام دیتی ہے جیسے بخوشی ' بخوبی ' بدل و جان —

۱۱ - بعض اسم " وار " کے ساتھہ مل کر یہ معنی دیتے
ہیں جیسے تفصیل وار ' ہفتہ وار ' ماہوار ' نمبر وار وغیرہ —

۱۲ - بعض الفاظ صفات بھی تمیز کا کام دیتے ہیں - مثلاً
خوب ' ٹھیک ' بجا ' درست - جیسے خوب کہا - بجا فرمایا -
ٹھیک کہتے ہو - درست فرماتے ہیں —

ہزار اور لاکھہ ' کثرت کے معنوں میں تمیز کے طور پر
استعمال ہوتے ہیں - جیسے میں نے لاکھہ سمجھایا کچھہ اثر
نہ ہوا - ہزار سر مارا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا - لاکھہ طوطے
کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا —

۱۳ - کبھی اسمائے عام بھی تمیز کے معنوں میں آتے ہیں -

جیسے اُنگلوں بڑھتا ہے ، بانسوں اُچھلتا ہے ، گھٹنیوں چلتا ہے ، بھوکوں مرتا ہے ، جھوٹوں بھی نہ پوچھا (یہ سب الفاظ جمع میں استعمال ہوتے ہیں) —

۱۴ - بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی تمیز کا کام دیتے ہیں جیسے کھلکھلا کر ہنسا ، بلبلا کر رو یا —
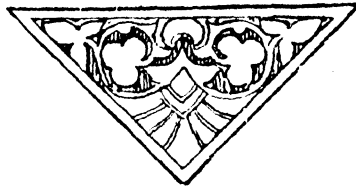
حروف

حروف وہ غیرمستقل الفاظ ہیں جو تنہا (بولنے یا لکھنے میں) کوئی خاص معنی پیدا نہیں کرتے جب تک کسی جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں جیسے کو، تک، جب وغیرہ —

اُردو میں اِن کی چار قسمیں ہیں —

۱ - ربط -

۲ - عطف -

۳ - تخصیص -

۴ - فجائیہ -

۱ — ربط

حروف ربط وہ ہیں جو ایک لفظ کا علاقہ کسی دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں —

(۱) کا، کے، کی -

(۲) نے -

(۳) کو، تئیں، سے، میں، تک، پر -

یہ حروف ربط سادہ قسم کے ہیں جو عموماً اسم یا ضمیر یا تمیز کے ساتھ آتے ہیں اور اُن کی حالت کا پتا دیتے ہیں مثلاً نمبر (۱) حالت اضافی کے لیے - نمبر (۲) حالت فاعلی کے لیے - نمبر (۳) حالت مفعولی، ظرفی یا طوری

کے لیے آتے ہیں —
اگرچہ بظاہر یہ حروف بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جب ان کی اصل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنسکرت میں مستقل الفاظ تھے لیکن زمانے کے تغیرات سے رفتہ رفتہ ایسے ہو گئے کہ وہ اب محض ایک سادہ علامت کا کام دیتے ہیں - مثلاً کنے، جو پرانی اردو میں پاس کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا اصل میں کرن یا کرنے سے ہے جس کے معنی کان کے ہیں - چونکہ کان قریب کا عضو ہے اس لیے یہ معنی ہوگئے - یہی حال دوسرے حرف کا ہے - (کا) مذکر واحد، (کے) جمع مذکر، (کی) واحد و جمع، مونث اسما و ضمائر، دونوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں —
یہ لفظ کرتا کی خرابی ہیں جو سنسکرت کے فعل کری کا مفعول ہے - پراکرت میں کرتا کے ساتھ مفعولی علامت کا اضافہ کیا گیا، بعد ازاں ت نکل گئی اور ری کا ی ر سے بدل ہوگیا اور لفظ کی صورت کیرا کا ہوگئی - پراکرت میں یہ لفظ اضافی حالت کے ساتھ استعمال ہوتا تھا، رفتہ رفتہ اضافت تو مٹ گئی اور یہ اُس کی جگہ قائم ہو گیا - اسی لفظ سے بعد میں کیرو، کیرا، کرا، کر، کے نکلے جو قدیم ہندی میں حالت اضافی کے لیے استعمال ہوتے تھے - اور انھیں کی مختلف صورتیں برج اور ہندی کے، کوں، کو اور کا ہیں- اور جب ان کے شروع سے ک نکل گیا، تو باقی 'را' اور اس کی دوسری صورتیں 'ری'، 'رے' پیدا ہوگئیں جو ضمیر ذاتی میں صرف متکلم کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں —

'نے' صرف فاعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی افعال متعدی میں - سنسکرت کا مفعول، 'لگیا' پراکرت میں 'لگیو' ہوا، وہاں سے ہندی لگیے، لے، نے، بنے - گجراتی اور پنجابی میں (نے)

مفعول اور فاعل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن چونکہ ہندی میں مفعول کی علامت (کو) موجود ہے لہذا (نے) صرف فاعل کے لیے مخصوص ہو گیا —

گو بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی کرتا سے اسی طرح نکلا ہے جیسے کا ' لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سنسکرت کے ظرف کاکشے سے بنا ہے- کاکشے کاکشا سے نکلا ہے جس کے معنی بغل کے ہیں اسی سے پنجابی کچھہ بمعنی بغل ہے اور بنگالی کا چھے بھی اسی سے بنا ہے' جس کے معنی اس زبان میں نزدیک کے ہیں - کیونکہ بغل سب سے قریب ہے' اس لیے اُس کے یہ معنی ہو گئے- قدیم ہندی میں کاکہہ اور کاکہم ہوا ' کاہم سے معمولی تغیر و تبدل کے بعد کا ہاں' کہاں ' کہاؤں ' کاوں اور کو بنا —

سے سنسکرت کے لفظ سانگے سے ہے جس کے معنی معیت کے ہیں-

میں سنسکرت کے لفظ مدھیا سے بنا ہے - مدھیا کی مختلف صورتیں رفتہ رفتہ مدھیا ' مدھی' مہی' ماھی اور ماہ ہوئیں ان میں دھا ' ھا اور یا سے بدلا اور یا بعد میں ای ہوئی اور پھر ای بھی غائب ہو گئی —

مانجھہ (جس کے معنی درمیان کے ہیں) بھی اسی سے ہے ' اس کے بعد کی صورتیں ماھیں ' مہاں ' مہں ' موں ہیں - غرض میں آخر میں ماھیں سے بنا ہے —

پر' سنسکرت کے اُپری سے ہے —

تک سنسکرت میں ایک لفظ ترتیا ہے جس کی اصل تری ہے اور جو سنسکرت میں انہیں معنوں میں آتا ہے جیسے اردو میں تک - تری کے ساتھہ (کو) اضافہ کیا گیا تو تریکو ہوا (ر) اڑ گئی تک رہ گیا —

تلک کی بھی یہی اصل ہے - تریکو میں ر' ل سے بدل گئی (ر اور ل کا بدل عام طور پر ہوتا ہے) تو تلیکو بنا اور تلیکو سے تلک بن گیا - ہندی اور پرانی اردو اور آج کل کے دیہات میں

بھی لگ بمعنی تک کے آتا ھے - چونکہ لگ کے معنی قریب پہنچنے کے ھیں اور تک اور تلک حد کو بتاتا ھے کہ اُسے چھوسکتے ھیں اسی لیے لگ ان معنوں میں استعمال ھونے لگا —

تئیں بھی غالباً سنسکرت کے لفظ ترتیا سے بنا ھے —

ان کے علاوہ اور بہت سے الفاظ ھیں جو حروف ربط کا کام دیتے ھیں ' مثلاً پاس ' تلے ' پیچھے ' آگے ' بیچ ' سمیت ' اوپر ' نیچے ' باھر ' لیے ' ساتھہ ' سنگ ' سامنے ' مارے ' لیکن یہ تمام الفاظ بجز " سمیت " کے اضافی حالت کے ساتھہ آتے ھیں - جیسے اس کے پاس - صندوق کے نیچے - دھوپ کے مارے سر دکھنے لگا - گھر بچوں سمیت —

اسی طرح بہت سے فارسی و عربی کے الفاظ بھی حروف ربط کا کام دیتے ھیں - جیسے بغیر ' اندر ' نزدیک ' باعث ' واسطے ' سبب ' سوا ' طرح ' نسبت ' بجا ' بجز ' موجب ' پیش ' پس ' قبل ' گرد ' درمیان - یہ الفاظ بھی اضافی حالت کے ساتھہ آتے ھیں —

ھندی کے بعض حروف ربط دو دو مل کر آتے ھیں اور ایک حرف کا کام دیتے ھیں جیسے وہ چھت پر سے گر پڑا - نالی میں سے نکل گیا - یہ تو اُس میں کا ھے - دیوار پر سے کود گیا -

۲ - حروف عطف

حروف عطف وہ ھیں جو دو یا دو سے زیادہ لفظوں یا دو جملوں کو ملانے کا کام دیتے ھیں - جیسے جوان اور بوڑھے سب تھے - ھرکارہ آیا اور خط دیکر چلا گیا - میں تو آگیا مگر وہ نہیں آیا - اگر ھم جاتے تو وہ نہ جاتا - اخبار ' رسالے اور کتابیں نکال کر الگ رکھہ دو -

ان کی کئی قسمیں ھیں —

(۱) وصل (۲) تردید (۳) استدراک (۴) استثنا (۵) شرط (۶) علت (۷) بیانیہ —

۱ - وصل کے لیے اور ' و ' کیا ... کیا ' کہ ' یا - اس میں و اور کہ فارسی ہیں - مثالیں -

جوان اور بوڑھے سب تھے - ہرکارہ آیا اور خط دے کر چلا گیا - بادشاہ و وزیر کھڑے ہیں - کیا وہ اور کیا تم دونوں ایک ہو - اُس نے کہا کہ ابھی مت جاؤ - (اور) اور (و) کے استعمال میں فرق ہے جس کا ذکر نحو میں کیا جائے گا - (یا) جیسے کوئی ہے یا نہیں - (کہ) بھی انہیں معنوں میں آتا ہے - جیسے کوئی ہے کہ نہیں -

۲ - تردید - نہ نہ ' خواہ ' چاہے ' یا یا - مثالیں ' نہ وہ آیا نہ تم آے - خواہ تم آؤ خواہ اُسے بھیج دو - چاہے رہو چاہے چلے جاؤ - یا یہ لو یا وہ -

۳ - استدراک - پر ' لیکن ' بلکہ -

جہاں یہ لفظ آتے ہیں تو جملوں کے مضمون میں جو مغائرت ہوتی ہے ان الفاظ کے آنے سے شک و شبہ رفع ہو جاتا ہے - یہ سب سچ ہے پر وہ نہیں مانتا - اس نے بہت سی شرطیں پیش کیں لیکن میں نے ایک نہ مانی - ایک نہیں بلکہ دو ہیں -

۴ - استثنا - مگر ' الا -

سب آئے مگر وہ نہ آیا ' سب آئے الا وہ نہیں آیا -

۵ - شرط - جو ' اگر -

اور جو تم نے کچھہ کہا تو مجھہ سے برا کوئی نہ ہوگا - "جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا" (غالب)

اگر وہ نہ آیا تو مجھے جانا پڑے گا -

ورنہ اور نہیں تو اور تو شرط کے جواب میں آتے ہیں -

وہ آیا تو آیا ورنہ مجھے خود جانا پڑے گا -

کچھہ کہتے ہو تو کہو نہیں تو میں جاتا ہوں -

پہلے جملے میں حرف شرط آتا ہے اور دوسرے جملے میں

جواب کے لیے اکثر تو آتا ہے جسے جزا کہتے ہیں -

۲ - علت - سو، پس، اس لیے ، لہذا ، بنا بریں ، کیوں کہ-
مثالیں - آپ نے اُسے جانے کا حکم دیا تھا ، سو وہ گیا - اُس نے
ہمیں حاضر ہونے کو کہا تھا ، پس ہم حاضر ہوگئے -

بعض حروف علت جوڑا جوڑا آتے ہیں یعنے ایک علت کے
ساتھ دوسرا معلول کے ساتھ جیسے 'چونکہ آپ نہ تھے اس لیے میں نہ آیا-

تا اور تاکہ اور مبادا کو بھی اسی ضمن میں سمجھنا
چاہیے - مثلاً : کتابیں بھیجد یجیے تاکہ جلد بند ہوا دوں -
آپ کہلا بھیجیے مبادا وہ نہ آے —

---

۳ - حروف تخصیص

حروف تخصیص جب کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں
تو خصوصیت یا حصر کے معنے پیدا کرتے ہیں —

حروف تخصیص یہ ہیں : — ہی - تو - بھی - ہر —
جیسے میں نے اختر ہی سے سنا تھا -

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

" ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں " —

فعل کے ساتھ بھی یہ حرف استعمال ہوتے ہیں -

" کسی نے اُن کو سمجھایا تو ہوتا " - " صاف چھپتے بھی نہیں
سامنے آتے بھی نہیں " -

ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مبتلا ہے- ہر چیز میں کوئی
نہ کوئی خوبی ضرور ہے -

ہر ایک کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی
پر لازم ہے کہ اپنا فرض ایمانداری سے ادا کرے- ہرایک کا یہ مقدور نہیں-

هر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے (غالب)

کوئی اور کسی کے ساتھہ بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ہر کسی کے کہنے کا یقین کیوں کر ہو سکتا ہے - اب تو ہر کوئی تمہاری سی کہنے لگا -

ہی ' بعض اسما ' ضمائر اور حروف کے ساتھہ مل کر مرکب لفظ کا جز بن جاتا ہے مثلاً :-

کب	ہی کے ساتھہ مل کر	کبھی	ہوا
جب	"	جبھی	"
اب	"	ابھی	"
تب	"	تبھی	"
سب	"	سبھی	"
کہاں	"	کہیں	"
وہاں	"	وہیں	"
یہاں	"	یہیں	"
وہ	"	وہی	"
یہ	"	یہی	"
اُس	"	اُسی	"
تم	"	تمہیں	"
ہم	"	ہمیں	"
تجھہ	"	تجھی	"
مجھہ	"	مجھی	"
جوں	"	جونہیں-جونہی	"
یوں	"	یونہیں-یونہی-یلنہیں	

حروف فجائیہ

وہ الفاظ جو جوش یا جذبے میں بے تحاشا زبان سے نکل

جاتے ہیں —

جیسے ہیں ہیں ! اوہو ، ہائے وغیرہ —

مختلف جذبات اور تاثرات کے لیے الگ الگ حروف مستعمل ہیں۔ بعض اوقات جز جملہ بھی ان معلوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے ! ماشاء اللہ ! سبحان اللہ، استغفراللہ وغیرہ —

۱ - حرف ندا - اے ' یا ' جیسے اے صاحبو - یا اللہ -

"ہوت" دور سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن شایستہ زبان میں اس کا استعمال نہیں ہے —

ارے ' ابے ' اجی ' ارے او ' ابے او عموماً یا تو انتہائی بے تکلفی میں یا تنبیہہ یا خفگی کی حالت میں چھوٹے درجے کے لوگوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں —

فارسی میں کبھی الف اسم کے آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے شاہا ، شاہنشاہا ' بادشاہا ' واعظا وغیرہ ' مگر اردو میں یہ صرف شعر میں آتا ہے —

جسے بلاتے ہیں اُسے منادیٰ کہتے ہیں - جب منادیٰ جمع کی حالت میں ہوتا ہے توجمع کا آخری ن گرجاتا ہے۔ اے صاحبو! اے بھائیو! بعض وقت حرف ندا محذوف بھی ہوتا ہے جیسے۔ لوگو دوڑو - صاحبو یہ کیا بات ہے —

۲ - خوشی اور مسرت کے لیے- اہاہا ' اُوہو ہو ' واہ واہ سبحان اللہ ' ماشاءلله -

۳ - رنج و تاسف کے لیے- ہائے ' وائے' آہ ' اُف اے' وائے' ہائے رے ' افسوس - حیف - ہیہات —

۴ - تعجب کے لیے سبحان اللہ ' اللہ اللہ ' اللہ اکبر تعالیٰ اللہ ' صلے علیٰ ' اُفو ' اہا -

۵ - نفرت کےلیے- در ' دردر ' دور ' تف ' تھو' استغفراللہ' معاذاللہ ' لاحول ولا قوۃ الا باللہ ' ہشت ' چھی -

۶ - تحسین و آفرین کے لیے سبحان اللہ ' ماشاءلله '

بارک اللہ ' خوب' شاباش ' جزاک اللہ ' واہ وا ' اللہ اللہ ' صل علی ' چشم بد دور -

۷ - پناہ مانگنے کے لیے- الامان' الحفیظ ' الامان الامان' توبہ ' الہی توبہ ' معاذ اللہ ' عیاذاً باللہ -

۸ - تنبیہ کے لیے - ہیں ہیں ' ہوں' ہوں ہوں' خبردار دیکھو ' سنو! -

---

فصل سوم

مشتق اور مرکب الفاظ

اس فصل میں مشتق اور مرکب الفاظ کا ذکر کیا جائے گا-

مشتق

مشتق وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے کسی قدر تغیر سے نکلا یا بنا ہو —

یہاں زیادہ تر ہندی الفاظ کے اشتقاق سے بحث کی جائے گی - فارسی اشتقاق اکثر ہندی سے ملتا جلتا ہے - عربی فی الحال ہماری بحث سے خارج ہے —

ا - اسمائے کیفیت عام طور پر اس طرح بنتے ہیں —

(ا) اکثر افعال کے مادے (یعنی علامت مصدر کے گر جانے کے بعد) اسمائے کیفیت کا کام دیتے ہیں - مثلاً ہار، جیت، مار، پھیر، تاک، سیک، بول، لوٹ، روک، ٹوک وغیرہ —

بعض اوقات اعراب کو لمبا کرکے حروف علت کی شکل میں لے آتے ہیں - جیسے اُترنا سے اُتار، چلنا سے چال، ٹلنا سے ٹال، ملنا سے میل —

(ب) مادے کے آخر میں الف کے بڑھانے سے - جیسے جھگڑا، پھیرا، چھاپا -

(ج) ن کے بڑھانے سے - جیسے چلن، مرن، کھن، اُترن، کترن، سوجن وغیرہ —

(ہ) بعض اوقات صفات کے آگے ن بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں جیسے - اُنچان، چوڑان، لمبان وغیرہ۔

(ہ) فعل کے آگے ا، ن کے اضافے سے - جیسے اُتھان، لگان، اُڑان، ڈھلان -

(و) فعل کے مادے کے آگے ائی معروف یا وائی بڑھانے سے - لیکن اس میں ہمیشہ اجرت یا مزدوری کے معنی پائے جاتے ہیں - جیسے ڈھلائی، چرائی، پسوائی، دھلائی، سلائی، رنگوائی -

(ز) صفت کے بعد ائی یا ئی بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں جیسے اچھائی، برائی، گولائی، بڑائی، چھٹائی —

(ح) اسم کے بعد ی معروف بڑھانے سے - چوری، ٹھگی، بھٹئی، بٹئی —

(ط) ت یا تی کے بڑھانے سے جیسے بچت، کھپت، بھرتی، بڑھتی، پھبتی -

(ی) ات کے اضافے سے جیسے بھتات، بھلمنسات -

(ک) اسم کے بعد ٹ، ہٹ، اٹ کے بڑھانے سے جیسے گھبراہٹ، بناوٹ، رکاوٹ، لگاوٹ وغیرہ —

(ل) بعض اوقات صفات کے آگے یہی علامت بڑھانے سے بھی اسمائے کیفیت بنتے ہیں - جیسے چکناہٹ، کڑواہٹ، نیلاہٹ —

(م) مادۂ فعل کے بعد آؤ کے اضافہ کرنے سے - جیسے بچاؤ، چڑھاؤ، چھڑکاؤ، جھکاؤ، لگاؤ، رکاؤ وغیرہ -

(ن) پا، پن اور پنا اسم کے آگے بڑھانے سے جیسے بڑھاپا، چھٹاپا، مٹاپا، لڑکپن، بچپن، شہدپن، دیوانہ پن، بچپنا، گنوارپنا، چھٹپنا -

(س) ک کے بڑھانے سے، اسم یا فعل کے بعد جیسے ٹھنڈک،

بیٹھک ---

(ع) کی کے اضافے سے جیسے چسکی -

(ت) اس کے اضافے سے جیسے مٹھاس، پیاس، کھٹاس -

(ص) مادۂ فعل کے بعد اپ کے اضافے سے جیسے ملاپ -

(ق) پت سے جیسے سہان پت، کنوار پت -

(ر) نا کے لگانے سے - جیسے چاندنا ---

(ش) واس کے بڑھانے سے - جیسے بکواس ۔

(ت) وا کے اضافے سے - جیسے بڑھاوا، بلاوا، دکھاوا وغیرہ -

(ض) پت - جیسے اپنایت -

یہ سب ہندی صورتیں ہیں لیکن بعض فارسی ترکیبیں بکثرت استعمال ہوتی ہیں - مثلاً گی کے لگانے سے بندگی، زندگی، مردانگی، دیوانگی (یہ علامت ان فارسی الفاظ کے آگے اضافہ کی جاتی ہے جن کے آخر ہ ہوتی ہے) -

اسم کے بعد ی کے اضافے سے، جیسے گرمی، نرمی، جوانی روشنی، وغیرہ -

امر کے آگے ش یا یش کے اضافے سے جیسے سوزش، آزمایش، گردش وغیرہ ---

امر کے آگے اک کے بڑھانے سے جیسے خوراک، پوشاک -

۴ - اسم فاعل، جو کسی کام یا پیشے کے ظاہر کرنے کو استعمال ہوتا ہے، مفصلۂ ذیل علامات کے اضافے سے بنتا ہے -

(ا) والا، جیسے رکھوالا، گوالا، وغیرہ -

(ب) وال، جیسے دوال، رکھوال -

(ج) ہار، ہارا، جیسے پنہارا، پسنہارا، لکڑہارا، گھسیارا، جانہارا - ہار سنسکرت کے لفظ کارک سے بگڑ کر بنا ہے، جس کے معنے آنے والے کے ہیں -

بعض الفاظ میں ہارا کی ہ اُڑگئی ہے اور آرا، آر، یار، ہوگیا ہے- جیسے کرتار، چمار، کمہار، بنجارا، بھٹیارا، سنار، لوہار -

(د) اری یا اڑی کے اضافے سے بنتا ہے، جیسے پجاری، بھکاری، کھلاڑی --
(ہ) ایرا کے اضافے سے جیسے لٹیرا، کمیرا، سپیرا، کسیرا -
(و) ا کے اضافے سے، جیسے بھڑ بھونجے میں بھونجا جو پرانے فعل بھنجنا (بھوننا) سے نکلا ہے - جوتا (زمین جوتنے والا)، اُچکا -
(ز) یا کے اضافے سے جیسے گدڑیا (گدڑ بمعنے بھیڑ) دیوالیا، نچلیا۔
(ح) یا کے اضافے سے، جیسے گویا، بٹویا -
(ط) ہا کے اضافے سے، جیسے چرواہا —
(ی) وا کے اضافے سے جیسے مچھوا، بھڑوا (بھاڑے سے)، پٹوا (پٹ = ریشم) —
(ک) اک کے اضافے سے، جیسے پیراک، لڑاک، تیراک، چالاک۔
(ل) تا کے اضافے سے، جیسے داتا - یا رشتے کو ظاہر کرنے کے لیے جیسے پتا (یہ سنسکرت علامت ہے) —
(م) کڑ کے اضافے سے، جیسے بھلکڑ، کودکڑ، بجھکڑ —
(ن) و کے اضافے سے، جیسے ڈاکو، پیٹو —
(س) رو کے اضافے سے، جیسے پکھیرو، کسیرو —

اس کے علاوہ فارسی علامتیں بھی اردو میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں مثلاً گر، گار، کار، جیسے کاریگر، نیلگر، زرگر، خدمت گار، مددگار، دستکار -
بر، جیسے، رہبر، دلبر، پیغامبر —
بان، وان، جیسے باغبان، گاڑی بان، کوچوان (اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں موٹر بان) —
مند، جیسے دولت مند، حاجت مند —
ور، آور، جیسے جانور، زور آور —
ترکی علامت چی سے جیسے خزانچی، طبلچی، بندوقچی، باورچی —

ان فارسی علامات و الفاظ کا ذکر تفصیل سے آگے آے گا۔

۳ ۔ اسماے آلہ ' فعل کے بعد ان علامات کے بڑھانے سے بنتے ہیں جیسے :—

(ا) نی ' نا ' ن کے اضافے جیسے دھونکنی ' اوڑھنی ' بیلن ' چھلنی ' پالنا ' میانا - اسم کے بعد ن بڑھانے سے جیسے دتون۔

(ب) ا کے اضافے سے جیسے گھیرا —

(ج) یل کے اضافے سے جیسے نکیل —

(د) و کے اضافے سے جیسے جھاڑو۔

فارسی میں ہ کے اضافے سے جیسے دستہ ' چشمہ —
آنہ " انگشتانہ ' دستانہ ۔

۴ ۔ اسماے ظرف اسم کے بعد ان علامات کے لگانے سے بنتے ہیں۔

(ا) باڑی ' باڑہ ' واڑہ ' واڑا ' واری جیسے بانس باڑی ' سھد باڑہ ' امام باڑہ ' رسول باڑی ' تھیرواڑہ ' ھرواڑ ' پھلواری ' پچھواڑا ۔

(ب) ستان جیسے راجستان ' ھندوستان —

(ج) الا یا الی سے جیسے ھمالا ' شوالا ' متالی —

(د) ال ' یال سے - جیسے سسرال - ننھیال —

(ہ) سال ' سالہ یا شالہ سے - ٹکسال ' گھڑسال ' پاٹ شالا ' دھرم سالہ ۔

(و) انہ جیسے سدھیانہ ' سرھانہ ۔

(ز) او سے جیسے پیاؤ ' ٹلاؤ ۔

(ح) دوار یا دوارا سے جیسے ھردوار ' گردوارا ۔

۵ ۔ اسم کی تصغیر ان علامات کے اضافے سے بنتی ھے ۔

(ا) ا کے لگانے سے جیسے ڈبیا ' پھڑیا ' لٹیا —

اس قسم کی تصغیر سے اکثر پیار اور محبت کا اظہار ھوتا ھے جیسے بٹیا ' بھولا ' بھیا ۔

(ب) ی معروف سے ٹوکری ' رسی ' شیشی ۔

(ج) یا سے جیسے انبیا ' کھٹیا ' تلیا (تال سے) -
(د) وا سے جیسے مردوا ' جوروا ' بٹوا -
(ہ) ڑی ' ری اور ڑا یا ' را ' کے لگانے سے - جیسے دمڑی (دام سے) ' پلنگڑی ' چمڑا ' چمڑی ' گلیاری ' کھلڑی ' لنگڑا ' ٹکڑا (ٹک سے) ٹھیکڑا (ٹھیک سے) ' مکھڑا ' جھوڑا -
(و) ایلا ' اولا سے جیسے دھیلا (ادھیلا یعنے آدھے سے) بگھیلا ' یا بھگیلا (باگھہ سے) ' کھٹولا ' نندولا ' ککیلا ' سپولیا (ہندی سنپولا) بھنڈیلا ' گدیلا —
(ز) ٹا یا وٹا سے جیسے ہرنوٹا ' چوٹا ' بامنٹا -
(ح) نا سے جیسے بھٹنا ' ڈھولنا -
(ط) ک ہندی اور فارسی دونوں میں مشترک ہے جیسے ڈھولک ' مردک ' عینک ' طفلک ' بطخ ' (بطک) -
(ی) وڑ سے جیسے بندوڑ -
علاوہ ک کے فارسی علامت چی یا چہ اُردو میں مستعمل ہے جیسے صندوقچہ ' باغیچہ ' دیگچہ ' دیگچی ' نیمچہ ' ڈولچی ' نیچہ ' سینچہ ' دمچی -

۲ - اب اُن صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوسرے الفاظ سے مشتق ہیں -
(ا) ی کے اضافے سے جیسے شہری ' پہاڑی ' دیسی ' بھاری ' اونی ' بلی وغیرہ -
(ب) ا کے بڑھانے سے جیسے دردھیا ' جھوٹا ' میلا ' بھوکا ' نیلا ' گیروا -
(ج) اک سے جیسے لڑاک ' پیرک یا تیراک -
(د) (ایلا یا ی معروف) کے بڑھانے سے جیسے پتھریلا ' شرمیلا ' رسیلا ' نکیلا ' سجیلا ' رنگیلا ' نشیلا ' سریلا وغیرہ -

ایلا (یا ی مجہول)	اکیلا ' سوتیلا ' کسیلا ' غصیلا '
ایل ' یل ' ل	دودھیل ' دبیل ' تندیل ' غصیل ڈرھیل ' پائل ' گھائل ' بوجھل
الا	متیالا - کوڑیالا -

ایرا - وڑ — چچیرا ، ممیرا ، کمیرا ، ھنسوڑ -
الو — لجالو، شرمالو ، جھگڑالو —

(ہ) او - جیسے بکاؤ ، ڈباؤ ، کماؤ ، کھاؤ —
(و) ک - جیسے ویدک ، سماجک ، پھوتک —
(ز) کا - جیسے پکا —
(ح) یت - پنچیت ، کرکیت ، پھکیت ، ڈکیت —
(ط) ونت - بلونت ، بگھونت —
(ی) مان یا وان - جیسے بھاگوان، بدھیمان، گنمان، دھنوان -
(ک) وے جیسے بازارو ، دیدارو —
(ل) واے جیسے پروا ، پچھوا —
(م) سا سے جیسے پیاسا ، روانسا (رونکھا) ننداسا —
(ن) والا - جیسے متوالا —
(س) واں - جیسے گیہواں ، ڈھلواں ، پھسلواں ، گٹھواں -
(ع) نا - جیسے پھسلنا -
(ف) ھار - جیسے ھونہار ، جانہار ، مرنہار وغیرہ —
(ص) ھای (تانیث کے لیے) جیسے فیلھائی —
(ق) ھرا یا ھری اور ھلی جیسے سنہرا ، سنہری، رپہلی —
(ر) یرا - جیسے ممیرا ، خلیرا ، بھتیرا —

اس کے علاوہ فارسی کی بعض علامات بھی اسی طرح اُردو میں مستعمل ھیں جیسے ی ھندی اور فارسی دونوں میں یکساں استعمال ھوتی ھے - اس کے علاوہ :—

آنہ جیسے مردانہ ، سالانہ ، ماھانہ —

اِیں یا اِین جیسے زریں، آتشیں، رنگین، نمکین، شوقین، کمین-

ناک - جیسے غضبناک ، ھولناک ، خطرناک —

اس کے علاوہ اسم اور امر سے مل کر سیکڑوں فارسی صفات بنتے ھیں جو اردو میں بلا تکلف بولے جاتے ھیں - لیکن اس کا تعلق مرکبات سے ھے -

فارسی حروف بے ' بر ' با ' بہ ' اسم کے ساتھہ آکر صفات بناتے ھیں - جیسے برمحل ' بر وقت ' بر قرار ' بجا ' بیجا ' بیدل ' با تدبیر ' بے عقل وغیرہ —

علاوہ اس کے هندی میں (س) خوبی کے لیے اور (ک) عیب کے لیے بعض الفاظ کے شروع میں آتا ھے مگر عموماً یہ قیاسی ھوتے ھیں ' جیسے سڈول ' سپوت ' سپھل ' پچیت ' کپوت ' کڈھب ' کراہ وغیرہ —

مرکب

مرکب الفاظ دو قسم کے ھیں -

اول وہ جہاں ایک خاص حرف یا علامت یا لفظ دوسرے مختلف الفاظ کے ساتھہ مل کر خاص معنی پیدا کرتا ھے —

دوسرے ' وہ جب کہ دو مختلف اسم یا ایک اسم اور صفت یا اسم و فعل یا صفت و فعل مل کر ایک لفظ بن جاتا ھے ' ایسے مرکبات زیادہ تر هندی ھوتے ھیں —

اب هم دونوں قسموں کا الگ الگ بیان کرتے ھیں —

(۱)

(۱) اول اُن الفاظ کا بیان کیا جاتا ھے جن کے شروع میں آنے سے صفات کی نفی ھوتی ھے —

ا (هندی) سے جیسے ادھر ' اٹل ' امٹ ' اچل ' اچھوت ' اچھوتا وغیرہ -

ان " " انجان ' ان پڑہ ' ان گھڑ ' ان مول ' ان مل وغیرہ —

ن " " نڈر ' نہتا ' نکما ' ندیدہ ' وغیرہ —

نر " " نراسا ' نرمل ' نربل ' نرگن وغیرہ —

بن " " بن سلا ' بن سرا ' بن جتی (زمین) -

کُ ' ک " " کُڈھب ' کُراہ ' کپوت ' وغیرہ —

پر " (بمعنی غیر ' دوسرا) پردیس ' پرسال ' پرتال ' پرلوک وغیرہ -

بعض فارسی اور عربی الفاظ بھی اسی طرح نفی کے لیے

استعمال ہوتے ہیں - جیسے -:

نا (فارسی)' (ہندی الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے) جیسے نالایق 'نادار' ناوقت' ناسمجھ' ناچار' نادان

بے " " بے ہوش ' بے خبر ' بیدل' بے مثل' بے صبر' ہندی الفاظ کے ساتھ جیسے بے چین' بے تہا' بے ڈھب ' بے ڈھنگا ' بے دھڑک وغیرہ -

کم " " کمزور ' کمیاب ' کم عقل' کم حوصلہ ' کم اصل -

غیر (عربی) " " غیر حاضر' غیر مفید -

خلاف " " خلاف عقل' خلاف شرع ' خلاف قاعدہ -

اسی طرح بد ' تنگ ' زشت ' دون وغیرہ الفاظ ' دوسرے الفاظ کے ساتھ آکر ذم کے معنی پیدا کرتے ہیں جیسے بدگمان' بد شکل' بد چلن ' تنگ دل ' تنگ چشم ' زشت رو ' زشت خو ' دون ہمت وغیرہ -

(۲) مرکب صفات جو اکثر فارسی ہوتے ہیں اور اکثر بطور اسم فاعل مستعمل ہیں - (اسم کے ساتھ امر یا دوسرا اسم اضافہ کرنے سے) -

دار کے ساتھ جیسے دلدار ' زردار ' جاندار ' وفادار ' مالدار وغیرہ -

بر کے ساتھ جیسے دلبر ' فرمانبر —

باز " جانباز ' سرباز ' دغاباز —

ساز " حیلہ ساز ' دمساز ' سخن ساز ' زمانہ ساز ' کارساز —
آور (ور) " ناموَر ' زورآور ' دلاور ' قد آور ' نام آور —
خواہ " خیر خواہ ' دلخواہ ' خاطر خواہ ' عذر خواہ —
اندیش " دوراندیش ' خیر اندیش ' کوتہ اندیش —
طلب " خیر طلب ' مرمت طلب ' شہرت طلب —
شناس " ادا شناس ' مردم شناس ' قدر شناس ' سخن شناس —
دان " قدردان ' سائنس دان ' کاردان ' مزاج دان —
فہم " سخن فہم ' شعر فہم ' معاملہ فہم —
پوش " عیب پوش ' خطا پوش ' پردہ پوش ' خوان پوش —
بخش " خطا بخش ' زر بخش ' صحت بخش —
پرست " آشنا پرست ' زن پرست ' شکم پرست ' بت پرست — خدا پرست ' وطن پرست —
پسند " دل پسند ' ترقی پسند ' شہرت پسند —
فروش " خود فروش ' یار فروش ' دل فروش ' وطن فروش —
گیر " جہانگیر ' عالم گیر ' دست گیر ' دلگیر ' دامن گیر ' گلو گیر —
خوار (خور) " خونخوار ' دانہ خور ' میخوار ' شراب خوار بسیار خوار —
گو " راست گو ' دروغ گو ' کم گو ' پوچ گو —
جو " عیب جو ' جنگ جو ' نام جو —
بین " باریک بین ' عیب بین ' خورد بین ' آخر بین ' پیش بین —
نشین " جیسے دل نشین ' خانہ نشین ' ذہن نشین —
ربا " دلربا ' ہوش ربا ' اندوہ ربا —
چین " نکتہ چین ' سخن چین ' عیب چین ' خوشہ چین —

ریز " خونریز، شکر ریز، برگ ریز، زرریز، گوہر ریز،
فشاں(افشاں)- گلفشاں، نورافشاں، درافشاں، اشک فشاں -
سوز " جگر سوز، دل سوز، عالم سوز، جہاں سوز -
کن " بیخ کن، گورکن (اسم فاعل) -
زدہ " غم زدہ، آتش زدہ، قحط زدہ -
آلودہ " خون آلودہ، گرد آلودہ، شکر آلودہ -
زن " لاف زن، نیش زن -
آزار " دل آزار، مردم آزار، خلق آزار -
افروز " دل افروز، بزم افروز، جہاں افروز، عالم افروز -
افراز (فراز) " گردن افراز، سر افراز (سر فراز) -
آموز " علم آموز، جنگ آموز، نو آموز -
آمیز " خاک آمیز، گلاب آمیز، مکر آمیز، مصلحت آمیز -
انگیز " فتنہ انگیز، آتش انگیز، بغاوت انگیز -
پرور " غریب پرور، امیر پرور، شریف پرور، بندہ پرور
نازپرور، زبان پرور، سخن پرور -
نواز " غریب نواز، بندہ نواز، ذرہ نواز، پلک نواز -
پرداز " سخن پرداز، معنی پرداز -
کشا " دلکشا، مشکل کشا، عقدہ کشا -
گداز " دل گداز، تن گداز، جاں گداز -
نما " خوشنما، بدنما، خود نما، انگشت نما -
بوس " خاک بوس، قدم بوس، دست بوس، پابوس -
لیس " کاسہ لیس، رکابی لیس -
بار " بردبار، زیربار، گرانبار، سبکبار -
رو " تیزرو، سبک رو، کم رو، گرم رو -
دوز " زمین دوز، دلدوز -
رس " فریادرس، سخن رس، شاہ رس، دربار رس

داد رس ' دور رس -

گوں " نیلگوں ' گلگوں ' (رنگ کے لیے) -

فام " گلفام ' سیاہ فام ' لالہ فام (") -

اسی طرح بعض خاص اسم دوسرے اسما کے ساتھ آنے سے یہی معنی پیدا کرتے ہیں - مثلاً :-

دوست کے ساتھ جیسے غریب دوست ' وطن دوست ' خانہ دوست -

دشمن " آشنا دشمن ' زن دشمن -

فریب " دل فریب ' مردم فریب ' ابلہ فریب -

مائل " سبزی مائل ' زردی مائل ' سرخی مائل -

خوش (لفظ کے اول میں) خوشرو ' خوش خلق ' خوش مزاج -

نیک " نیک دل ' نیک طینت ' نیک مزاج -

خوب " خوب صورت ' خوب شکل -

خود " خود نما ' خود پسند ' خود غرض ' خود فریب ' خود رو -

صاحب " صاحب نصیب ' صاحب شعور ' صاحب دل -

اہل " اہل دل ' اہل کمال ' اہل علم وغیرہ (یہ الفاظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتے ہیں) -

کار " بدکار ' نیکو کار -

نیم " نیم پخت ' نیم جان ' نیم بسمل ' نیم بریاں ' نیم مردہ ' (نیم ملا بطور اسم) -

ترکیب اضافی لائق اور قابل کے ساتھ جیسے قابل سزا ' قابل علاج ' قابل داد ' قابل رشک ' قابل تحسین ' لائق انعام ' لائق تعریف وغیرہ -

۳ - بالکل اسی طرح اسم فاعل بھی بنتے ھیں ، بلکہ اکثر اوقات صفات و اسماے فاعل مشترک ھوتے ھیں - مثلاً

بر کے ساتھ جیسے پیغمبر ، رھبر وغیرہ

بردار " عصا بردار ، حقہ بردار ، علم بردار ، حکم بردار -

گر " کاریگر ، نیل گر ، زرگر ، بادشاہ گر -

کار " دستکار ، کاشتکار ، پیشکار ، قلمکار -

دار " زمیندار ، قرضدار ، چوبدار ، دکاندار -

باز " مرغ باز وغیرہ -

کش " جریب کش ، تار کش ، آرہ کش ، بادکش -

پوش " سرپوش ، پلنگ پوش ، پاپوش -

فروش " میوہ فروش ، مے فروش -

خوان " قصہ خوان ، مسل خوان ، مرثیہ خوان ، فارسی خوان -

انداز " گولنداز ، تیر انداز ، برقنداز ، زیر انداز ، پا انداز -

نشین " جا نشین ، فیل نشین ، کرسی نشین ، تخت نشین -

ربا " کاہ ربا ، آھن ربا -

کن " گورکن ، پشتہ کن -

دوز " خیمہ دوز ، چکن دوز ، کفش دوز -

شو " مردہ شو ، پاشو -

چی " خزانچی ، اوبچی ، طنبورچی ، طبلچی -

جس طرح شروع میں بعض حروف اور الفاظ ترکیب کے لیے آتے ھیں اسی طرح آخر میں بھی آتے ھیں - شروع میں جو آتے ھیں انھیں سابقہ کہتے ھیں اور آخر میں آنے والے لاحقہ کہلاتے ھیں —

فارسی لاحقوں کا ذکر آچکا ہے۔ اب یہاں چند فارسی سابقے لکھے جاتے ہیں جو عام طور پر مستعمل ہیں —

پا — پا انداز، پا بوس، پا بند، پا جامہ، پا زیب، پامال وغیرہ -

پس — پس انداز، پس ماندہ، پس پا وغیرہ -

پر — پر جوش، پر معنی، پر مغز، پر درد وغیرہ -

پنج — پنج روزہ، پنجتن، پنجگانہ، پنجشنبہ وغیرہ -

پیش — پیشانی، پیشاب، پیش دست، پیش خیمہ، پیش کش وغیرہ -

تہ — تہ خانہ، تہ بند، تہ بازاری، تہ دیگی وغیرہ -

خر — خر گاہ، خر مہرہ، خرمن، خرگوش وغیرہ -

خوش — خوش اسلوب، خوشبو، خوش بیان، خوش خصال، خوش نصیب وغیرہ -

در — در پردہ، درپیش، درکار، درگزر، درپے وغیرہ -

زبر — زبردست وغیرہ -

زیر — زیر بار، زیر دست، زیر لب وغیرہ -

زود — زود رنج، زود فہم، زود نویس، زود آشنا وغیرہ -

سر — سر خوش، سر بلند، سر تاج، سر رشتہ، سر حد، سرکش وغیرہ

سہ — سہ درہ، سہ منزلہ، سہ چند، سہ گوشہ وغیرہ -

شاہ، شہ — شاہ راہ، شاہ رگ، شاہ نشین، شہ نشین، شہتیر، شہ بالا، شہسوار وغیرہ -

شش — شش جہت، شش ماہی، ششدر وغیرہ -

صاحب — صاحب خانہ، صاحبدل، صاحب کمال، صاحب عالم، صاحب نصیب وغیرہ -

صدر — صدر مدرس، صدر اعظم، صدر اعلیٰ، صدر محاسب وغیرہ

غیر — غیر ممکن، غیر مناسب، غیر موزوں، غیر ضروری،

غیر منقولہ وغیرہ -

لا (عربی) لا اُبالی، لا زوال، لا وارث، لا مکان، لا یعنی وغیرہ -

میر میر فرش، میر آتش، میر عمارت، میر منشی، میر مجلس وغیرہ -

نیم نیم حکیم، نیم روز، نیم راضی، نیم باز وغیرہ -

نو نو آبادی، نو بہار، نو دولت، نو عمر، نو گرفتار وغیرہ -

ہر ہر دلعزیز، ہر روزہ، ہرکارہ وغیرہ -

ہزار ہزار داستان، ہزار دانہ، ہزار پا وغیرہ -

ہشت ہشت پہلو، ہشت ہزاری وغیرہ -

ہفت ہفت اقلیم، ہفت خواں، ہفت زباں وغیرہ -

ہم ہم آواز، ہم پیالہ، ہم نوالہ، ہم نشیں، ہمدرد وغیرہ -

ہمہ ہمہ داں، ہمہ گیر وغیرہ -

یک یک دل، یک چشم، یک رنگ، یک جہتی وغیرہ -

ہندی کے بھی بعض الفاظ بطور سابقے کے استعمال ہوتے ہیں مثلاً :-

تر تر پھلا، تر سول، ترلوک وغیرہ -

چو چو بولا، چو بارہ، چو پہلا، چو راھا وغیرہ -

سر سر کٹا، سر منڈا، سر دھرا، سر پنچ، سر توڑ وغیرہ -

مہا مہا تما، مہا بلی، مہا بھارت، مہا بیر، مہا جن، مہا راج وغیرہ -

یک (اِک) یکنگ (اِکنگ) یکتارا، اِکتارا، اِکتالہ اِک پیچا، اِکتالہ، اکلوتا -

یہاں صرف وہی فارسی ترکیبیں بیان کی گئی ہیں جو اکثر اسما خاص الفاظ کے ساتھ آکر خاص معنی پیدا کرتے ہیں، اسی ڈھنگ سے دوسرے نئے الفاظ بنانے میں مدد مل سکتی ہے - مختلف الفاظ کے باہم اختلاط سے جو الفاظ مرکب بنتے ہیں ان کا ذکر آگے کیا جاتا ہے —

(۲)

اردو میں جب دو مختلف لفظ مل کر ایک بن جاتے ہیں' تو اس کی دو حالتیں ہیں —

اول' بلحاظ ترکیب لفظی' یعنی جب دو لفظ مل کر ایک ہو جاتے ہیں تو لفظ کی صورت کیا ہوتی ہے —

دوسرے' بلحاظ معنی یعنی معنی کے لحاظ سے ایسے الفاظ کی کیا حیثیت ہوتی ہے —

اول ہم پہلی حالت کا بیان کرتے ہیں اور وہ ہمارے خیال میں بہت ضروری ہے ' تاکہ آئندہ جو نئے الفاظ ہم بنانا چاہیں تو وہ اسی ڈھنگ پر ہوں اور غیر مانوس نہ معلوم ہوں اور آسانی سے رائج ہو سکیں —

(۱) دو لفظ مل کر اپنی اصلی حالت قائم رکھتے ہیں اور اُن میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا - جیسے بھلا مانس ' ان داتا ' کرن پھول ' کار خانہ ' کار چوب' مانس گند ' گورا شاہی ' باگڈور ' دیا سلائی —

(۲) پہلے لفظ کے الف ممدودہ کا مد گر جاتا ہے اور صرف سادہ الف رہ جاتا ہے جیسے ادہ کچرا ' ادہ کھلا ' ادہ موا ' امرس -

(۳) دو لفظوں کے ملنے پر پہلے لفظ کے آخر کا (ا) یا (ی) گرجاتی جیسے ادہ کچرا ' ادہ کھلا' بڑ بھاگی' بڑ پن ' بڑ بٹا ' بڑ دنتا ' بڑ کنا ' بڑ ما ' بڑ منھی ' بڑ ملہا ' بھتیج بہو ' بھتیج داماد ' کپڑ چھن ' کپڑ گند ' کچ پیندیا ' کچ لہو ' کھٹمٹھا -

(۴) پہلے لفظ کے بیچ کا حرف علت گر جاتا ہے ' جیسے پت جھڑ ' پن چکی ' پن گھٹ ' پن کپڑا ' پن کٹی (پان کا مخفف) ھت پھوری ' ھت چھٹ ' ھت کڑی

ھتکھنڈا ، دھن کٹی ، کن توپ ، کن چھیدن ، گل جبا ،
گل تکیہ ، گل مچھے ، گل مالا ، گل پھلا ، کن رس ،
کن رسیا ، کن کٹا ، ست نجا ، کن پھٹا ، پن کال ، تل چٹا
(تل تیل کا مخفف ہے) پچمیل ، منجدھار ، پھلجھڑی ،

(۵) پہلے لفظ کے بیچ اور آخر کے دونوں حرف علت
گر جاتے ہیں ، جیسے گھڑ بہل ، گھڑ چڑھا ، گھڑ دوڑ ،
گھڑ ناو ، گھڑ منہا -

(۶) دونوں لفظوں میں حرف علت کا گرنا ، جیسے بگ
ٹٹ ، بھلمنسائی ، بھلمنسات -

(۷) جب پہلے لفظ کا آخر حرف اور دوسرے لفظ کا اول
حرف ایک ہوں تو ایک گر جاتا ہے جیسے کچالو ،
نکٹا ، ھڑتال ، (ھت تال کا مخفف ہے - ت اور ت کے
یکجا کے آنے سے ت ڑ سے بدل گئی) -

(۸) اسم فاعل یا صفت یا اسم عام بنانے کی غرض سے
آخر میں الف یا مونث کے لیے ی بڑھا دیتے ہیں
جیسے چو بغلا ، کن رسیا ، لم ٹڑھیا - مرکھنا (مر اور
کھن سے مرکب ہے ؛ کھن کے معنی ٹکڑے کرنے کے ہیں)
ست لڑا ، ست ماسا ، ست نجا ، انگرکھا ، بڑدتا ،
بڑ منہوا ، بڑ منہی ، گٹھ کٹا ، کن پھٹا ، کن کٹا ،
بھڑ بھونجا (بھڑ بھاڑ کا مخفف ہے اور بھونجنا کے معنی
بھوننا کے ہیں) -

(۹) بعض اوقات دو لفظوں کے بیچ میں ا نسبت یا تعلق
ظاہر کرنے کے لیے بڑھا دیتے ہیں جیسے مٹیا مٹل ، ھیرا
پھیری ، بیچا بیچ ، دھڑا دھڑ -

(۱۰) بعض الفاظ عجب طرح سے مرکب ہوتے ہیں مثلاً
پھلیل ، اصل میں پھول تیل تھا - پھول میں سے و
کو اور تیل میں سے ت کو حذف کر کے ایک لفظ

بنا لیا - لوچوں ' لوھے چورن سے ھے (چورن بمعنی سفوف)
اسی طرح بھتیجا اصل میں بھائی جایا اور بھانجا'
بہن جایا تھا -

(۱۱) آندہ کے معنی ھندی میں بو کے ھیں - اس سے کئی
لفظ مرکب بنے ھیں - مثلاً چراند ' بساند ' سڑاند ' ھراند -

(۱۲) ھندی میں مرکب الفاظ کی سب سے بہتر ترکیب
ھندی اعداد میں نظر آتی ھے جسے ھم بالتفصیل
صرف کے حصے میں لکھہ چکے ھیں -

یہ ھندی ترکیبیں قریب قریب اسی قسم کی ھیں
جو سنسکرت میں پائی جاتی ھیں - لہذا ان کی
تقسیم بلحاظ معنی کے اُسی صورت سے کی جاتی ھے
جو سنسکرت میں ھے -

اول مرکبات تابع ' جن میں الفاظ کا تعلق اسم کی حالت
کے تابع ھوتا ھے -

دوم مرکبات ربطی ' جن میں الفاظ کا تعلق حرف ربط
سے ظاھر ھوتا ھے —

سوم مرکبات توصیفی ' جن میں صفت کسی دوسرے اسم
سے مل کر آتی ھے —

چہارم مرکبات اعدادی ' جن میں اول جز عدد ھوتا ھے -

پنجم مرکبات تمیزی ' جن میں پہلا جز تمیز ھوتا ھے —

اب ھم ان کی تفصیل ذیل میں لکھتے ھیں —

اول مرکبات تابع ' اسما کی حالت کے مطابقت کے لحاظ
سے مختلف قسم کے ھیں —

(۱) تابع مفعولی جو عام طور پر مستعمل ھے ' اس میں
دوسرا جز اسم فاعل یا فعل ھوتا ھے اور پہلا جز حالت
مفعول میں دوسرے کے تابع ھوتا ھے - جیسے بت مار'
چڑیمار ' ان داتا ' تل چٹا ' کٹھہ پھوڑا ' ڈھڈھہ کتا —

(۲) تابع ظرفی یا طوری جس میں پہلا لفظ دوسرے سے ظرفی یا طوری تعلق رکھتا ہو، جیسے دیس نکالا، پچھیل، دوغلا۔
(۳) تابع اضافی جس میں پہلا جز دوسرے جز سے اضافی تعلق رکھتا ہو - یہ مرکبات کثرت سے مستعمل ہیں - جیسے لکھہ پتی، پن گھٹ، پن چکی، امرس، کن رس، کٹھہ پتلی، راجپوت، سوت جلا پا، بھتیجبہو، کن ٹوپ، پت جھڑ، کپڑگند، مانس گند، ہت کڑی، رَجھٹ وغیرہ وغیرہ۔
(۴) تابع ظرفی جس میں پہلے لفظ کا تعلق دوسرے سے بہ لحاظ مقام کے ہو جیسے گھڑ چڑھا، سرگ باسی، بن باسی، بن مانس، جل مانس، جل ککڑ، اوپر والا، اوپر والی -

دوم مرکبات ربطی وہ ہیں جن کے پہلے اور دوسرے جز میں حرف ربط واقع ہوتا ہے - جیسے متیا محل، دھڑا دھڑ، اینچا تانی، بھاگا بھاگ، شرما شرمی، آب و ہوا، سراسر (اس قسم کے فارسی مرکبات بکثرت مستعمل ہیں) —

(۱) اکثر اوقات حرف ربط محذوف ہوتا ہے جیسے ماں باپ، دال روٹی، تلپٹ، آن جل، دل گردہ، بول چال، جوڑتوڑ، گھر بار، خاک دھول، جوتی پیزار، دم درود، دم دلاسا، دم خم وغیرہ —
(۲) اجتماع ضدین جیسے ہار جیت، کمتی بڑھتی (کمی بیشی) سرپیر، دن رات، جوڑ توڑ، برا بھلا، دیر سویر —
(۳) لفظی مناسبت اور قافیے کے لحاظ سے جیسے دم خم، رونا دھونا، بھولا بسرا، تانا بانا، بھولا بھٹکا، پاس پڑوس -
(۴) مذکر کا مونث بناکر بڑھا دیتے ہیں، جیسے دیکھا دیکھی۔
(۵) دو مترادف الفاظ کے ملنے سے، جیسے رونا جھینکنا، اینچا تانی، بھول چوک، دیکھہ بھال، چھان بین، سوچ بچار، بھلا چنگا، کاٹ چھانٹ، روک ٹوک، بھولا بسرا —

کبھی ہندی فارسی مترادف لفظ مل کر آتے ہیں جیسے تن من، دھن دولت۔

(۶) ایک ہی مادہ کے دو لفظ جیسے چال چلن ۔

اسی ضمن میں توابع مہمل بھی آسکتے ہیں اِن الفاظ کے کچھ معنے نہیں ہوتے لیکن بامعنی الفاظ کے ساتھ آکر اس کے معنوں میں خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں ۔ بول چال میں ان کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو اس طرح دہرایا جاتا ہے کہ یا تو پہلا حرف گرا دیا جاتا ہے، یا پہلے حرف کے بجائے کوئی دوسرا حرف قائم کر دیا جاتا ہے، یا درمیانی حرف علت میں کچھ تبدیلی کر دی جاتی ہے ۔ اس سے شئے مذکور کے متعلقات و لوازم کا بیان مقصود ہوتا ہے ۔ مثلاً روٹی ووٹی یعنی روٹی اور اُس کے ساتھ کی دوسری چیزیں یا ڈیرے ویرے وغیرہ ۔

(ا) اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے حرف کو واؤ سے بدل کر دہرا دیتے ہیں جیسے روٹی ووٹی، ڈیرے ویرے، پانی وانی، کاغذ واغذ وغیرہ ۔ یہ طریقہ قیاسی ہے اور تقریباً ہر لفظ کے ساتھ استعمال ہوسکتا ہے مگر باقی طریقے سماعی ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے ۔

(ب) بعض توابع عموماً الفاظ کی مناسبت، وزن یا کسی قدر قافیے کے لحاظ سے بھی آتے ہیں جیسے بچا کھچا، میل کچیل تالا بالا، تال مٹول، لت پت، چوری چکاری، لوگ باگ ۔

(ج) بعض اوقات صرف پہلے ایک دو حرف ایک سے ہوتے ہیں اور باقی بدلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے دانہ دنکا، گالی گلوچ، سودا سلف ۔

(د) کبھی کلمۂ اول ہی کو کھینچ تان کر درمیانی حرف علت کو بدل کر تابع بنا لیتے ہیں جیسے ٹیپ ٹاپ، ٹھیک ٹھاک، ڈیل ڈول، تول تال ۔

(ہ) کبھی تابع اول آجاتا ہے جیسے ادلا بدلی، آمنے سامنے، آس پاس، ارد گرد ۔

سوم مرکبات توصیفی وہ ہیں جن میں کوئی صفت یا کوئی لفظ بطور صفت کے دوسرے لفظ سے مل کر آئے - جیسے بھلا مانس' کن کٹا ' نکٹا ' مہاراجا ' مہاراج ' کلجگ ' پرمیشور ' (پرم ' بڑا - ایشور ' خدا) کچھ لہو' کل جبھا ' کن چھدا ' کن رسیا ' لم ڈھینگ ' لم ڈڑھیا' بڑ کلا' ادہ موا ' کھٹمٹھا ' لکھہ لٹ —

بعض علامات ہندی لفظ کا جز ہیں خصوصاً ک (ذم کے لیے اور س (وصف کے لیے) جیسے کپوت ' سپوت ' کڈھب ' سڈول ' سلونا ' سودیشی - انکا ذکر علامات میں ہوچکا ہے —

کبھی ' اسم بھی صفت کا کام دیتا ہے - جیسے راج ہنس' لات پادری - یہاں راج اور لات صفت کا کام دیتے ہیں -

چہارم مرکبات اعدادی وہ ہیں جن میں پہلا جز عدد ہوتا ہے - ہندی اعداد مروجہ کو دیکھا جاے تو درحقیقت سب سے عمدہ مثال مرکبات کی ہے ' اس کا مفصل ذکر ہم صفات میں دے چکے ہیں - یہاں ہم صرف چند مثالیں ایسے مرکبات کی دیتے ہیں جن میں ایک جز عدد ہے جیسے :—

تراہا ' دوپٹا ' ست نجا ' ست ماسا ' ست لڑا ' ہشت پہل ' ترپولیا ' چوراہا ' دوتہی ' چوتہی ، چوبولا ' تکنا ' چوبغلا ' پنچ محلا ' چومحلا ' چوتالا ' چوپہل ' دوتارا ' ستار ' دوشالہ ' دوغلا -

پنجم مرکبات تمیزی - یہ مرکبات اُردو میں یا تو ہندی علامات نفی کے ساتھہ آتے ہیں یا بعض علامات فارسی کے ساتھہ مثلاً بے ' بر ' بہ وغیرہ کے ساتھہ جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے -

یہ صرف ہندی مرکبات کا بیان تھا ' ان کے علاوہ فارسی مرکبات کثرت سے اردو زبان میں اور خاص کر نظم میں مستعمل ہیں - جن کا ذکر بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے —

اگر ان تمام صورتوں کو جو بیان کی گئی ہیں ' نظر میں رکھا جائے تو آئندہ جدید الفاظ بنانے میں بہت مدد مل سکتی ہے -

فصل چہارم

نحو

اس باب میں دو امور سے بحث ہوگی -

اول ۔ اجزائے کلام اور اُن کے مختلف تغیرات کے عمل سے ' جو اُن میں بہ لحاظ تعداد و حالت و زمانہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں - اگرچہ اس کا ذکر صرف میں ہوچکا ہے ' مگر یہاں یہ بحث دوسری نظر سے یعنی معنی و مفہوم کے لحاظ سے ہوگی -

دوم - جملوں کی ساخت سے —

اول کا نام نحو تفصیلی ہے اور دوسرے کا ' نحو ترکیبی -

نحو تفصیلی

جنس

زبانوں میں جنس کی حالت بھی بہت مختلف اور پیچیدہ ہے اور حقیقی اور نحوی (غیر حقیقی) جنس میں اختلاف پڑنے سے پیچیدگی اور بڑھ جاتی ہے - اردو میں اگرچہ بجائے تین کے دو ہی جنسیں ہیں' لیکن بیجان چیزوں کی تذکیر و تانیث نے جو غیرحقیقی اور بے معنی ہے' زبان کی مشکلات کو اور بڑھا دیا ہے کیوں کہ اس کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے - یہ دقت اس وجہ سے اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ کوئی

قاعدہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی بنا پر ہم ایک شے کو مذکر کہتے ہیں اور دوسری کو مونث - یہ بالکل زبان کے عام رواج پر منحصر ہے -

بعض عربی مونث لفظ، جن کی تانیث عربی قاعدے سے بنائی گئی ہے، اردو زبان میں رائج ہو گئے ہیں اور بلا تکلف استعمال ہوتے ہیں، جیسے، ملکہ، سلطانہ وغیرہ - لیکن ہر عربی مذکر لفظ کے آخر میں ہ بڑھا کر مونث بنا لینا، ہماری راے میں درست نہیں - بعض لوگ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ فارسی اور انگریزی لفظوں کی تانیث بھی اسی قاعدے سے بنا لیتے ہیں - زبان کا رجحان اب اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اسم یا صفاتی الفاظ مرد عورت دونوں کے لیے یکساں استعمال کیے جائیں مثلاً، عالم، فاضل، شاعر، لائق، مصنف وغیرہ الفاظ جس طرح مردوں کے لیے بولے جاتے ہیں، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی استعمال ہونے چاہییں، کچھ ضرور نہیں، کہ عورت کے لیے عالمہ، لائقہ، شاعرہ، مصنفہ کہا جاے - ایسا کہنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے - عام بول چال اور تحریر میں "بیگم صاحب" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کیوں نہ دوسرے لفظ بھی اسی طرح بولے یا لکھے جائیں - جوں جوں عورتوں کی تعلیم اور آزادی میں زیادہ ترقی ہوگی، یہ خیال زیادہ قوی ہوتا جاے گا - مثلاً جب عورتیں وکیل، بیرسٹر، حکیم یا ڈاکٹر ہونے لگیں گی تو یہی نام اُن کے ساتھ بھی لیے جائیں گے - وکیلہ، بیرسترہ کوئی نہیں کہے گا - البتہ بعض پیشے جیسے دائی وغیرہ ایسے ہیں جو اب تک عورتوں ہی کے لیے مخصوص تھے -

جانوروں کی تذکیر و تانیث کے تین درجے معلوم ہوتے ہیں -

ایک تو عام طریقہ کہ مذکر کے مقابل میں مونث، اور یہ مونث اکثر مذکر ہی سے بنتا ہے - جیسے گھوڑا، گھوڑی - ہاتھی، ہتنی - ہرن، ہرنی وغیرہ ——

دوسرا درجہ یہ ہے کہ نر مادہ کے لفظ بڑھانے سے تذکیر و تانیث کی شناخت ہوتی ہے - یہ اکثر وہ جانور ہیں جن کا تعلق انسان

سے زیادہ نہیں ہے۔ جیسے مادہ خرگوش یا خرگوش کی مادہ۔

تیسرے وہ کم درجے کے جانور یا کیڑے مکوڑے کہ جن میں تذکیر و تانیث کی شناخت مشکل ہے یا اس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جیسے مکھی، بھڑ، چھچھوندر وغیرہ ــــ

بعض الفاظ مثلاً انسان، آدمی، شخص وغیرہ ایسے ہیں جو مذکر ہی استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر مردوں ہی کے لیے آتے ہیں، لیکن جمع کی حالت میں ان میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوسکتے ہیں۔ اور خاص حالتوں میں یہی استعمال ہوتا بھی ہے۔ چنانچہ ان سے جو انسانیت، آدمیت، شخصیت کے الفاظ مشتق ہوے ہیں وہ سب کے لیے یکساں مستعمل ہیں۔

تعداد

بظاہر تعداد بہت آسان معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بھی مشکلات سے خالی نہیں۔ واحد ایک ہے اور ایک سے زیادہ جمع؛ یعنے دو، تین، چار وغیرہ۔ لیکن اشیا کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جن پر ایک، دو، تین کا اطلاق نہیں ہو سکتا یعنے وہ شمار میں نہیں آسکتیں اور اُن کے لیے بے شمار، لاتعداد، بے حد وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ــــ

۲ - اردو میں تعداد کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، واحد اور جمع۔ اور اکثر زبانوں کا یہی حال ہے۔ لیکن بعض زبانیں (مثلاً سنسکرت، عربی وغیرہ) ایسی بھی ہیں جن میں تثنیہ (یعنے دو کا ہونا) پایا جاتا ہے، اور دو ایک ایسے بھی ہیں جن میں تثلیث پائی جاتی ہے ــــ

۳ - ایک سے زیادہ یعنے دو، تین، چار وغیرہ کا اطلاق ہم انہیں چیزوں پر کر سکتے ہیں جو اگرچہ ایک نہیں ہیں مگر ایک قسم کی ضرور ہیں۔ جیسے، چار کرسیاں، پانچ سیب، دو عورتیں وغیرہ۔ خود جمع کے لفظ میں اختلاف کا خیال مضمر ہے۔ لیکن اگر اختلاف زیادہ ہے تو پھر ہم وہاں دو یا تین استعمال نہیں کرسکتے۔

ایک آم اور ایک امرود کو دو پھل کہہ سکتے ہیں ، مگر ایک آم اور ایک مکان کو دو نہیں کہہ سکتے - کن اشیا کو ہم ملا کر بول سکتے ہیں ، یہ ہر زبان کے طرز اظہار پر موقوف ہے -

۴ - بعض الفاظ اگرچہ واحد استعمال ہوتے ہیں ، لیکن اُن میں ایک سے زیادہ کا مفہوم ہوتا ہے - جیسے ، جوڑا ، درجن ، کوڑی ، ہفتہ ، عشرہ - پھر ان کی بھی جمع آتی ہے - جیسے ، دو جوڑے جوتے - چار درجن بٹن وغیرہ —

۵ - اکثر قیمت ، وقت ، ناپ ، تول ، سمت کے الفاظ جمع کے موقع پر بھی واحد ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے ، یہ گھوڑا میں نے ایک ہزار روپے میں خریدا - اس کی قیمت سو اشرفی ہے - وہ تین مہینے سے غیر حاضر ہے - وہ چار ہفتے میں آجائیگا - وہ ساٹھ برس کا ہے - دو صدی سے یوں ہی چلا آتا ہے - اس پر چاروں طرف سے حملہ ہوا - میرے پاس کئی قسم کی کتابیں ہیں - اس کا کھیت چار بیگھے کا ہے —

۶ - اسی طرح شمار کے لیے علاوہ گنتی کے اعداد کے خاص خاص لفظ خاص خاص اشیا کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں ، مگر وہ ہمیشہ واحد ہی رہتے ہیں - جیسے ، چار راس گھوڑے - دس زنجیر ہاتھی - پچاس قطار اونٹ - دس نفر مزدور - چار منزل مکان - مگر دانہ اور جلد فارسی ترکیب میں واحد اور اردو میں جمع استعمال ہوتے ہیں - جیسے ، دو دانہ سیب - چار جلد کتب - ترکیب میں چار دانے سیب کے ، پچاس جلدیں کتابوں کی وغیرہ -

۷ -- تعظیم یا عظمت کے لیے بجائے واحد کے جمع کا لفظ استعمال کرتے ہیں - جیسے ، حضرت ہمارے بڑے ہیں یا ہماری آنکھوں کے تارے ہیں - اسی طرح بزرگوں اور بڑوں کے لیے باوجود واحد کے تعظیماً فعل وغیرہ جمع استعمال ہوتا ہے - جیسے آپ کے والد کہاں ہیں - تمہارے استاد نہیں آئے —

۸ - بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں مگر زبان کے روز مرہ

اور محاورے میں جمع مستعمل ہیں - جیسے —

معنے	اس لفظ کے کیا معنے ہیں -
دام (بمعنی قیمت)	اس کتاب کے کیا دام ہیں -
بھاگ (بمعنی نصیب)	اس کے بھاگ کھل گئے -
کرم (نصیب)	کرم پھوٹ گئے —
نصیب	نصیب جاگ اُٹھے (واحد بھی مستعمل ہے) —
کوتک	اس کے کوتک اچھے نہیں —
کرتوت	تمھارے کرتوت اچھے نہیں —
لچھن	یہ دنیا میں رہنے کے لچھن نہیں ہیں -
درشن	آج اُن کے درشن نہیں ہوئے -
اوسان	اوسان خطا ہوگئے —
مسیں	مسیں بھیگی ہیں —

دستخط، پت اور خلّلہ جمع اور واحد دونوں طرح مستعمل ہیں - جیسے میرے دستخط اور میری دستخط - قے میں پت نکلے، قے میں پت نکلی - اس کا خلّلہ ہوگیا، اُس کے خلّلے ہوگئے -

۹ - بعض لفظ اگرچہ اصل میں جمع ہیں لیکن واحد استعمال ہوتے ہیں - جیسے، اصول، کرامات، اخبار وغیرہ میرا یہ اصول ہے - یہ حضرت کی کرامات ہے - یہ روزانہ اخبار ہے —

۱۰ - تعداد غیر معین مثلاً دسوں، بیسیوں یا بیسوں، سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں یا صدہا، ہزارہا، لکھو کھا کے ساتھ اکثر الفاظ واحد استعمال ہوتے ہیں، اور معنی جمع کے دیتے ہیں اور انہیں معنوں میں یہ الفاظ جمع کی صورت میں بھی استعمال ہوتے ہیں، یعنے دونوں استعمال جائز ہیں - جیسے —

ہزارہا مکان جل گیا	ہزارہا مکان جل گئے
ہزاروں روپیہ بگڑ گیا	ہزاروں روپے بگڑ گئے
صدہا تماشائی موجود تھا	صدہا تماشائی موجود تھے

قحط میں سیکڑوں جانور بھوکا مرگیا -
قحط میں سیکڑوں جانور بھوکے مرگئے -

تعداد معین کے ساتھ بھی یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے جیسے - دس ہزار گوڑا پڑا ہے - پانچ ہزار سوار اترا ہوا ہے - پندرہ ہزار پیدل کھیت رہا - پانسو آدمی کھڑا ہے - ایک ہزار کرسی پڑی ہے - اسی طرح انھیں جملوں میں یہ الفاظ جو واحد مستعمل ہوئے ہیں جمع میں بھی مستعمل ہو سکتے ہیں ' جیسے دس ہزار گورے پڑے ہیں وغیرہ وغیرہ -

۱۱ - یہی حال مقدار کا ہے جیسے سیروں ' منوں غلہ پڑا ہے یا مقدار اور وقت کے لیے جیسے گھنٹوں ' پہروں ' برسوں وغیرہ -

۱۲ - بعض اسما سوائے خاص صورتوں کے ہمیشہ واحد استعمال ہوتے ہیں -

(ا) اسمائے کیفیت جیسے ' درد ' بخار ' مطالعہ ' رفتار وغیرہ -

(ب) اسمائے خاص ' خواہ اشخاص کے ہوں یا اشیا کے -

(ج) اشیائے مادی -

(د) دھاتوں اور دیگر معدنیات کے نام جیسے سونا ' چاندی ' تانبا ' رانگ ' سیسا ' جست ' پیتل ' پھول ' تیل ' پانی -

اس میں چاندی مونث ہے باقی سب مذکر -

(ہ) پیداوار میں اکثر غلوں وغیرہ کے نام جیسے - باجرا ' جوار ' مکی ' موتھ ' مونگ ' مسور ' ارہر ' شکر ' گڑ ' کھانڈ وغیرہ سونٹھ ' اجوائن ' گاؤزبان عقرقرحا - اسی طرح اشیائے خوردنی جیسے گھی ' شہد ' سوجی ' آٹا ' نمک ' ہلدی ' تمباکو ' چھالیا - مگر مرچ ' الائچی ' پان کی جمع بھی آتی ہے - جیسے ان پانوں میں وہ مزہ کہاں - کیونکہ یہ چیزیں گنتی میں آسکتی ہیں -

لیکن غلوں میں گیہوں ' چنا ' تل ' جو واحد اور جمع دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے -

آج کل گیہوں بہت اچھا آیا ہے یا آئے ہیں - واحد کے استعمال میں عموماً اس غلے کی قسم سے مراد ہوتی ہے- یہ چنا اچھا ہے وغیرہ —

ان میں بعض اشیا ایسی ہیں کہ جب اُن کی مختلف قسمیں بیان کرنی ہوں تو صورت جمع استعمال کرتے ہیں - جیسے اس چورن میں ساتوں نمک ہیں- گیہوں ' چنا ' جوار ان تینوں کے آتے ملاکر روتی پکائی - سب دالیں ملاکر پکاؤ -

۱۳ - فارسی ترکیب اضافی کا مضاف صورت واحد میں زبان فارسی کے استعمال کے خلاف اُردو میں واحد اور جمع دونوں صورتوں میں واحد ہی رہتا ہے ' جیسے -

ہمارے داغ عصیاں داغ کیا کیا رنگ لائیں گے
گماں گزریگا دوزخ پر بھی جنت کے گلستاں کا (داغ)

پیری میں ہوے نالۂ گرم دلا سرد
معمول ہے چلتی ہے دم صبح ہوا سرد (ناسخ)

قحط باراں نہیں ' دے جلد شراب اے ساقی
لگۂ ابر دھواں دھار چلے آتے ہیں (اسیر)

وہ اِن انکھیلیوں سے آتے ہیں فتنۂ خفتہ جاگ جاتے ہیں (مجروح)

دل بے آرزو جب سے ملا اے نظم حیراں ہوں
کسی کے منہ سے حرف آرزو کیونکر نکلتے ہیں
(نظم طبا طبائی)

۱۴ - محاورے میں بعض الفاظ جمع استعمال ہوتے ہیں جیسے بھوکوں مرنا ' انگلوں بڑھنا ' چاروں مرنا ' دردوں سے ہونا —

حالت

حالت کی کیفیت عجیب اور پیچیدہ ہے ' کیونکہ ہر زبان میں اس کے متعلق اختلاف ہے- قدیم زبانوں میں مثلاً لاتینی '

سنسکرت، عربی، قدیم انگریزی (نیز ترکی) میں اسم کی ہر حالت کے لیے آخر میں خاص علامت ہوتی ہے جو اسم کا جز ہوتی ہے - ہر حالت کے تغیر کے لیے اس کی ساخت ہی میں تغیر ہو جاتا ہے - یعنے جس طرح گردان (تصریف) میں کسی اسم کے آخر حرف میں تبدیلی ہو جاتی ہے اسی طرح اسم کی حالتوں میں بھی آخری حرف کی صورت بدل جاتی ہے - مثلاً عربی میں فاعلی حالت کے لیے آخر حرف پر رفع (پیش) اور مفعولی حالت میں نصب (زبر) اور اضافی اور ظرفی میں کسرہ (زیر) ہوتا ہے - اسی طرح لاتینی، ترکی اور سنسکرت میں لفظ کے آخری لاحقے یا علامتیں اسم کی حالت بتاتی ہیں - سنسکرت میں اسم کی حالتیں آٹھ ہیں اور مختلف حالتوں کی صورت میں لفظ کے آخری حرف میں علامت یا حرف کے اضافے سے تبدیلی ہو جاتی ہے - اگرچہ سنسکرت کا اثر ہندی اور اردو پر ظاہر ہے، لیکن ان کی صرف و نحو پر بہت کم یا بالکل نہیں ہوا - اردو اور ہندی میں اسما کے آخری حرف میں جنس و تعداد کی وجہ سے یا بعض حروف کے آنے سے تبدیلی ہوتی ہے جس کا ذکر صرف میں تفصیل سے ہو چکا ہے - اس لحاظ سے ہندی یا اردو میں کوئی اور حالت نہیں ہو سکتی - جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے قدیم زبانوں یا دوسری زبانوں میں اسم کی حالت حرف کی آخری علامت یا تبدیلی سے ہوتی ہے، اردو میں اس کی بجائے الگ حرف یا لفظ آتے ہیں مثلاً نے، کو، کا، (کے، کی) وغیرہ اور اس کی ضرورت بھی بعض خاص صورتوں میں ہوتی ہے - مگر لفظ کی صورت میں کوئی فرق نہیں آتا، اور حالت کے مختلف ہونے پر بھی لفظ کی صورت وہی رہتی ہے - مثلاً احمد نے محمود کو کتاب دی - اگرچہ احمد اور محمود کی حالتیں مختلف ہیں مگر لفظوں کی صورت میں کوئی فرق نہیں آیا - دوسری

مثال لیجیے، احمد روٹی کھاتا ہے - یہاں احمد اور روٹی کے ساتھ نہ کوئی علامت ہے نہ کوئی لفظ، حالانکہ ان کی حالتیں مختلف ہیں - البتہ ضمیر میں وہی صورت ہے جو بعض قدیم زبانوں یا ترکی میں پائی جاتی ہے - (مجھے، تجھے، میرا، تمھارا وغیرہ) اس لیے کچھ تو ضمیر کے خیال سے اور کچھ بلحاظ معنی، ہمیں اردو میں بھی اسم کی حالتیں قائم کرنی پڑتی ہیں - حالت جن چیزوں کو بتاتی ہے وہ یہ ہو سکتی ہیں —

۱ - کام کرنے والا	(فاعلی)
۲ - خطاب	(ندائی)
۳ - خبر	(خبری)
۴ - جس پر کام کا اثر ہوا	(مفعولی)
۵ - نسبت	(اضافی)
۶ - مکان و زمان و دیگر تعلقات	(ظرفی)
۷ - مقدار اور پیمائش	(طوری)
۸ - طور طریقہ	
۹ - آلہ	

اب اِن سب صورتوں کو پیش نظر رکھ کر حالتوں کے تین درجے کیے جا سکتے ہیں —

۱ - درجۂ اول کی حالتیں جنھیں اولیت حاصل ہے :-

فاعلی حالت -

ندائی حالت -

مفعولی حالت -

خبری حالت -

۲ - اضافی حالت -

۳ - تابع یا طوری حالت، جس میں مکان و زمان، طور و طریقہ، ذریعہ وغیرہ سب آ جاتے ہیں —

فاعلی حالت

فاعل یا تو کام کرنے والا ہے، جیسے وہ کھاتا ہے، وہ پڑھ رہا ہے - یا ہونے والا، یعنی اس سے کام کا کرنا نہیں پایا جاتا بلکہ ہونا یا سہنا پایا جاتا ہے- جیسے وہ بیمار ہے، وہ مرگیا ہے وغیرہ —

بعض اوقات یہ اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ جملے میں بے تعلق معلوم ہوتا ہے - جیسے صحت اور دولت یہ دو بڑی نعمتیں ہیں - نواب صاحب وہ تخت پر بیٹھے ہیں - ہمارے آقا خیرالدین نے بلایا ہے —

ایسے جملوں میں دونوں اسم ایک ہی حالت میں ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے بجائے آتا ہے یا اس کا بدل ہوتا ہے —

نے، فاعل کی علامت ہے - یہ علامت فاعل کے ساتھ ہر جگہ نہیں آتی - اس کے استعمال کے موقعے مخصوص ہیں جن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے —

"نے" علامت فاعل

نے فاعل کی علامت کے طور پر قدیم ہندی میں کہیں استعمال نہیں ہوا - اور ہندی کی پوربی شاخوں میں اس کا وجود نہیں - تلسی داس تک کے کلام میں بھی کہیں اس کا استعمال نہیں پایا جاتا - اس کا استعمال اس طور پر غالباً اس وقت شروع ہوا ہے جب کہ اردو نے اپنا سکہ جمایا - البتہ مرہٹی میں اس کا استعمال اردو یا ہندی کی طرح ہوتا ہے - لیکن پہلے بطور علامت مفعول استعمال ہوتا تھا، جس کا پتا پنجابی اور گجراتی سے ملتا ہے - گجراتی میں نے فاعلی اور مفعولی دونوں حالتوں کے لیے آتا ہے، مگر اردو میں صرف فاعلی حالت کے لیے مخصوص ہے - اس کے استعمال کے متعلق ذیل کے موقعوں کا خیال رکھنا ضرور ہے —

ا - نے، علامتِ فاعلِ صرف فعلِ متعدی کے ماضیِ مطلق

تمام، احتمالی اور حال قریب کے ساتھ آتا ہے - جیسے میں نے کھانا کھایا - اس نے احمد کو مارا - یہ کس نے لکھا؟ میں نے لکھا ہوگا - میں نے لکھا ہے —

اگرچہ لانا، بھولنا، شرمانا، بکنا، بولنا، متعدی افعال ہیں، مگر اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جیسے، میں کتاب لایا وہ رقعہ لے گیا - میں تمہارا نام نہیں بھولا - وہ دیر تک مجھ سے بکتا - وہ اس حرکت سے شرمایا - وہ بولے چل دور ہو - لیکن بعض اوقات بولنے کے ساتھ جب کوئی لفظ بطور مفعول ہوتا ہے تو "نے" لگا دیتے ہیں - جیسے اس نے جھوٹ بولا - مگر وہ جھوٹ بولا بھی صحیح ہے —

۲ - لیکن جب فعل متعدی کے ساتھ کوئی متعدی امدادی فعل آئے تو حسب قاعدہ فاعل کے ساتھ "نے" آئے گا، مگر جب فعل امدادی لازم ہوگا تو پھر علامت متعدی فعل کے ساتھ بھی نہیں آئے گی اور پورا فعل لازم خیال کیا جائے گا - جیسے —

میں نے رقعہ بھیجا	(فعل متعدی بلا فعل امدادی)
میں نے رقعہ بھیج دیا	(فعل متعدی مع فعل امدادی متعدی)
میں رقعہ بھیج چکا	(فعل متعدی مع فعل امدادی لازم)
میں رقعہ نہ بھیج سکا	(ایضاً)

اسی طرح 'اس نے مجھ سے دو روپے لیے - وہ مجھ سے دو روپے لے گیا - اس نے سارے آم کھا لیے - وہ سارے آم کھا گیا - اُس نے ہنس دیا' اور وہ ہنس دیا' اس نے رو دیا اور وہ رو دیا دونوں مستعمل ہیں - لیکن بغیر نے کے زیادہ فصیح ہے —

فعل لازم کے ساتھ اگرچہ فعل امدادی متعدی ہو تو بھی علامت فاعل کا اظہار نہیں کیا جائے گا - جیسے وہ آلیا - وہ سولیا - لیکن آلینا جب مرکب فعل ہو جو خاص

محاورے کے معنوں میں آتا ہے تو "نے" آئے گا - جیسے، اس نے مجھے آلیا —

لیکن جب امدادی فعل کے آنے سے فعل لازم متعدی بن جائے تو "نے" آئے گا جیسے اس نے مجھے آلیا - تم نے اُسے کیوں دوڑنے دیا - اس نے بیمار کو سونے نہ دیا - ایسی حالت میں اصل فعل کے معنوں میں بہت تغیر ہو جاتا ہے اور فعل لازم نہیں رہتا —

۳ - بعض متعدی فعل ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ 'نے' کا استعمال ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا جیسے -

میں بازی جیتا ؛ میں نے بازی جیتی - میں شرط ہارا ؛ میں نے شرط ہاری -	جب بطور لازم استعمال ہوتے ہیں تو 'نے' مطلق نہیں آتا - جیسے تم جیتے میں ہارا —

میں بات سمجھا ؛ میں نے بات سمجھی -
میں کام سیکھا ؛ میں نے کام سیکھا -

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے (غالب)

یہ سبق بھی کوئی پڑھا، کسی نے یہ سبق بھی پڑھا -

۴ - بعض افعال لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں - متعدی ہونے کی صورت میں "نے" علامت فاعل فعل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے - اور لازم کی حالت میں نہیں -

جیتنے اور ہارنے کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس کی صورت مستثنیٰ ہے - پکارنا لازم اور متعدی دونوں ہے - لازم ہونے کی صورت میں "نے" نہیں آتا مگر متعدی کی حالت میں 'نے' آتا ہے - جیسے —

پکارنا - اس نے مجھے پکارا	متعدی
" - وہ پکارا	لازم

بھرنا ۔ اس کا پیٹ بھرا ۔ لازم
" ۔ میں نے پانی بھرا۔ متعدی
پلٹنا ۔ خط میں جب آپ نے تحریر سراسر پلٹی (متعدی)۔
پلٹنا ۔ ہم نے جانا مری تقدیر سراسر پلٹی (لازم) ۔
بدلنا ۔ جب سے وہ بدلا ہے ساری دنیا بدل گئی (ظفر) (لازم) ۔
" ۔ میں نے کپڑے بدلے (متعدی)

'چاہنے' کے ساتھ ہمیشہ 'نے' آتا ہے جیسے' ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا ۔ لیکن جب جی اور دل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو نہیں آتا جیسے' جی چاہا تو آؤں گا ۔ اس کی کیا پوچھتے ہو' دل چاہا گیا دل چاہا نہ گیا —

۵ ۔ تھوکنا ' موتنا ' ھگنا افعال لازم ہیں' مگر ان کے ساتھ نے استعمال ہوتا ہے جیسے میں نے تھوکا ۔ اس نے موتا ۔

تھوکنا اور موتنا کبھی متعدی بھی ہوتے ہیں ۔ جیسے ۔
دوگانا جان کی بچی نے موتا مجھ نمازی پر (جان صاحب)
بچے نے نہالچے پر موتا —

اس نے مجھ پر تھوکا ۔ اس کو ساری دنیا نے تھوکا ' مگر بے غیرت کی بلا دور کچھ بھی اثر نہ ہوا —

۶ ۔ بعض افعال کے ساتھ جو خاص موقع پر متعدی استعمال ہوتے ہیں "نے" علامت فاعل نہیں آتی' جیسے میں اسے رویا ۔ وہ مجھ پر ھنسا ۔ کتا بلی پر جھپٹا ۔ وہ مجھ سے لڑا ۔ (یہ خیال رہے کہ یہاں "پر" اور "سے" علامت مفعول ہیں) —

۷ ۔ جب علامت فاعل وہ ' جو اور کون کے ساتھ آتی ہے تو وہ اس سے ' جو جس سے اور کون کس سے بدل جاتا ہے ۔ جیسے اس نے مارا ۔ کس نے مارا ۔ جس نے کہا غلط کہا —

۸ ۔ نے علامت فاعل ہے اور مفعول کے ساتھ کبھی نہیں آتی ۔ لیکن جب مجھ اور تجھ کے ساتھ کوئی صفت آتی ہے تو نے استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے مجھ کم بخت نے یہ کب کہا تھا ۔

مجھ خاکسار نے ایسا نہیں کیا - تجھ بد بخت نے ایسا کیا -

اصل یہ ہے کہ مجھ اور تجھ پراکرت کے ضمائر اضافی مجھا اور تجھا سے نکلے ہیں - چنانچہ اسی سے قدیم اردو میں مجھ ' تجھ بھی بطور ضمائر اضافی کے استعمال ہوتے تھے مثلاً نصرتی ملک الشعرائے دربار عادل شاہ اپنی مثنوی گلشن عشق میں لکھتا ہے —

کہا سن کو یوں اُن کے اے دل کے یار
فدا ہے یہ تجھ بات پر جیو ہزار

یہاں تجھ بات سے مطلب تیری بات ہے - غرض " تجھ " حالت اضافی سے حالت مفعولی میں آیا - اور صفت کے ساتھ اب بھی استعمال ہے - جیسے ' مجھ خاکسار کی حالت - صفت کے بیچ میں حائل ہو جانے سے یہ نظر انداز ہوگیا کہ مجھ کس حالت میں ہے اور اس لیے اضافی اور فاعلی حالتوں میں استعمال ہونے لگا - مجھا کے میم پر زبر ہے لیکن تجھا کے ساتھ ساتھ آنے سے مجھ کی میم پر پیش آگیا —

ندائی حالت

ندائی حالت کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں - بعض زبانوں (مثلاً لاطینی ' سنسکرت وغیرہ) میں اس کی صورت جدا ہوتی ہے اور اس لیے حالت بھی الگ مقرر کی گئی ہے - لیکن اکثر زبانوں میں فاعلی اور ندائی حالتیں یکساں ہوتی ہیں اور الگ نام کی صورت نہیں ہوتی - ندائی حالت میں اسم بطور مخاطب کے استعمال ہوتا ہے اور جملے سے الگ تھلگ نظر آتا ہے یا بذات خود ایک جملہ ہوتا ہے - اس میں اور امر میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے ' مثلاً التجا یا حکم کا اظہار - جیسے ' سنو سنو وغیرہ —

ندائی اور فاعلی حالت کا گہرا تعلق امر کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے - مثلاً ہم کہیں - " تم اِدھر آجاؤ - " اگر تم کی

جگہ احمد ہو تو جملہ یوں ہوگا - " احمد ' تم ادھر آجاؤ " -
اس مثال سے ان دونوں حالتوں کا تعلق صاف ظاہر ہوتا ہے -

ندائی حالت اکثر حروف ندا کے ساتھ آتی ہے - جیسے '
اے دوست ! او لڑکے ! او بے رحم ! وغیرہ - مگر بعض اوقات
حروف ندا نہیں بھی آتا - جیسے ' صاحبو ! لوگو ! بیٹا !
قبلہ ! وغیرہ —

شعرا اپنی نظموں میں اور خصوصاً مقطع میں اپنا تخلص
لاتے ہیں جو اکثر ندائی حالت میں ہوتا ہے —

ہوت ' دور سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے —

ارے ' ابے ' حقارت کے لیے اور ادنیٰ لوگوں کے لیے استعمال
ہوتا ہے ' مگر ان کا استعمال فصیح نہیں خیال کیا جاتا —

رے ' اللہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنے تعجب
کے ہوتے ہیں جیسے ' اللہ رے تیرا استغنا !
بے تکلفی میں " ارے " کا لفظ میاں کے ساتھ آتا ہے - جیسے '
ارے میاں ! یا اضطراب کے موقع پر ' جیسے ' ارے لوگو ! یہ کیا
غضب ہوا —

بعض مقامات پر ارے صاحب ! ارے جناب بھی بولتے ہیں
مگر یہ فصیح نہیں خیال کیا جاتا —

مفعولی حالت

ا - مفعول وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر پڑے - مفعول
درحقیقت فعل متعدی کے تکملے کا کام دیتا ہے - جیسے ' احمد
نے حامد کو مارا - اس نے کھانا کھایا - رام کتاب پڑھتا ہے —

(ا) جب فعل کا ایک ہی مفعول ہو اور ذی عقل ہو تو
مفعول کے ساتھ (کو) آتا ہے ' جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے
واضح ہے - لیکن اگر مفعول غیر ذی عقل یا بیجان اشیا میں
سے ہے تو اس کے ساتھ (کو) علامت مفعول نہیں آتا - جیسے '
میں نے کھانا کھایا - بکری پانی پیتی ہے - اُسے تمہاری ملاقات

کی آرزو ہے - احمد نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا - ذیل کی مثالوں سے دونوں طرح کے مفعولوں کے استعمال کی حالت معلوم ہوگی -

میں نے احمد کو دیکھا	میں نے وہ نقشہ دیکھا
میں احمد کو جانتا ہوں	میں ریاضی جانتا ہوں
میں نے احمد کو مارا	میں نے سانپ مارا
اس نے سائیس کو پیٹا	گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

(ب) میں نے ایک آدمی دیکھا ' صحیح ہے لیکن جب آدمی کا نام لیں یا کوئی اور تخصیص اشارے یا اضافت وغیرہ سے پیدا کر دیں تو "کو" لانا ضرور ہے - جیسے ' میں نے مسعود کو دیکھا ' میں نے اس آدمی کو دیکھا ' میں نے تمہارے بھائی کو دیکھا - لیکن —

اس کی چالیں میں ہی خوب سمجھتا ہوں اور
اُس کی چالوں کو میں ہی خوب سمجھتا ہوں

دونوں صحیح ہیں - یا جیسے " میری فریاد کو پہنچو " یہاں کو محاورے کے رو سے بالکل صحیح اور فصیح ہے —

(ج) ضمیر میں فاعلی اور مفعولی حالتیں معین ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا - جیسے ' میں نے اُسے (یا اُسکو) دیکھا - میں نے انہیں (یا انکو) نکال دیا - تمہیں کس نے بلایا تھا ؟

(د) مگر محاورات میں جہاں مفعول مصدر کے ساتھ آتا ہے " کو " لانا غیر فصیح ہی نہیں بلکہ غلط ہے - مثلاً منہ چرانا ' کان کھولنا ' سر اُٹھانا ' جان دینا ' تلکے چننا ' تارے گننا ' وغیرہ مثلاً ' اُس نے میری تباہی پر کمر باندھ رکھی ہے - یہاں " کمر کو باندھ رکھا ہے " کہنا صحیح نہ ہوگا —

اسی طرح دوسری بے جان اشیا اور کیفیات قلبی کے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا ہے - جیسے خط لکھا - شراب پی - پانی پیا - خربوزہ کھایا - رنج نہ کرو - مہربانی رکھو -

(ہ) یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمومیت ہوتی ہے تو "کو" نہیں آتا ' لیکن جب خصوصیت کا اظہار کیا جاتا ہے یا توجہ دلانی مقصود ہے تو "کو" بولتے یا لکھتے ہیں - لیکن یہ غیر ذوی العقول اور بے جان اشیا کے ساتھہ مخصوص ہے ' ذوی العقول کے ساتھہ بہت کم - نیچے لکھی ہوئی مثالوں کو دیکھیے -

اس بوجھہ کو اٹھاؤ تو جانوں - میری فریاد کو پہنچو-
اپنے دل کو دیکھہ اور غور کر- مایا کو چھوڑ رام کو لے-

ذیل کی مثالوں میں عمومیت پائی جاتی ہے - آخری مثال میں باوجود خصوصیت کے (کو) استعمال نہیں ہوا ' ذوی العقول میں یہ ضرور نہیں —

میں نے سب پیڑ دیکھے کوئی کام کا نہ نکلا - جیتی لڑکی میں تمہیں دیدوں یہ ممکن نہیں' ہاں لاش کے تم مالک ہو - تم نے کیا بات دیکھی جو اس قدر ریجھے ہوئے ہو —

(و) بعض افعال کے ساتھہ دو دو مفعول آتے ہیں - ان میں ایک مفعول قریب ہوتا ہے اور دوسرا مفعول بعید - قریب وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر بغیر کسی واسطے کے راست پڑتا ہے' یعنی اس کا تعلق فعل سے قریب تر ہوتا ہے - اور دوسرا مفعول بعید ہوگا - ایسی صورت میں مفعول قریب کے ساتھہ (کو) نہیں لاتے - جیسے ' میں نے تمہارا بھتا افضل کو دے دیا - سعیدہ جو مقصود سے منسوب ہے ' میں تمہارے بھتے کو کبھی نہ دوں گا - ایسے جملوں میں اصل مفعول' مفعول قریب ہوتا ہے اور دوسرا زائد - اوپر کی مثالوں میں بھتا ' سعیدہ ' مفعول قریب ہیں —

(ز) بعض افعال کے ساتھہ فعل کے اسی مادے کا مفعول قریب استعمال ہوتا ہے - اسے عربی میں مفعول مطلق کہتے ہیں جیسے تم کیسی چال چلتے ہو - آدمیوں کی سی چال چلو - وہ

بڑا بول بولتا ہے - اس کے ساتھ "کو" کبھی نہیں آتا —

(ح) بعض افعال کے دو مفعول ہوتے ہیں :-

بعض افعال متعدی یا متعدی المتعدی کے دو مفعول ہوتے ہیں، ان میں سے ایک شخص ہوتا ہے دوسرا شے - مفعول شخصی کے ساتھ ہمیشہ "کو" آتا ہے - جیسے میں نے فقیر کو روپیہ دیا - اس نے سب کو مٹھائی کھلائی —

(ط) جو افعال بنانے، مقرر کرنے، بلانے یا نام رکھنے کے معنوں میں ہوں یا جو افعال قلوب ہوں یعنی ان کے معنی سمجھنے، جاننے اور خیال کرنے کے ہوں، تو ان کے ساتھ بھی دو مفعول ہوتے ہیں - مفعول اول کے ساتھ اکثر 'کو' آتا ہے جیسے تم اس کو کیا خیال کرتے ہو - انہوں نے ہری کو اپنا راجا بنایا، میں اُسے (اُس کو) آدمی سمجھتا تھا مگر وہ تو کچھ اور نکلا - وہ مجھے (مجھ کو) حکیم سمجھا —

(ی) ایسے افعال کے طور مجہول میں جن میں دو مفعول ہوتے ہیں 'مفعول قریب' فاعل کا قائم مقام ہوتا ہے، مگر حالت اس کی وہی رہتی ہے، یعنی (کو) اُسی کے ساتھ آتا ہے - جیسے، فقیروں کو کھانا کھلا دیا جائے - اُس کو تنخواہ دے دی جائے —

(ک) اگرچہ "کو" عام طور پر علامت مفعول ہے لیکن بعض اوقات سے' کے' اور پر' بھی (کو) کی بجائے علامت مفعول کے طور پر استعمال ہوتے ہیں - جیسے :-

میں نے احمد کے تھپڑ مارا -

میں نے احمد کے کاجل لگایا -

محمود سے کہو - میں خالد سے محبت کرتا ہوں -

مجھ پر خفا مت ہو - اُس پر رحم کرو -

اسی طرح روز مرہ میں بعض اوقات مجھ کو اور اس کو کی جگہ "میرے" اور "اس کے" استعمال ہوتے ہیں - جیسے اس نے

میرے هاتهہ جوڑے - میں نے اس کے هاتهہ جوڑے —

(ل) کبھی یہ علامت مفعول غرض اور معاوضے کو ظاهر کرتی هے - جیسے وہ پڑهنے کو آتا هے - بادشاہ سلامت سیر کو نکلے - میں گرو کے درشن کو جاتا هوں - یہ کتاب کتنے کو دوگے - میں نے دو سو روپے کو گھوڑا بیچا —

عربی میں اسے مفعول لہ کہتے هیں - یہاں "کو" واسطے' اور لیے کے معنے میں آیا هے - عام طور پر یہ معنے زیادہ تر اضافی صورت میں ادا کیے جاتے هیں - جیسے وہ پڑهنے کے لیے آتا هے وغیرہ —

(م) بعض مصادر اردو میں ایسے هیں کہ ان کے ساتهہ فاعل مفعول کی صورت میں آتا هے - جیسے' اُسے نظر نہیں آتا - مجھے دکھائی نہیں دیتا - مجھے جانا پڑا - همیں وهاں جانا هے - اُسے تن بدن کی سدھ نہیں - ان جملوں میں اُسے' مجھے' همیں بظاهر مفعولی حالت میں هیں' اگرچہ حقیقت میں فاعل هیں - یہ زبان کا روزمرہ هے' اس میں کسی قاعدے کا دخل نہیں - یہ استعمال عموماً پڑنا اور هونا کے ساتهہ آتا هے' جہاں ضرورت یا مجبوری کا اظہار مقصود هوتا هے —

اس موقع پر "ملنا' کا ایک استعمال بھی قابل غور هے - اس میں جو شے ملتی هے وہ فاعلی صورت میں هوتی هے اور پانے والا مفعولی حالت میں هوتا هے - جیسے اسے انعام ملا - همیں کچهہ نہ ملا -

بالکل یہی استعمال لازم هے' مناسب هے' اور چاهیے وغیرہ کے ساتهہ هوتا هے - جیسے' تم کو کچهہ تو فکر کرنی چاهیے - مجھے یہ بات جلد کہنی مناسب هے - آدمی کو چاهیے کہ بھلائی کرے - اس کو لازم هے کہ دفتر کی باتیں باهر نہ کہے —

(ن) کبھی علامت مفعول (کو) سن ظاهر کرنے کے لیے آتی هے جیسے' (ع)' همشکل مصطفی کو تو اتھاروان هے سال -

یعنی سترہ پورے ہوچکے ہیں، اور اٹھارواں شروع ہے -

(س) کبھی لزوم کے معنوں میں آتا ہے جیسے —

مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب
جور و جفا و کاوش و خون جگر کو میں (داغ)

بعض اوقات علامت مفعول محذوف ہوتی ہے جیسے
وہ صبح سویرے چل دیا - میں گھر گیا - وہ کھانا کھانے گیا ہے -

خبری حالت

جو اسم جملے میں کسی فعل یا واقعے کی خبر دیتا ہے وہ خبری حالت میں ہوگا - جیسے وہ اس شہر کا حاکم ہے - وہ یہاں کا کوتوال مقرر ہوا ہے - یہ صاحب افغانستان کے ایلچی ہیں - کل جو گدڑیا تھا، آج بادشاہ ہے - وہ مجھے صورت سے درزی معلوم ہوتا ہے - ہم نے اُسے اپنا قائم مقام کیا ہے - وہ گنوار دکھائی دیتا ہے —

اوپر کی مثالوں سے معلوم ہوگا کہ جو لفظ فعل کے ساتھہ خبری حالت میں آئے ہیں وہ فعل کے معنوں کی تکمیل کرتے ہیں - بعض افعال اپنے مفہوم کے لحاظ سے خبری حالت کے لیے خاص طور پر موزوں ہوتے ہیں، ان میں سب سے بڑھ کر فعل "ہونا" ہے، جو اس حالت میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے - بعض دوسرے افعال بھی اسی طرح استعمال ہوتے ہیں، اگرچہ ان میں وہ کیفیت نہیں پائی جاتی جو "ہونا" میں ہے - مثلاً پڑنا، لگنا، دکھائی دینا وغیرہ —

اگرچہ خبری حالت کے اسم کا تعلق جملے میں وہی ہوتا ہے جو اُس اسم کا ہے جو فاعلی حالت میں ہے، مگر اکثر صورتوں میں خبری حالت کا اسم زیادہ عام ہوتا ہے - مثلاً فاختہ ایک پرندہ ہے - یہاں ظاہر ہے کہ پرندہ بہ نسبت فاختہ کے زیادہ عام ہے - ہم یہ نہیں کہہ سکتے

کہ پرندہ فاختہ ہے - یعنے فاختہ تو پرندہ ہے ' لیکن
ہر پرندہ فاختہ نہیں ہوتا - بعض صورتوں میں دونوں
اسم برابر کے یا قریب برابر کے ہوتے ہیں
اور یہ کہنا کسی قدر دشوار ہوتا ہے کہ فاعلی حالت
میں کون ہے اور خبری حالت میں کون - جیسے انسان
اشرف المخلوقات ہے —

(۲)

اضافی حالت

اضافت کے معنی نسبت کے ہیں - اور کسی لفظ کی
اضافی حالت اس لفظ کے تعلق کو دوسرے لفظ سے ظاہر
کرتی ہے - اسی لیے جس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی
ہے اُسے مضاف الیہ کہتے ہیں ' اور جو لفظ کہ نسبت کیا
جاتا ہے اُسے مضاف کہتے ہیں - مثلاً محمود کا گھوڑا - یہاں
گھوڑا حالت اضافی میں ہے اور اپنا تعلق محمود (یعنے
مضاف الیہ) سے ظاہر کرتا ہے - درحقیقت اگر دیکھا
جائے تو مضاف الیہ ایک قسم کی صفت ہے اور مضاف
موصوف ' اور یہ دونوں مل کر ایک خیال ظاہر
کرتے ہیں -

اُردو میں اضافی حالت مختلف قسم کے تعلقات کو ظاہر
کرتی ہے ' جس کی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے —

۱ - ملک یا قبضہ ظاہر کرنے کے لیے - جیسے ' وہ راجا
کی باندی ہے - یہ اس کے گھوڑے ہیں - ان جملوں
میں کہ " اس کا کہا بگڑتا ہے - اس کا کہا جاتا
ہے " ' کہا ' کو حالت اضافی میں سمجھنا چاہیے '
جو اسم کا قائم مقام ہے اور ملک کے ظاہر کرنے کے
لیے آیا ہے - یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ' کہا ' کے بعد
مال ' شے ' بات وغیرہ محذوف ہیں- مگر پہلی صورت

زیادہ صاف ہے —

۲ - رشتے یا قرابت کے اظہار کے لیے - جیسے ' میرا بیٹا - مسعود کا باپ - اس کا چچا —

۳ - مادی اشیا کا بیان - جیسے ' سونے کی انگوٹھی - صندل کا صندوقچہ - بھڑوں کا چھتا —

۴ - ظرف مکان و زماں کے لیے جیسے متھرا کا باشندہ - ملک ملک کے بادشاہ - یہ ایک منٹ کا کام ہے - چار دن کی بات ہے - یہ اگلے وقتوں کے لوگ ہیں -

۵ - کیفیت یا قسم کے ظاہر کرنے کے لیے - جیسے ' قسم قسم کی باتیں - بڑے اچنبھے کی بات ہے - ایک من کا بوجھ -

۶ - سبب یا علت کے لیے - جیسے ' راستے کا تھکا ماندہ - دھوپ کا جلا - نیند کا ماتا - موذی کے مارنے کا کچھ گناہ نہیں —

۷ - اصل و ماخذ کے اظہار کے لیے - جیسے پوتڑوں کا امیر - چنبیلی کی خوشبو - باجے کی آواز —

۸ - وضاحت کے لیے جیسے جمعے کا دن - مئی کا مہینا -

۹ - عمر کے لیے - چھ برس کا بچہ - ستر برس کا بوڑھا -

۱۰ - استعمال کے معنوں میں - جیسے پینے کا پانی - ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور - یہ چاقو کسی کام کا نہیں —

۱۱ - قیمت کے اظہار کے لیے جیسے ایک روپے کے آم دو - اس کپڑے کے کیا دام ہیں - دو روپے کا گھی لے آؤ -

۱۲ - تشبیہہ کے لیے - جیسے اس کی کلائی شیر کی کلائی ہے -

۱۳ - استعارے کے ساتھ - (استعارے کے معنے ہیں مانگے لینا یعنی کسی شے میں کوئی خاص بات یا صفت پائی جاتی ہے وہ اس سے مانگ کر کسی دوسرے سے منسوب کرنا) جیسے اس کے دل کا کنول کھل گیا —

۱۴ - ادنیٰ کے تعلق کے لیے - یعنے ذرا سے تعلق سے سب چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا جیسے ' اس کا ملک - ہمارا شہر وغیرہ —

۱۵ - صفت کے لیے - جیسے غضب کی گرمی - قیامت کی دھوپ ہے - آفت کا پرکالہ —

اسی طرح صفات کے ساتھہ بھی مستعمل ہے - قول کا سچا - دھن کا پکا - قسمت کا دھنی —

۱۶ - کُل کے جز کے لیے - جیسے' قصے کا آغاز - پہاڑ کی چوٹی - پانی کی ایک بوند —

۱۷ - کل کے لیے - اس سے کل یا مبالغہ کا اظہار ہوتا ہے - اس کا استعمال عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں ایک ہی لفظ ہوتے ہیں اور اُن کے درمیان اضافت کا حرف ہوتا ہے - جیسے سب کے سب - ڈھیر کا ڈھیر - آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے - ایک شعر کیا' غزل کی غزل مرصع ہے - شہر کا شہر اسی میں مبتلا ہے - قوم کی قوم - خاندان کا خاندان وغیرہ —

اضافت کے ساتھہ لفظ کا یہ تکرار اور معنے بھی دیتا ہے جس کا مفصل بیان الفاظ کے تکرار میں آئیگا —

۱۸ - فاعل یا مفعول کے اظہار کے لیے - جیسے' اس کے بھاگ جانے کی خبر ہے - میں اس کی تکلیف نہ دیکھہ سکا - یہ استعمال اکثر مصادر کے ساتھہ ہی ہوتا ہے اور مصدر اپنے فاعل یا مفعول یا ظرف کا مضاف ہوتا ہے جیسے ' صبح کرنا شام کا ' لانا ہے جوئے شیر کا (غالب) - رات کا آنا قیامت کا آنا ہے - دل کا آنا جان کا جانا ہے - وہاں کا بیٹھنا اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ —

۱۹ - بعض صفات اور دوسرے الفاظ ہمیشہ اضافت کے حرف کے ساتھہ استعمال ہوتے ہیں - جیسے ' لائق ' قابل '

برابر ' متعلق ' موجب ' موافق ' نسبت ' طرف '
مطابق ' بابت ' مشابہ - اسی طرح قبل ' بعد ' پاس '
آگے ' پیچھے ' اوپر ' نیچے ' تئیں ' ہاں ' لیے ' واسطے '
طرح کے ساتھہ بھی اضافت کے حرف آتے ہیں - مگر ' قبل '
اور ' بعد ' بعض اوقات بغیر اضافت کے بھی مستعمل
ہیں جیسے دو ماہ قبل - دو ماہ بعد —

۲۰ - بعض اوقات اضافت کے حرف کے بعد کا اسم (یعنی
مضاف الیہ) محذوف بھی ہوتا ہے - جیسے ایمان کی
تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا (یعنی ایمان کی بات) - اس
نے میری ایک نہ سنی —

دل کی دل ہی میں رہی ایک نہ ہونے پائی —
ملے تھے آج تو ہم بھی جناب آصف سے
عجیب رنگ میں ہیں پوچھئے ہو کیا انکی

ایسی حالتوں میں اکثر بات یا حالت کا لفظ محذوف
ہوتا ہے مگر کبھی کبھی دوسرے الفاظ بھی محذوف کر دیے
جاتے ہیں یا تو اس لیے کہ ان کا بیان اکثر خلاف تہذیب
ہوتا ہے یا یہ کہ اُن کا سمجھنا سہل ہوتا ہے مثلاً —

غرض یہ کہ سرکار ہیں پیٹ بھر کے
آج وہ پھر حجام کا آیا تھا - اُن کی بولی کہی —

۲۱ - بعض اوقات اور خاص کر نظم میں مضاف الیہ اور
مضاف کی ترتیب بدل جاتی ہے جیسے —

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے

یا جیسے ' نام تو اُن کا مجھے یاد نہیں البتہ صورت یاد
ہے - یا کوئی مزاج پوچھے تو جواب دیں ' شکر خدا کا - اس
موقع پر ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ
بعض اوقات جب اضافی ترکیب اپنی اصلی حالت پر نہیں

ہوتی بلکہ اضافت کا حرف جو عموماً مضاف الیہ اور مضاف کے درمیان واقع ہوتا ہے ' آخر میں واقع ہو ' تو محاورے میں ' کی ' کے بجائے ' کے ' استعمال ہو جاتا ہے جیسے ' مانند شہر کے - یہاں " کے " از روے محاورہ صحیح ہے حالانکہ قاعدے کے روسے " کی " ہونی چاہیے ' کیونکہ مانند مونث ہے - یا جیسے آتش کا شعر ہے —

معرفت میں اُس خداے پاک کے
اُڑتے ہیں ہوش و حواس اِدراک کے

یا میرانیس فرماتے ہیں - " میدان میں تھا حشر بپا چال سے اس کے - " اسی طرح میر تقی فرماتے ہیں - " آنکھوں میں ہیں حقیر جس تس کے - " حالانکہ معرفت' چال' آنکھوں' مونث ہیں ' مگر ان کے ساتھ ' کے ' استعمال ہوا ہے - زبان کا محاورہ یہی ہے اور اس لیے اعتراض کی گنجائش نہیں' اگرچہ عام قاعدہ اس کے خلاف ہے - یہ استعمال اکثر نظم میں ہوتا ہے —

۲۲ - یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے جس کا تعلق زبان کے محاورے سے ہے —

ذیل کے فقروں میں ' کے ' کے استعمال پر غور کیجیے —

احمد نے اس کے تھپڑ مارا —
اس کے سرمہ لگایا —
گھوڑے نے اس کے لات ماری —
میں نے اس کے چٹکی لی —
اس کے ابٹنا ملو —
اس کے بیٹا ہوا —
گدھے کے دم نہ تھی —
اس کے چوٹ لگی — وغیرہ وغیرہ —

بعض حضرات کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ ' کے ' کے بعد

کوئی ایک لفظ محذوف ہے - مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ " اس کے تھپڑ مارا " تو اصل میں ہے اس کے منہ پر تھپڑ مارا - اسی طرح اس کے سرمہ لگایا ' اس میں آنکھوں کا لفظ محذوف ہے - " اس کے بیٹا ہوا " اس میں ہاں یا گھر محذوف ہے - " گدھے کے دم نہ تھی " یہ اصل میں ہے گدھے کے پاس دم نہ تھی - " اس کے چوٹ لگی " یعنے اس کے بدن میں یا جسم میں وغیرہ -

لیکن مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں ہے - " کے " اور " کو " دونوں کی اصل ایک ہے - یعنے یہ سنسکرت کے حالیہ " کرنا " سے نکلے ہیں - قنوجی ' میواڑی ' گڑھوالی ' کماؤنی اور نیپالی میں " کو " اضافی حالت کے لیے آتا ہے اور بھوج پوری ' ماگدھی اور میتھلی میں " کے " اور " کی " بھی مفعول کی علامت ہیں - میری رائے میں اوپر کی مثالوں میں جو ' کے ' آیا ہے وہ بجائے " کو " کے ہے - چنانچہ اب بھی دکن نیز دیگر مقامات میں ایسے موقعوں پر " کے " کی بجائے " کو " ہی استعمال کرتے ہیں - یعنے " اس کے بیٹا ہوا " یا " اس کے دو بیٹے ہیں " کے بجائے ' اس کو بیٹا ہوا ' یا ' اس کو دو بیٹے ہیں ' کہتے ہیں ' جو اگرچہ اردو محاورے کی رو سے غلط ہیں مگر اصل کا پتا ضرور دیتے ہیں -

(۳)

ظوری حالت

ظوری حالت کی کئی قسمیں ہیں - اس میں زمان اور مکان (ظرف) ' پیمائش ' وزن ' قیمت ' طریقہ ' مقابلہ ' ذریعہ یا آلہ وغیرہ کی تمام حالتیں آجاتی ہیں -

۱ - مکان یا مقام کی حالت عموماً ' میں ' ' پر ' سے کے ساتھ آتی ہے - جیسے ' دنیا جہان میں ' شہر میں ' گھر

میں وغیرہ - وہ مدرسے سے گھر آیا - نکل شہر سے راہ جنگل کی لی - مسند سے اٹھا اور پلنگ پر آ بیٹھا - کبھی 'میں' اور 'سے' دونوں مل کر آتے ہیں جیسے گھر میں سے بولا - چھت پرسے اُترا -

محاورے میں اس کا استعمال بہ کثرت ہوتا ہے - جیسے' کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں - اِس کام میں میرا دل نہیں لگتا - وہ ہوش میں آیا -

وہ قدموں پر گر پڑا - کشن لال گدی پر بیٹھا ہے - وہ چھت پر چڑھ گیا - وہ گھوڑے پر سوار ہے - خدا کا دیا سر پر - بنارس گنگا پر واقع ہے -

کبھی اس صورت میں جز کا تعلق کُل سے ظاہر ہوتا ہے - جیسے خاندان بھر میں یہ ایک ہی شخص ہے - ساری کتاب میں ایک صفحہ بھی پڑھنے کے قابل نہیں - وہ ہمارے دفتر میں منشی ہے - وہ ہم میں نہیں ہے - یہ شخص شرفائے شہر سے ہے - یہ حیوانات کی قسم سے ہے -

کبھی چسپاں یا ملا ہوا ہونا کے معنے پائے جاتے ہیں - جیسے' انگوٹھی میں ہیرا جڑا ہے - ایک تولے سونے میں ماشہ بھر تانبا ہے - جھالر میں موتی ٹکے ہیں -

۲ - زمانے کے اظہار کے لیے - جیسے' یہ کام کتنے دنوں میں ہو جائے گا - وہ ایک مہینے میں واپس آجائے گا - عین وقت پر آیا - پانچ بج کے دس منٹ پر آیا —

۳ - پیمائش کے لیے - جیسے یہ درخت طول میں پانچ گز ہے - یہ تختہ چوڑائی میں چار فٹ ہے —

۴ - وزن کے لیے - جیسے' تول میں کم ہے - سیر میں چار چڑھتے ہیں —

۵ - قیمت کے اظہار کے لیے' جیسے' یہ کتاب کتنے میں پڑی —

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مال کتنے کا ہے ؟ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی اصلی اور قطعی قیمت کیا ہے - جب یہ پوچھتے ہیں کہ "یہ کتنے کو یا کتنے میں دوگے" یا "یہ کتنے کو لیا یا کتنے میں لیا" ؟ تو اس کے معنے ہیں وہ قیمت جتنے میں یہ شے بکتی ہے - لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ "میں نے یہ لیمپ چار روپے میں لیا" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قیمت خرید ہے یا اتنے میں پڑا ہے' ممکن ہے کہ اصلی قیمت یا قیمت فروخت کم و بیش ہو —

۶ - طریقہ - جیسے' اس نے بڑی محنت سے کام کیا - وہ بڑی محبت سے ملا - غور سے ملاحظہ فرمائیے وہ بہت خاطر مدارات سے پیش آیا —

۷ - مقابلہ یا فوقیت - جیسے' وہ مجھ سے اچھا ہے - میں اس سے کس چیز میں کم ہوں' لیاقت میں' عزت میں مال دولت میں - ان دونوں میں کون بہتر ہے - مجھ میں اس میں زمین آسمان کا فرق ہے - وہ مجھ سے عمر میں بڑا ہے - لاکھ میں ایک ہے - وہ حسن میں یکتا ہے - وہ سب سے پہلے جا پہنچا - کوئی مجھ سے نہ جیتا - سخی سے شوم بھلا - اُسے مجھ پر ترجیح ہے - اُسے تم پر تقدم حاصل ہے - اس پر بس نہیں چلتا —

۸ - ذریعہ یا آلہ - جیسے' یہ قفل دوسری کنجی سے نہیں کھلنے کا - میں نے اسے اپنی آنکھ سے دیکھا - ایک ہی ہاتھ میں کام تمام کر دیا - دو ہی باتوں میں پرچا لیا - دو ہی کشوں میں حقہ جلا دیا —

۹ - معیت - جیسے' وہ بڑے ساز و سامان سے آیا - میں نے روٹی سالن سے کھائی —

۱۰ - جدائی یا علحدگی' مادی ہو یا خیالی - جیسے'

وہ مجھہ سے جدا ہوگیا - میں نے اُسے غلامی سے آزاد کردیا - اس نے مجھے آگ سے بچایا - تم مجھے وہاں جانے سے کیوں منع کرتے ہو - وہ کام سے جی چراتا ہے - یہ عقل سے بعید ہے —

۱۱ - مصروفیت - جیسے دن رات مطالعے میں رہتا ہے، اُسے فرصت کہاں - وہ تو شب و روز ناچ رنگ میں مشغول رہتا ہے - اپنے کام میں ہے —

۱۲ - حالت یا کیفیت - جیسے، اِسی سوچ میں آنکھہ لگ گئی - پینک میں ہے - نشے میں ہے - وہ اپنے ہوش حواس میں نہیں - وہ نیند میں ہے - مصیبت میں ہے - کس عذاب میں جان ہے - ہاتھہ میں شفا ہے - زبان میں اثر ہے —

۱۳ - علت و سبب - جیسے، وہ اپنے کہے سے (یا کہے پر) بہت نادم ہے - آپ کے خوف سے پڑھتا ہے - فساد سے ضرر پیدا ہوتا ہے - اتنی ہی بات پر آگ بگولا ہوگیا —

۱۴ - واسطے اور خاطر کے لیے - جیسے، کام پر گیا ہے - نام پر مرتا ہے - روٹی پر جان دیتا ہے —

۱۵ - تعلق خاطر - جیسے، ہمارے حال پر رحم کرو - اس بات پر غور کرو - میرا دل اُس پر آگیا —

۱۶ - انحصار - جیسے، میری زندگی اسی پر ہے - ایک مجھی پر کیا سب کا یہی حال ہے - میرا جانا ان پر موقوف ہے -

۱۷ - طرف یا جانب - جیسے، اس کی باتوں پر نہ جانا - اس پر نہ جانا یہ سب دیکھنے کے ہیں —

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اس پر کوئی خیال نہیں کرنا چاہیے - ہر چیز اپنی اصل پر جاتی ہے —

غرض اس قسم کے جتنے تعلقات حروف ربط کے ذریعے سے

ظاهر کیے جاتے اور جن میں کام کا کسی خاص طور سے واقع ہونا پایا جاتا ہے ' تو ایسے اسما جو اس طرح استعمال ہوتے ہیں وہ طوری حالت میں ہوں گے - اُن مثالوں کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ہیں اور بھی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے کام کا طور معلوم ہوتا ہے - جیسے نکھہ سکھہ سے درست - آنکھوں سے اندھا کانوں سے بہرا - لین دین میں ہوشیار - باتوں میں تیز ' کام میں سست - اس نے دشمن پر حملہ کیا - شیر پر جھپٹا - وہ مجھہ پر غصے ہوا - اس کے مال پر قبضہ کرلیا - وہ اپنے طریقے پر ہے میں اپنے طریقے پر ہوں - ان قواعد کی پابندی مجھہ پر لازم نہیں - خدا کی اطاعت سب پر واجب ہے - وہ اپنے قول و قرار پر قائم نہیں - یہ سب مثالیں طور کو بتاتی ہیں اور اسی لیے ہم نے اس قسم کے تمام اسما کو طوری حالت میں رکھا ہے —

صفت

صفات کی ساخت اور تغیر و تبدل کے متعلق پہلے حصے میں کافی طور سے بیان ہوچکا ہے لہذا یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری ہے —

۱ - صفت جب کبھی اسم کی کیفیت یا حالت بیان کرتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں —

(۱) توصیفی اور (۲) خبری —

توصیفی جیسے خوبصورت جوان - نازک کلائی - نیلا آسمان وغیرہ —

خبری جیسے وہ گھوڑا خوبصورت ہے - یہ پانی تو گرم ہے - میں نے اُسے ہوشیار پایا وغیرہ —

۲ - اُردو میں صفات اکثر اسما کی طرح استعمال ہوتی ہیں اور جس طرح اسما کی آخری علامت میں تبدیلی واقع

ھوتی ھیں ان میں بھی ھوتی ھے جیسے -

تم کیا اچھے اچھے مارے پھرتے ھیں اور کوئی نہیں پوچھتا —

چاھیے اچھوں کو جتنا چاھیے
وہ اگر چاھیں تو پھر کیا چاھیے

بروں کی صحبت سے بچو - بے حیا کی بلا دور - یہاں سب طرح کے لوگ موجود ھیں اچھے سے اچھا اور برے سے برا - عقلمندوں کی صحبت میں بیٹھو' جاھلوں سے احتراز کرو - بڑوں کا ادب کرو اور چھوٹوں پر شفقت -

۳ - کبھی کبھی بعض اسم بھی صفت کے معنوں میں استعمال ھوتے ھیں جیسے —

آگے جاتا نہیں ھے اب بولا
ھوگئی ھے زبان بھی اولا

یہاں اولے کے معنے ٹھنڈے کے ھیں - یا مثلاً یوں کہیں' اس کے ھاتھ پاؤں برف ھو رھے ھیں - اسے اس زور کا بخار چڑھا کہ سارا جسم آگ تھا - یا مثلاً خفا ھو کر کہیں' تم بڑے الو ھو یا بڑے گدھے ھو - یہاں الو اور گدھے کے معنے بیوقوف اور احمق کے ھیں - یا' وہ تو نرا بیل ھے —

۴ - صفات بعض اوقات تمیز کا کام دیتی ھیں جیسے' وہ خوب بولتا ھے - اسے کچھہ نہیں آتا -

۵ - بعض اوقات تکرار صفت سے صفت میں ترقی ھو جاتی ھے - جیسے دور دور کے لوگ - مشہور مشہور شخص - میٹھے میٹھے پھل - اونچے اونچے مکان - گرم گرم چاے - مگر خاص خاص حالتوں میں اس کے خلاف کمی ظاھر ھوتی ھے - مثلاً دال میں کچھہ کالا کالا نظر آتا ھے (یعنے کوئی چیز جو کالی سی ھے) یہ سالن میٹھا میٹھا معلوم ھوتا ھے (یعنے کسی قدر میٹھا) لیکن اس آخری صورت میں صفت تمیز کا کام دیتی ھے -

جب اس میں اور ترقی یا مبالغہ مقصود ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان "سے" بڑھا دیتے ہیں - جیسے بڑے سے بڑا کام - اونچے سے اونچا پہاڑ - بھاری سے بھاری بوجھہ - اچھے سے اچھا کام - وغیرہ —

۷ - سا کا لفظ بھی صفات کے ساتھہ استعمال کیا جاتا ہے اس سے مشابہت پائی جاتی ہے ' مگر ساتھہ ہی صفت میں کمی کا بھی اظہار ہوتا ہے - جیسے لال سا کپڑا ' کالا سا رنگ ' وہ تو مجھے بیوقوف سا معلوم ہوتا ہے —

یہی حرف بعض اوقات اسم یا ضمیر کے ساتھہ استعمال ہوتا ہے اور اس سے مل کر صفت کا کام دیتا ہے ' اور اس سے مشابہت ظاہر ہوتی ہے - جیسے بادل سا سائبان - مجھہ سا گنہگار - تم سا عقل مند —

بعض اوقات یہ حرف اسم اور ضمیر کی اضافی حالت کے ساتھہ بھی آتا ہے - اس وقت خود شخص یا شے سے مشابہت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ کسی ایسی بات سے مشابہت ہوتی ہے جو اس شخص یا شے میں پائی جاتی ہے - جیسے آدمی کی سی بولی - ہاتھی کی سی سونڈ - گھوڑے کا سا منھہ - شیر کے سے دانت - بکرے کی سی ڈاڑھی —

(یہاں حرف اضافت کے بعد اسم محذوف سمجھا گیا ہے - یعنے آدمی کی بولی سی بولی - ہاتھی کی سونڈ سی سونڈ) -

بعض اوقات موصوف محذوف ہوتا ہے - جیسے پھول سا نظر آتا ہے - پہاڑ کی چوٹی سی معلوم ہوتی ہے - یہاں وہ شے (جسے ہم دیکھہ رہے ہیں) محذوف ہے —

جس طرح یہ صفت کے ساتھہ آکر اسم کی تعریف کرتا ہے جیسے پہلے بیان ہوچکا ہے (لال سا کپڑا) ' اسی طرح یہ اسم کے ساتھہ آکر صفت کی مشابہت ظاہر کرتا ہے ' جیسے پھول

سا ہلکا ' پتھر سا سخت —

اس قسم کی ترکیب میں سے کبھی (سا) اڑا کر بہت پاکیزہ مبالغہ ظاہر کیا جاتا ہے- جیسے ہلکا پھول' میٹھا شہد- اگرچہ بظاہر اس کی یہ ترکیب ہوگی کہ پھول سا ہلکا یا شہد سا میٹھا ' لیکن اس کے معنے بہت ہلکے اور بہت میٹھے کے لیے جاتے ہیں - اس قسم کی ترکیبی صفات کی چند مثالیں دی جاتی ہیں —

ہلکا پھول' میٹھا شہد' لال انگارا ' لال بھبوکا ' کالا بھجنگ ' کھٹا چوک ' کھٹا چونا ' کڑوا زہر ' کڑوا نیم ' کڑوا کریلا ' سوکھا کھڑنک ' پھیکا پانی ' موٹا پھپس ' لمبا اونٹ ' سوکھا کانٹا ' دبلا قاق ' سیدھا تک ' سیدھا تیر ' سفید جھک ' سفید براق ' گرم آگ ' ٹھنڈا برف ' ٹھنڈا اولا ' اندھیرا گھپ ' نیلا کانچ ' میلا چیکٹ ' بڈھا پھوس —

(۸) سا کا استعمال صفت کی زیادتی کے لیے اس طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آٹا ' بڑا سا گھر ' تھوڑی سی رات ' اونچا سا پہاڑ —

' سا ' ان معنوں میں سنسکرت کے لفظ شس سے نکلا ہے جس کے معنے گنا کے ہیں (برج بھاشا سو) - سا ' جس کے معنے مشابہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ سما (مانند) سے آیا ہے (برج بھاشا ' سوں) -

۹ - ' ہر ' حرف تخصیص ہے اور ہمیشہ واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن ' ایک ' اور ' کوئی ' کے ساتھ مرکب ہوکر بھی آتا ہے جیسے ' ہر ایک آدمی کا یہ کام نہیں ہے - ہر کوئی اسے کرلے یہ دشوار ہے -

۱۰ - ' بھر ' اگرچہ صفت ہے لیکن کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی اسم کے بعد مل کر آتا ہے (یہ بھرنے سے ہے اور اسکے معنے پورے یا تمام کے ہیں) اسماے مقدار

وغیرہ کے ساتھہ - جیسے، چلو بھر، مٹھی بھر، پاؤ بھر، گز بھر، ہاتھہ بھر -

اسماے مسافت کے ساتھہ - جیسے، کوس بھر -

اسماے زماں کے ساتھہ جیسے، عمر بھر، دن بھر، سال بھر -

اس کے علاوہ 'مقدور بھر' بھی استعمال ہوتا ہے -

بعض اوقات 'بھر برس' یا 'بھر نیند سونا' یا بھر نظر دیکھنا' بھی بول جاتے ہیں ورنہ یہ لفظ ہمیشہ اسم کے بعد آتا ہے -

صفات عددی

۱ - قدیم اردو (دکنی) میں ایک کی جمع ایکاں آتی ہے، جس کے معنے کچھہ اور بعض کے ہوتے ہیں -

۲ - کبھی ایک "کسی" کے معنوں میں آتا ہے - جیسے، ایک دن ایسا واقع ہوا - ایک شخص نے مجھہ سے یہ کہا - ایک نے بھی میرا ساتھہ نہ دیا - ان فقروں میں ایک شمار کے لیے نہیں آیا بلکہ اس کے معنے کسی دن اور کسی شخص کے ہیں -

اسی طرح ایک معین اعداد کے ساتھہ آکر غیر معین کے معنے دیتا ہے - جیسے، بیس ایک آدمی بیٹھے تھے - یعنے تخمیناً بیس - اس کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے -

جب یہ تکرار آتا ہے تو اس کے معنے فرداً فرداً کے ہوتے ہیں لیکن ایسے موقعوں پر تمیز، اسم یا ضمیر کا کام دیتا ہے - جیسے ایک ایک آو - ایک ایک در -

ہر ایک کے معنوں میں، جیسے اس نے آپ کا پیغام ایک ایک کو پہنچا دیا - قریب قریب انہیں معنوں میں 'ایک ایک کرکے' بھی استعمال ہوتا ہے -

لیکن جب پہلا ایک فاعلی حالت میں ہوتا ہے اور دوسرا مفعولی یا اضافی حالت میں تو وہاں باہم یا ایک دوسرے کے معنے ہوتے ہیں - جیسے ایک ایک سے لڑ رہا تھا - ایک ایک

سے جت گیا - ایک ایک کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا - ایک ایک کا دشمن ہے -

جب ایک ہی جملے کے دونوں فقروں میں آتا ہے تو دوسرے ایک کے معنے دوسرے کے ہوتے ہیں - جیسے ' ایک کو سائی ایک کو بدھائی -

ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

اور اکثر ایک کے جواب میں دوسرا یا اُس پر آتا ہے - جیسے ' ایک تو بیوقوف دوسرے مفلس - ایک تو میں غم زدہ اُس پر آپ کی غفلت غضب ہے -

کبھی تحسین کلام کے لیے آتا ہے - جیسے ' ایک تمہارا ہی فکر کیا کم ہے - ایک درد سا دل میں رہتا ہے -

یہ صدا جب کہ کان میں آئی
جان اک میری جان میں آئی

کبھی کُل یا سارے کے معنوں میں آتا ہے - جیسے ' ایک زمانہ یہی کہتا ہے - ایک عالم میں یہی چرچا ہے -

کبھی یکساں کے معنی دیتا ہے - جیسے ' وہ بھائی بہن ایک ہیں -

ایک ہے تیری نگہ میری آہ
کہیں ایسوں سے رہا جاتا ہے (داغ)

کبھی مبالغے کے لیے - جیسے ' وہ ایک چھٹا ہوا ہے -

کبھی بے نظیر کے معنوں میں جیسے ' سارے خاندان میں ایک ہے - اپنے رنگ میں ایک ہے -

کبھی اکیلے اور تنہا کے معنوں میں جیسے' کیا تمہارے ستانے کو ایک میں ہی رہ گیا ہوں -

کبھی ذرا یا ادنیٰ کے معنوں میں آتا ہے - جیسے -

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

' ایک نہ ایک ' محاورے میں کوئی نہ کوئی کے معنوں میں آتا ھے جیسے آئے دن ایک نہ ایک فکر لگا رھتا ھے - جب کبھی میں وھاں جاتا ھوں وہ ایک نہ ایک فرمائش ضرور کر دیتے ھیں —

۳ - صرف میں بیان ھو چکا ھے کہ کُلیت کے اظہار کے لیے اعداد معین کے آگے (وں) بڑھا دیتے ھیں - جیسے ' آٹھوں پہر وھیں بیٹھا رھتا ھے - دونوں جہان میں بھلا ھوگا - اور جب زور دینا مقصود ھوتا ھے تو عدد حرف اضافت کے ساتھ بہ تکرار استعمال ھوتا ھے - جیسے ' آٹھوں کے آٹھوں آگئے ' دسوں کے دسوں دےدیے - لیکن یہ یاد رکھنا چاھیے کہ اس آخری صورت میں عدد کے ساتھ اسم اکثر محذوف ھوتا ھے -

ضمائر

۱ - ضمیر جنس و تعداد میں اس اسم سے مطابق ھوتی ھے جس کے لیے وہ استعمال کی گئی ھے - جیسے میں نے کریم کو ھر چند سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا - وہ شخص جو کل آپ سے ملا تھا چلا گیا —

لیکن تعظیم کے موقع پر اگر چہ اسم واحد ھوتا ھے لیکن جو ضمیر کہ اس کی بجائے استعمال ھوتی ھے جمع آتی ھے - جیسے آپ کے بلانے پر مولوی صاحب آئے تو سہی مگر انھوں نے اس مسئلے کے متعلق کچھ نہ فرمایا - وہ صاحب جنھیں آپ نے بلایا تھا تشریف لائے ھیں -

۲ - جب ضمائر شخصی فعل کی فاعل ھوتی ھیں تو بعض اوقات محذوف ھوتی ھیں جیسے ' کل آؤں گا - یہاں میں محذوف ھے - امر کے ساتھ خصوصاً ضمیر فاعلی ظاھر نہیں کی جاتی - جیسے فوراً چلے جاؤ -

۳ - جب ایک ھی جملے میں ایک مفعول شے دوسرا مفعول شخصی ھو یعنی قریب و بعید اور دونوں ضمیریں ھوں تو

(کو) مفعول شخصی کے ساتھہ آئیگا جیسے وہ تومیں اس کو دوں گا۔

۴- مجھہ اور تجھہ کے ساتھہ جب کوئی صفت آتی ھے تو اس کی صورت تو مفعولی ھوتی ھے لیکن وہ فاعلی ' مفعولی ' اضافی ' طوری حالتوں میں برابر استعمال ھوتی ھے۔ اور ایسی صورت میں علامات فاعل و مفعول و اضافی و طوری صفت کے بعد آتی ھیں - جیسے ' مجھہ کمبخت نے کہا تھا - مجھہ خاکسار کو یہ واقعہ پیش آیا - مجھہ عاجز سے یہ خطا ھوئی - تجھہ بد بخت کی یہ حالت ھے - (یہ عموماً تجھہ اور مجھہ ھی کے ساتھہ مخصوص ھے) -

۵- اسی طرح جب ضمیر شخصی کے بعد ' ھی ' آتا ھے تو علامات فاعل و مفعول و اضافی و طوری عموماً ' ھی ' کے بعد آتی ھیں جیسے مجھی سے مانگا تھا - ھمیں نے دیا تھا - اسی کا ھے - میں نے ھی کہا - البتہ علامت فاعلی مستثنیٰ ھے ' وہ دونوں طرح استعمال ھوتی ھے۔ مگر واحد متکلم میں ' ھی ' ھمیشہ ' نے ' کے بعد آتا ھے —

۶- بعض ضمائر شخصی و دیگر ضمائر کے ساتھہ 'پاس' کا استعمال بلا اضافت بھی آتا ھے جیسے ' اُس پاس - مجھہ پاس - جس پاس - کس پاس —

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھہ نہ ھو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے (غالب)
کون آتا ھے برے وقت کسی پاس اے داغ
لوگ دیوانہ بناتے ھیں کہ وہ آتے ھیں

لیکن یہ استعمال اب متروک ھوتا جاتا ھے —

۷- ' آپ ' بجائے ضمیر مخاطب تعظیماً آتا ھے اور کبھی تعظیم کے خیال سے غائب کے لیے استعمال ھوتا ھے جس کا ذکر حصۂ صرف میں ھو چکا ھے - لیکن آپ مخاطب کے لیے آئے یا غائب کے لیے فعل اس کے لیے ھمیشہ جمع غائب آتا

آتا ہے - جیسے، آپ تشریف لے چلیں - آپ آئے تھے - آپ کب جائیں گے —

۸ - اپنا ضمیر کے موقع پر جس جس طرح استعمال ہوتا ہے اس کا ذکر صرف میں ہوچکا ہے - علاوہ اس کے وہ بلا تعلق مرجع اور بھی کئی طرح استعمال ہوتا ہے —

(ا) بعض وقت ضمیر متکلم کے معنوں میں آتا ہے - جیسے اپنا اُلو کہیں نہیں گیا —

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں
ناصحوں سے کلام کون کرے
اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں (داغ)

(ب) بعض اوقات صفت کے معنے دیتا ہے - جیسے، اپنی گرہ سے دینا - اپنی نیند سونا اور اپنی بھوک کھانا —

(ج) جب مکرر آتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں ہر ایک کا الگ الگ - جیسے اپنا اپنا کمانا اپنا اپنا کھانا - 'اپنا اپنا کام کرو - اپنے اپنے گھر جاؤ - وہ سب چھ بجے اُٹھے اور اپنا اپنا کام کرنے لگے —

(د) کبھی بطور اسم استعمال ہوتا ہے - جیسے، اپنا اپنا ہے پرایا پرایا - مجھے اپنا پرایا سب ایک ہے - جب وہ اپنوں سے یہ سلوک کرتا ہے تو غیروں سے کیا کچھ نہ کرے گا (یہاں اپنے کے معنے عزیز اور رشتہ دار کے ہیں اور ان معنوں میں یہ لفظ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے) - اسی سے اپنایت اسم کیفیت ہے جسکے معنے یگانگت کے ہیں —

(ہ) کبھی خصوصیت کے لیے جیسے، اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہے - دوسرے کاموں سے فرصت ملے تو اپنا کام بھی کروں -

(و) اس محاورے میں کہ "ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے" اسم محذوف ہے - اسی طرح ان محاورات میں اپنی

گانا '' اپنی کہنا '، اُسے اپنی پڑی ہے ' جب دیکھو وہ اپنی ہی گاتا ہے ' اسم محذوف ہے اور اس لیے بجائے اسم سمجھا جائے گا۔

(ز) کبھی آپ بھی اپنے یا اپنی کے بجائے آتا ہے جیسے آپ بیتی - آپ کاج مہا کاج —

(ح) آپ سے آپ اور آپ ہی آپ اور آپ سے خود بخود کے معنوں میں آتے ہیں -

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھا ناکوئی ہم سے سیکھ جائے

(ط) کبھی آپ کے بجائے آپے کا لفظ بھی محاورے میں استعمال ہوتا ہے - جیسے آپے سے باہر ہو جانا ؛ آپے میں آنا -

۹ بعض اوقات ہم تم اور آپ کے ساتھ دوسرے اسم جمع مثل لوگ ' صاحب اور حضرات کے استعمال ہوتے ہیں - جیسے ' ہم لوگ ' تم لوگ ' آپ صاحب ' آپ حضرات وغیرہ -

۱۰- 'ہی' حرف تخصیص ہے جب وہ ہم ' تم اور وہ ' یہ کے ساتھ آتا ہے تو ان کی صورت وہی ' یہی (جمع میں اِنہیں ' اُنہیں ' ہمیں ' تمہیں) ہو جاتی ہے - جیسے ' وہی آئے گا تو دوں گا - یہ غلطی ہمیں سے ہوئی - یہ تمہیں تو تھے -

۱۱- ضمیر کبھی اسم سے پہلے بھی آجاتی ہے مگر یہ اکثر نظم میں ہوتا ہے -

۱۲- یہ بیان ہو چکا ہے کہ "یہ" ضمیر اشارۂ قریب کے لیے اور "وہ" بعید کے لیے ہے لیکن بعض اوقات "یہ" کا اشارہ پورے جملے کی طرف ہوتا ہے جو اس کے بعد آتا ہے جیسے -

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر ! مرا گلو بھی نہیں رہے گا
کمر میں ظالم کے او ستمگر ! ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا

۱۳- یہ اور وہ کبھی ایسا کے معنوں میں بطور صفت کے آتے ہیں - جیسے ' روشنی کا یہ عالم تھا کہ اس کے سامنے چاندنی گرد تھی -

۱۴- حروف ربط کے اثر سے یہ اس سے اور وہ اُس سے بدل جاتا ہے جیسے اُس میں ، اُس پر وغیرہ -

علاوہ حروف ربط کے پاس ، جگہ ، گھر ، طرف ، سمت ، جانب ، رات ، دن ، مہینا ، سال ، گھڑی ، طرح ، قدر ، وغیرہ کے ساتھہ آنے سے بھی یہی تبدیلی ہو جاتی ہے -

۱۵- جمع میں یہ اِن اور وہ اُن ہو جاتا ہے -

۱۶- کبھی "یوں" بھی ضمیر اشارہ (قریب) کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے -

مہندی ملنے کے بہانے ہیں عبث یوں کہیے
آج اغیار سے پیمان کیے بیٹھے ہیں (داغ)

۱۷- ضمائر استفہامیہ دو ہیں - 'کیا' اشیا کے لیے اور 'کون' اشخاص کے لیے - ان کا مفصل ذکر صرف میں آچکا ہے -

کیا حالت فاعلی اور مفعولی میں یکساں طور سے استعمال ہوتا ہے ، مثلاً تمھیں کیا چاہیے - تم کیا کر رہے ہو لیکن- کیا جب تعجب اور حیرت کے لیے آتا ہے تو اشخاص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ، وہ بھی کیا آدمی ہے- کیا بیوقوف ہے (لیکن ان موقعوں پر یا تو وہ صفت کا کام دیتا ہے یا تمیز کا) -

۱۸- استفہام کی مختلف قسمیں ہیں اور وہ مختلف معنوں کا اظہار کرتا ہے مثلاً -

(ا) محض استفسار کے لیے - جیسے یہ کون ہے ؟ یہ کیا ہے ؟ اسے استخباری بھی کہتے ہیں جیسے اس شعر کے دوسرے مصرع میں -

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے ؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے ؟

(ب) اقراری جیسے ، یہ تمہارا قصور نہیں تو اور کس کا ہے ؟ (یعنی تمہارا ہی ہے) - یہ حماقت نہیں تو

اور کیا ہے ؟ -

(ج) انکاری جیسے -

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا ؟ (غالب)

کیا یہ انداز چھٹ جائیں گے ؟ یعنے نہیں چھٹیں گے
یا اس شعر کے دوسرے مصرع میں -

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا ؟

(د) تجاہل ' یعنے جان بوجھہ کر پوچھنا جیسے کسی کو
لکھتے ہوے دیکھہ کر پوچھنا کہ کیا کر رہے ہو ؟

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے ؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

یا شاعر ممدوح کے متعلق تجاہل سے سوال پر سوال
کرتا ہے حالانکہ خوب جانتا ہے کہ وہ کون ہے —

کون ہے جس کےدر پہ ناصیہ سا   ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام

اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتا ہے —

تو نہیں جانتا تو مجھسے سن   نام شاہنشہ بلند مقام
قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ   مظہر ذوالجلال والاکرام

یا اسی طرح ایک مقرر زور دینے کے لیے سوال پہ سوال کرتا
ہے حالانکہ خود بھی جانتا ہے اور دوسرے بھی جانتے ہیں -

(ہ) زجر و ملامت کے لیے - جیسے اس شعر کے پہلے مصرع میں

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟   آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

یا ہم بگڑ کر کسی سے کہیں "کیا کرتے ہو" ؟

(و) تحقیر و توہین کے لیے جیسے'

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ؟
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے ؟

(ز) حیرت و استعجاب کے لیے جیسے' ایں! یہ کیا ہوا!

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

(ح) انکسار کے لیے - جیسے، ہم کیا ہیں کوئی کام جو ہم سے ہوگا؟

(ط) نفی کے لیے - جیسے، میں کیا جانوں؟

(ی) استغنا کے لیے - جیسے، اسے لے کر کیا کروں گا؟

۱۹ - اس کے علاوہ " کیا " بطور صفت بھی آتا ہے جس کا ذکر دوسرے موقع پر کیا جائے گا —

۲۰ - "کیا کیا" بہ تکرار بھی آتا ہے جس کے معنی کثرت کے ہوتے ہیں جیسے، کیا کیا کہوں؟ کیا کیا لکھوں؟ کیا کیا سنوں؟

۲۱ - کون اور کونسا کا فرق پہلے بیان ہوچکا ہے - کونسا ہمیشہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں کئی میں سے ایک مقصود ہو - مثلاً کئی کتابیں ہوں اور پوچھیں کونسی چاہیے —

۲۲ - کون اور کیا بعض اوقات تنکیری معنوں میں آتے ہیں - جیسے، مجھے معلوم نہیں کہ کون آیا اور کون گیا - یہاں استفہامی معنی نہیں ہیں - اسی طرح کچھ معلوم نہیں اس نے مجھے کیا کہا تھا - میں کیوں کر وعدہ کرلوں خدا جانے وہ کیا مانگ بیٹھے - اُسے معلوم نہ تھا کہ اس مکان میں کون رہتا ہے —

۲۳ - ضمائر تنکیری کچھ اور کوئی ہیں - ان کا معمولی استعمال اور فرق کا بیان صرف میں ہوچکا ہے —

۲۴ - کوئی بطور ضمیر ہمیشہ جان دار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور واحد آتا ہے، جمع میں نہیں آتا - بعض اوقات 'کچھ' جانداروں کے لیے بھی آتا ہے - جیسے، وہاں بہت سے لوگ بیٹھے تھے، کچھ یہاں، کچھ وہاں - یہ استعمال مخصوص ہے اور صرف اس وقت آتا ہے جب مجموعی تعداد ہو -

۲۵ - ایک ہی جملے کے دو حصوں میں کوئی اور کچھ الگ الگ بطور جواب کے استعمال ہوتے ہیں - کرے کوئی بھرے

کوئی - کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ - کوئی مرے کوئی ملہار گائے - کچھ ہم سمجھے کچھ تم سمجھے - ایسے جملوں میں کوئی اور کچھ کے معنے ایک جگہ ایک اور دوسری جگہ دوسرے کے ہیں -

۲۶ - کوئی اور کچھ تکرار کے ساتھ قلت کے معنوں میں آتے ہیں - جیسے، کوئی کوئی اب بھی مل جاتا ہے - کچھ کچھ باقی ہے —

۲۷ - کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی قلت کے معنوں میں آتے ہیں اور اس میں زیادہ زور ہوتا ہے - کوئی نہ کوئی اب بھی نظر آ جاتا ہے - اچھوں کی صحبت میں کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوتا ہے —

۲۸ - کوئی کا استعمال استفہام کے ساتھ روزمرہ میں بڑے لطف سے ہوتا ہے - جیسے،

عمر دو روزہ عیش دو روزہ نہیں ہے تو
میں چھوڑتا ہوں کوئی غم جاوداں تجھے (داغ)
کاوش دل دور ہو میرے دل ویراں سے کیا
خار جاتے ہیں کوئی صحرا کا دامن چھوڑ کر

۲۹ - کچھ کا کچھ اور کچھ سے کچھ ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک حالت سے دوسری حالت ہوجائے اور تغیر یا انقلاب پیدا ہوجائے - جیسے، کچھ کا کچھ ہوگیا یا کچھ سے کچھ ہوگیا - لیکن بعض اوقات کچھ کا کچھ اصل کے خلاف معنوں میں بھی آتا ہے جیسے، کچھ کا کچھ کہہ دیا یا کچھ کا کچھ سمجھا دیا - یہاں بھی وہی معنے تغیر کے ہیں یعنے اصل کے خلاف یا اسے بدل کر کچھ اور کہنا -

۳۰ - کوئی کے بعد بعض اوقات سا بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے، کوئی سا دے دو - کوئی سا لے لو - یہ عموماً اس وقت

استعمال ہوتا ہے جب کئی میں سے ایک مقصود ہو - یہ استعمال بیجان اور جاندار دونوں کے لیے یکساں ہوتا ہے - بغیر (سا) کے بھی کوئی ان معنوں میں آتا ہے - کوئی دے دو - کوئی بھی دے دو -

۳۱ - بعض اوقات کچھ، جیسا اور جو ضمائر موصولہ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے اور اس میں زیادہ تر تنکیر پائی جاتی ہے - جیسے، جیسا کچھ ہوگا دیکھا جائے گا اور جو کچھ کہو گے کروں گا -

۳۲ - اسی طرح کوئی کے ساتھ کیسا مل کر تنکیری معنوں میں اور زور پیدا کر دیتا ہے - جیسے، کوئی کیسا ہی ہو - نفی میں زور اور تاکید ہوتی ہے - جیسے، کوئی کیسا ہی کیوں نہ ہو —

۳۳ - جتنا، اِتنا، اُتنا، ایسا، جیسا، ویسا، کیسا جو الفاظ ضمیری ہیں اور بطور صفت مستعمل ہیں تمیز بھی واقع ہوتے ہیں- لہذا ان کا ذکر تمیز فعل میں کیا جائے گا -

۳۴ - ضمائر موصولہ، استفہامیہ، تنکیری جب بہ تکرار آتی ہیں تو معنے کثرت کے دیتی ہیں مگر ان معنوں کا اطلاق کل پر فرداً فرداً ہوتا ہے، سوائے ضمائر تنکیری کے جو قلت کے معنی دیتی ہیں - جیسے، اس نے جو جو کہا میں نے مان لیا - جس جس کے پاس گیا اس نے یہی جواب دیا - جن جن سے تعلق تھا - کون کون آئے ہیں ؟ کس کس سے کہوں ؟ کس کس کے پاس جاؤں ؟ کیا کیا کہا ؟ کوئی کوئی اب بھی ہے - کچھ کچھ اب بھی نظر آجاتے ہیں —

۳۵ - ضمائر موصولہ، استفہامیہ اور تنکیری جب اسما کے ساتھ آتی ہیں تو صفت کا کام دیتی ہیں - جیسے، جو شخص آئے فوراً میرے پاس بھیج دو - جس شخص

کو کہو بھیج دوں - جن لوگوں نے ایسا کہا غلطی کی-
یہ کون آدمی ہے ؟ یہ کس شخص کی ملک ہے ؟ کیا
چیز چاہیے ؟ کوئی آدمی کام کا نہیں تھا - کچھہ
لوگ وہاں بیٹھے تھے —

جونسا (جونسی ' جونسے) اور کونسا (کونسی ' کونسے)
بھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں ' جونسی کتاب کہو
دلوادوں - کونسے کام پر جا رہے ہو - آج کونسی تاریخ ہے -

ضمائر شخصی کبھی کبھی صفت کا کام دیتی ہیں خصوصاً جب
" ہی " کے ساتھہ مل کر آتی ہیں - جیسے ' یہ وہی شخص
ہے - یہی بات میں نے کہی تھی -

کوئی نہ کوئی اور کچھہ نہ کچھہ بھی کبھی کبھی بطور
صفت استعمال ہوتے ہیں - جیسے ' کچھہ نہ کچھہ کام ضرور
کرتے رہا کرو - روز کوئی نہ کوئی مہمان آجاتا ہے -

فعل

فعل زبان کی جان ہے اور جملے کے بنانے میں بہت کار آمد ہوتا ہے - تقریباً ہر جملے میں فعل آتا ہے اور ایسی صورتیں شاذ ہوتی ہیں جہاں جملہ بغیر فعل کے پورا ہوتا ہے ۔ البتہ کہاوتوں اور نظم میں یا اخبارات اور مضامین کے عنوانات میں جملے بغیر فعل کے بھی آتے ہیں جیسے' کہاں راجا بھوج کہاں گنگا تیلی - نا گھر میرا نا گھر تیرا چڑیا رین بسیرا رے وغیرہ وغیرہ -

مصدر اور حالیہ کا شمار بھی افعال میں ہے لیکن یہ تکمیل فعل کا کام نہیں دیتے - مصدر اکثر اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور حالیہ بطور صفت -

مصدر کے استعمال مختلف ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے -

ا - اکثر بطور اسم ' کے جس کی تفصیل یہ ہے -

(ا) فاعل - جیسے' کھیلنا ناگوار نہیں گزرتا پڑھنا ناگوار ہوتا ہے -

(ب) مفعول جیسے وہ کھیلنا پسند کرتا ہے -

(ج) ضرورت اور مجبوری کے معنوں میں - جیسے' ہم سب کو ایک روز مرنا ہے - انہیں معنوں اور ایسی فاعلی حالت میں پڑنا کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے' آخر مجھے وہاں جانا پڑا —

دل اب صحبت سے کوسوں بھاگتا ہے
ہمیں یاروں سے شرمانا پڑے گا (حالی)

بعض اوقات اسی طرح مجبوری کے معنوں میں مصدر کے ساتھ "ہوگا" کا استعمال ہوتا ہے جیسے اُنہیں جانا ہوگا۔ اُسے کھانا ہوگا —

کیونکر اب اُس نگہ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اُس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

(د) حرف اضافت 'کا' کے ساتھ نفی کی صورت میں مستقبل کے معنی دیتا ہے اور اس میں عزم اور یقین پایا جاتا ہے۔ جیسے 'میں نہیں جانے کا —

یہ "کا" مونث میں کی اور جمع میں کے ہو جاتا ہے —

(ہ) "کو" کے ساتھ جب کہ فعل ہے 'ہیں' تھا یا تھے ہوں' ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جو اب فوراً ہونے والا ہے جیسے' وہ جانے کو ہے۔ ہم کچھ کہنے کو تھے —

(و) بعض اوقات ایک فعل کا دوسرے فعل کے ساتھ ایک ہی وقت میں واقع ہونا ظاہر کرتا ہے جیسے' اس کا نظر بھر دیکھنا تھا کہ وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اس کا چوکی پر پاؤں دھرنا تھا کہ تختہ نکل گیا۔

(۲) امر کے معنوں میں بھی آتا ہے اور معمولی امر سے اس میں کسی قدر زور اور تاکید پائی جاتی ہے۔ جیسے' دیکھو بھول نہ جانا' کل ضرور آنا۔ (یہ استعمال یا تو بے تکلفی کے موقع پر ہوتا ہے یا ملازمین وغیرہ کے ساتھ۔ تعظیمی موقع پر کبھی استعمال نہیں ہوتا)۔

(۳) مصدر کی تذکیر و تانیث اُس اسم اس کے لحاظ سے ہوتی ہے جس سے اس کا تعلق ہے۔ جیسے' —

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی —

بات کرنی اور بات کرنا دونوں درست ہیں لیکن اہل لکھنؤ اکثر مذکر ہی لکھنا بولنا پسند کرتے ہیں —

لیکن جب اسم اور مصدر کے درمیان "کا" واقع ہوتا ہے

تو مصدر ہمیشہ مذکر ہوگا۔ جیسے خط کا لکھنا ۔ ہل کا چلانا ۔ غزل کا کہنا وغیرہ —

حالیہ

۱ - حالیہ کی تین قسمیں ہیں - ایک تمام دوسری ناتمام تیسری حالیہ معطوفہ —

تمام سے فعل کا ختم ہونا پایا جاتا ہے جیسے ' مرا ہوا جانور - ناتمام میں فعل ختم نہیں ہوتا جیسے ' روتی ہوئی صورت - بہتا ہوا پانی -

۲ - بلحاظ استعمال کے بھی اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں - ایک تو بطور صفت دوسری بطور خبر - صفت کی مثالیں اوپر لکھی گئی ہیں ' لیکن بعض اوقات ' ہوا ' محذوف بھی ہوتا ہے - جیسے ' اُجڑا گاؤں ' روتی صورت وغیرہ -

۳ - اب ہم دوسری قسم کا ذکر کرتے ہیں جو بطور خبر کے استعمال ہوتی ہے - یہ بھی صفت ہے ' لیکن اسم کے ساتھ ساتھ نہیں آتی - جیسے وہ ہنستا ہوا آیا - میں نے اُسے مرا ہوا پایا —

جملے میں استعمال کے وقت اس کی صورت میں جو تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے —

(ا) جب اصل فعل لازم یا متعدی بطور مجہول ہو تو حالیہ جنس و تعداد میں فاعل کے مطابق ہوگا - جیسے ' وہ اکڑتا ہوا چلا - وہ دوڑتی ہوئی آئی - وہ روتے ہوئے آئے - وہ دوڑتی ہوئی پکڑی گئی - وہ ہنستا ہوا چلا گیا - وہ لٹتا ہوا آیا - وہ لٹتی ہوئی آئی -

(ب) اگر اصل فعل متعدی طور معروف میں ہے تو حالیہ ناتمام یائے مجہول کے ساتھ آئے گا ' خواہ تعداد و جنس کچھ بھی ہو - جیسے ' ہم نے اُسے ناچتے ہوئے دیکھا - اُس نے ہمیں کھیلتے ہوئے پکڑا - میں نے سیتا

کو روتے ہوئے پکڑا - لیکن حالیہ ناتمام جب کہ اس کا تعلق اشیا سے ہو جنس و تعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے، میں نے روتی جلی ہوئی دیکھی - میں نے کپڑا دھویا ہوا دیکھا - مگر اشخاص کی حالت میں یائے مجہول یا الف کے ساتھ آئے گا - جیسے، میں نے سیتا کو سوئے ہوئے یا سویا ہوا دیکھا تھا - میں نے اُن کو سویا ہوا یا سوئے ہوئے پایا -

(ج) اگر وہ فعل جس سے حالیہ بنا ہے، متعدی ہے اور اس کے ساتھ کوئی اسم مفعول کی حالت میں ہے تو حالیہ تمام بلا لحاظ جنس و تعداد یائے مجہول کے ساتھ آئے گا - جیسے، ملکہ سر پکڑے کھڑی ہے - وہ سر جھکائے ہوے آیا -

(د) جب حالیہ دوھرایا جائے یا اس کا تابع دوسرا حالیہ اس کے ساتھ آے تو فعل لازم کی صورت میں الف اور ے دونوں کے ساتھ آسکتا ہے۔ (ے کے ساتھ زیادہ فصیح ہے) مگر فعل متعدی کے ساتھ بغیر تبدیلی صرف ے کے ساتھ آے گا۔ جیسے، وہ ڈرتے ڈرتے یہاں آیا (یا وہ ڈرتا ڈرتا یہاں آیا یا ڈرتی ڈرتی آئی) - میں کہتے کہتے بیزار ہو گیا یا ہوگئی (یا میں کہتا کہتا بیزار ہو گیا یا میں کہتی کہتی بیزار ہو گئی) - وہ پڑے پڑے بیمار ہو گیا (یا پڑا پڑا بیمار ہو گیا) - وہ لڑتے جھگڑتے یہاں تک پہنچ گیا (یا وہ لڑتا جھگڑتا یہاں تک پہنچ گیا یا وہ لڑتی جھگڑتی یہاں تک پہنچ گئی) - وہ بیٹھے بیٹھے بیکار ہو گیا (یا وہ بیٹھا بیٹھا بیکار ہو گیا) - اس نے بیٹھے بٹھائے مجھے بدنام کر دیا - اس نے لکھتے لکھتے کاغذ پھینک دیا -

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے

تکرار حالیہ سے فعل کی کثرت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے، پڑے پڑے بیمار ہوگیا، یعنی زیادہ تر پڑے رہنے سے۔ کہتے کہتے بیزار ہوگیا، یعنی بار بار کہنے سے۔

کبھی بتدریج کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے "کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے"۔ یا جیسے "سیکھتے سیکھتے ہی سیکھے گا"۔

کوئی دن طبیعت کو ہوگا قلق
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

بعض اوقات اس قسم کا حالیہ بغیر اسم کے آتا ہے۔ جیسے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ چلاتے چلاتے گلا بیٹھ گیا —

یہاں ہنستے ہنستے اور روتے روتے تمیز فعل ہیں —

(ح) بعض اوقات حالیہ مطلقاً استعمال ہوتا ہے یعنی اصل فعل کا فاعل ایک اسم ہوتا ہے اور حالیہ کا دوسرا اور گو دونوں اسم ایک جملے میں ہوتے ہیں مگر باعتبار فعل ایک دوسرے سے تعلق نہیں رکھتے۔ جیسے، صبح ہوتے چل دیا۔ رات گھر آیا دن نکلتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ دن چڑھے اٹھا۔ اس قسم کے حالیہ مع اپنے اسم کے تمیز فعل (یا متعلق فعل) ہوتے ہیں —

۴۔ بعض اوقات حالیہ بالکل بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے، سوتے کو جگانا آسان ہے مگر جاگتے کو جگانا مشکل ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے۔ اپنے کیے کی سزا پائی۔ میرا کہا نہ مانا۔ آزمائے ہوئے کو کیا آزمانا۔ وہ بے کہے چل دیا۔ اسے سوتے سے کیوں جگایا۔ وغیرہ وغیرہ —

۵۔ بعض اوقات حالیہ بطور تمیز فعل کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے، ساری رات جاگتے کٹی۔ وہ سنتے ہی چل دیا۔ اس کا ذکر تمیز فعل میں کیا جائے گا —

۶ - اس جگہ حالیہ کے استعمال میں ایک نازک فرق کا بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ میں نے اُسے تیرتے دیکھا - تو اس کے کیا معنے ہیں؟ آیا جس وقت میں تیر رہا تھا میں نے اُسے دیکھا یا میں نے اُس حالت میں دیکھا جب وہ تیر رہا تھا - عام بول چال میں اس قسم کے فقروں میں کچھہ فرق نہیں کیا جاتا اور حسب موقع کوئی ایک معنے لے لیے جاتے ہیں - ہماری رائے میں اس میں یوں فرق کرنا چاہیے کہ جب حالیہ فاعل کے متصل ہو تو فاعل کے متعلق سمجھا جاے اور مفعول سے متصل ہو تو مفعول کے متعلق - مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ " میں نے تیرتے ہوے اُسے دیکھا " تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو میں تیر رہا تھا - اور جب یہ کہیں کہ " میں نے اُسے تیرتے ہوے دیکھا " تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ تیر رہا تھا - اسی طرح سے میں نے آتے ہوے اُسے دیکھا - اور میں نے اُسے آتے ہوے دیکھا وغیرہ وغیرہ -

حالیہ معطوفہ

اُردو میں حالیۂ معطوفہ کا استعمال بکثرت ہوتا ہے- اس کا تعلق ہمیشہ جملے کے اصل فعل سے ہوتا ہے - چونکہ اس میں حرف عطف کا بچاؤ ہے اور حرف عطف کے معنے اس میں شریک ہوتے ہیں اس لیے حالیۂ معطوفہ کہلاتا ہے -

(ا) یہ ہمیشہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جملے کے اصل فعل سے جس کام کا اظہار ہوتا ہے اس سے پہلے ایک کام ہو چکا ہے- مادۂ فعل کے ساتھہ 'کر' یا 'کے' کے زیادہ کرنے سے بنتا ہے- جیسے وہ نہا کر سو گیا - کان دھر کر سنو وغیرہ -

ایسے جملوں میں دو فعل ہوتے ہیں ایک تقدیمی' دوسرا خاص -

(۲) ان جملوں کے اگر دو حصے کیے جائیں تو اس میں اکثر حرف عطف واقع ہوگا - مثلاً وہ نہاکر سوگیا یعنی وہ نہایا اور سوگیا مگر ایسی صورتوں میں فعل معطوف کا استعمال زیادہ فصیح ہے کیونکہ پہلا فعل دوسرے فعل کا مقدمہ ہے۔ لیکن ہر ایسے جملے کے جس میں فعل معطوفہ ہوتا ہے دو حصے نہیں ہو سکتے ' کیوں کہ بعض اوقات تقدیمی فعل بطور تمیز کے آتا ہے - جیسے ' کان دھر کے سنو - جہاں ہر دو فعل ایک رتبے کے اور آزادانہ حیثیت رکھتے ہوں ' وہاں حرف عطف لانا ضروری اور فصیح ہے جیسے -

خیر کفارۂ عصیاں ہے پیو اور پلاؤ

ایسے موقع پر کبھی حرف عطف حذف ہوجاتا ہے- جیسے' وہ لکھتا پڑھتا ہے - بعض اوقات محاورے میں کر ' یا کے ' بھی حذف ہو جاتا ہے - جیسے ' وہ اُسے بلا لایا - برج بھاشا میں بلاے لایا کہیں گے (یہاں ے بجاے کے یا کر کے آیا ہے) اُسے بھاگتے دیکھ وہ بھی بھاگ گیا -

(۳) کبھی فعل تقدیمی سے فعل خاص کا سبب ظاہر ہوتا ہے - جیسے ' پولیس سے ڈر کر بھاگ گیا - شہر کو جلتا دیکھ کر بھاگ نکلا - لڑ کر چلا گیا -

(۴) کبھی ذریعہ ظاہر کرتا ہے - جیسے دیکھ کر فریفتہ ہوگیا درود پڑھ کر پاک کر دیا -

کچھ کہہ کے اُس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

(۵) کبھی اعتراف یا فرضی صورت ظاہر کرتا ہے ' لیکن یہ عموماً " ہوکر " کی صورت میں آتا ہے- جیسے ' شرم نہیں آتی ایسے بڑے سورما ہوکر عورت ذات پر ہاتھ اُٹھاتے ہو -

(۶) 'راہ سے' کے معنوں میں - جیسے' یہ نالی چوک سے ہوکر گئی ہے - میں لکھنؤ سے ہوکر دہلی جاؤں گا - (یہ استعمال بھی عموماً ہوکر کے ساتھہ ہوتا ہے) -

(۷) محاورے میں اعداد کے ساتھہ یہ استعمال صرف 'کرکے' سے مخصوص ہے - ایک ایک کرکے آؤ - چار چار کرکے گنو (ایسی صورت میں اعداد تکرار کے ساتھہ استعمال ہوتے ہیں) -

(۸) بعض اوقات صفت کے معنوں میں آتا ہے - جیسے' یہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے —

کبھی حرف جار (ربط) کا کام دیتا ہے- جیسے' وہ مقام اس سے آگے بڑھ کر ہے —

(۹) یہاں اس امر کا بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض اوقات حالیۂ ناتمام اور حالیۂ معطوفہ کے معنوں میں ذرا ذرا سا فرق ہوتا ہے جو قابل لحاظ ہے - جیسے

۱ - وہ گھر میں سے شراب پیے (یا پیے ہوے) نکلا -

۲ - وہ گھر میں سے شراب پیتا (یا پیتا ہوا) نکلا -

۳ - وہ گھر میں سے شراب پی کر نکلا -

پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت وہ گھر سے باہر آیا تو وہ حالت نشہ میں تھا -

دوسرے جملے کے یہ معنی ہیں کہ شراب پہلی شروع کی اور باہر آتے وقت بھی پی رہا تھا -

تیسرے جملے کے یہ معنی ہیں کہ پہلے اس نے گھر میں شراب پی اور اس کے بعد باہر نکلا -

(۱۰) اسی طرح ان دو جملوں میں بھی باریک فرق ہے -

۱ - جاکر کہو - ۲ - کہہ کر آؤ -

۱ - وہ لاہور ہوکر آیا ہے - یعنے لاہور گیا اور واپس آیا -

۲ - وہ لاہور سے ہوتا (ہوا) آیا ہے - یعنے کسی اور جگہ سے

آیا اور لاہور ٹھہر کر آیا ہے -

(۱۱) عموماً حالیہ معطوفہ کا تعلق فاعل سے ہوتا ہے اور بطور صفت کے آتا ہے لیکن بعض اوقات تمیز فعل بھی ہوتا ہے، جس کا ذکر مع استعمال کے تمیز کے بیان میں آے گا -

(۱۲) کر اور کے حالیہ معطوفہ کے لیے جدید فصیح ہندی اور اردو دونوں میں استعمال ہوتے ہیں - قدیم ہندی میں ان کا استعمال نہیں ہوا - وہاں صرف مادۂ فعل یہ کام دیتا تھا جس کا استعمال اب بھی باقی ہے جیسے، وہ یہ دیکھہ - بھاگ نکلا - نظم میں یہ استعمال اب بھی ہے —

ان دونوں میں (یعنے کر اور کے میں) کچھہ فرق نہیں ہے اب رہا یہ امر کہ کر کہاں استعمال کرنا چاہیے اور کے کہاں، اس کا انحصار حسن صوت یا حسن سماعت پر ہے —

اسم فاعل

یہ وہ اسم ہے جو فعل سے بنتا ہے اور اس کے معنے کام کرنے والے کے ہوتے ہیں -

عموماً مصدر کے بعد والا یا ہار (ہارا) بڑھانے سے بنتا ہے - والا کے ساتھہ ہمیشہ مصدر کا الف یاے مجہول سے بدل جاتا ہے - ہار کے ساتھہ مصدر کا الف گر جاتا ہے - جیسے مرنے والا - ڈرنے والا - جانے والا - مگر مؤنث میں اس کا الف یاے معروف سے بدل جاتا ہے - جیسے مرنے والی وغیرہ —

چلن ہار، ہون ہار -

پنسہارا (مذکر) پنسہاری (مؤنث) - اسی طرح پنھیارا ، پنھیاری -

بعض اوقات صرف اسم کے ساتھہ والا آتا ہے اور فعل محذوف ہوتا ہے - جیسے، محبت والا - دولت والا - یعنے محبت کرنے والا اور دولت رکھنے والا -

عموماً یہ ایسے اسم کے ساتھ آتا ہے جو اضافی یا مفعولی حالت میں ہوتا ہے جیسے دلوں کا پھیرنے والا - اپنے پرائے کا غم کھانے والا - رحم کرنے والا - وغیرہ -

کبھی یہ صورت زمانۂ مستقبل کے ظاہر کرنے کے لیے بھی آتی ہے - جیسے وہ آئندہ سال ولایت جانے والا ہے - میں بھی جانے والا ہوں -

کبھی زمانۂ ماضی کے ساتھ مستقبل کے ذکر کے لیے بھی آتا ہے - جیسے، میں تمھیں خط لکھنے والا ہی تھا کہ اتنے میں تم آگئے -

زمانہ

یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ زمانے تین ہیں - گزشتہ جسے ماضی کہتے ہیں، موجودہ جو حال کہلاتا ہے، آئندہ جس کا نام مستقبل ہے - ہر فعل کے لیے ضروری ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک زمانے میں واقع ہو - لیکن بہ لحاظ معانی و تکوین فعل کے تین حالتیں ہوں گی -

(۱) کام جو ابھی شروع نہیں ہوا یعنے مستقبل -
(۲) کام جو شروع تو ہوا لیکن ختم نہیں ہوا - یعنے افعال ناتمام -
(۳) کام جو ختم ہوچکا یعنے افعال تمام -

اس تقسیم کے لحاظ سے ایک قواعد نویس جو فلسفی دماغ رکھتا ہے مضارع اور امر کو شق اول یعنے مستقبل کے تحت میں رکھے گا - کیوں کہ ان دونوں میں فعل زمانۂ حال میں شروع نہیں ہوتا بلکہ زمانۂ آئندہ میں ہوتا ہے - لیکن جب زبان کی ساخت اور نشو و نما پر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فعل کی دو بلکہ تین قسمیں ہیں- اول سادہ، دوم وہ جو محض حالیہ سے بنتے ہیں یا حالیہ کے ساتھ کسی قدیم فعل کا کوئی جز لگا ہوتا ہے جو مل کر جزو فعل ہو جاتا ہے، سوم مرکب افعال --

مضارع

یہ تقسیم زیادہ صحیح اور نیچرل ہے اور اس لحاظ سے سادہ افعال میں سب سے پہلا نمبر سنسکرت کے قدیم فعل حال کا ہے جس میں اب تک اصل کی جھلک پائی جاتی ہے۔ موجودہ حالت میں وہ صریح طور سے حال کے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کے معنوں میں کئی قسم کا ابہام پایا جاتا ہے، اور خاص کر زمانۂ مستقبل شرطیہ کے لیے مخصوص ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے عربی نام مضارع دیا ہے، جو ان معنوں کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہے۔ قدیم ھندی میں نہ صرف شرط و استقبال بلکہ حال کے معنی دیتا ھے جو ھندی ضرب الامثال اور بے تکلف بول چال کے فقروں سے صاف ظاھر ہے۔ یہ حال ھی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے ہم نے سادہ افعال میں اسے سب سے اول رکھا ھے۔ اب ھم اس کے مختلف استعمالوں کا ذکر کریں گے —

مضارع کا استعمال دو قسم کا ھے ایک تو شرطیہ اور احتمالی جو اکثر مستقبل کے معنے دیتا ہے اور دوسرا خبریہ۔

۱ — معروف امثال اور روزمرہ کے فقروں میں عموماً حال کے معنے دیتا ہے۔ جیسے، کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ کرے موچھوں والا پکڑا جائے داڑھی والا۔ کچھ ھم سمجھے کچھ تم سمجھے — خدا جانے کیا ھوا۔ کیا جانے کیا ہے —

یہ استعمال مضارع کا اصل استعمال ہے —

۲ — امکان۔ جیسے، کوئی پوچھے کہ آپ کو اس سے کیا غرض۔

۳ — اجازت۔ جیسے، آپ فرمائیں تو آؤں۔ اجازت ھو تو عرض کروں۔ کیا وہ جائے؟

۴ — اگر شرط اور جزا دونوں کے جملوں میں شک، امکان یا ابہام پایا جائے تو مضارع دونوں میں استعمال

ہوتا ہے - جیسے ' مینہ برسے تو کھیتی ہری ہو- اگر وہ آے تو میں جاؤں - اگر وہ فرمائیں تو ڈھونڈھ نکالوں -

ہم پکاریں اور کُھلے یوں کون جائے
یار کا دروازہ گر پائیں کھلا

بعض اوقات جب احتمال یا امکان صرف جملہ شرط میں ہوتا ہے تو مضارع شرط کے ساتھہ آتا ہے اور جزا میں فعل مستقبل یا حال ہوتا ہے- جیسے اگر وہ نہ آے تو میں چلا جاتا ہوں (یا چلا جاؤں) - اگر مل جائے تو بڑی بات ہے - اگر وہ یہ قبول کرے تو میرا ہزاروں کا فائدہ ہوجاے گا —

۵ - جب جملہ تابع کاف بیانیہ ' بشرطیکہ ' شاید وغیرہ کے ساتھہ شروع ہوتا اور مقصد یا غرض و غایت ' نتیجہ ' ارادہ ' خواہش ' ضرورت ' مشورہ ' حکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے یا کبھی چاہیے اور لازم ہے وغیرہ کے ساتھہ آکر ان معنوں کا اظہار کرے تو اس میں اکثر مضارع استعمال کیا جاتا ہے - جیسے ' میں نے کہا کہ وہ نہ آئے تو بہتر ہے - میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آؤں - مناسب یہ ہے کہ وہاں نہ جاے - بادشاہ کو چاہیے کہ رعایا سے ایسا برا برتاؤ نہ کرے - مجھے ڈر ہے کہ کہیں گر نہ پڑے - میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ اس میں جھوٹ نہ ہو- شاید اس کا کہا سچ نکلے - بہتر تو یہ ہے کہ ہم سب ساتھہ چلیں - میں نے یہ اس غرض سے کہا کہ اس کا شبہ جاتا رہے —

۶ - دعا یا تمنا کے لیے - جیسے ' خدا تجھے برکت دے - عمر دراز ہو- عمر و اقبال بڑھے - خدا کرے کہ وہ کامیاب ہوجاے - جو ایسا کرے وہ ہمیں پیٹے یا ہمارا حلوا کھائے —

۷ - شبہے اور اضطراب کے لیے جیسے ' کیا کروں کیا نہ کروں - کہوں یا نہ کہوں -

ہاے میں کیا کروں کہاں جاوں

یہ خط کسے دوں —

۸ - کبھی مستقبل کا ایسا زمانہ ظاہر کرتا ہے جو غیر محدود ہوتا ہے - جیسے جب بلاؤں تب آنا - جب کہیں تولانا -

۹ - تعجب اور افسوس کے لیے - جیسے '

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

افسوس وہ اتنی دور آے اور ناکام واپس چلا جاے -

وہ اور ایسا کرے - میں اور شراب پیوں —

یوں پھریں اہل کمال آشفتہ حال افسوس ہے

اے کمال افسوس ہے تجھہ پر کمال افسوس ہے

۱۰ - تشبیہہ و مقابلہ کے لیے ' جب کہ وہ تشبیہہ حقیقی نہ ہو بلکہ احتمالی یا فرضی ہو ۔ جیسے اُس نے اپنے حریف کو اس طرح پھینک دیا جیسے کوئی تنکا توڑ موڑ کے پھینک دے - وہ اس طرح وحشت زدہ کھڑا تھا جیسے کوئی بھرے مجمع میں ہرن کو کھڑا کردے -

۱۱ - اظہار توقع کے لیے - جیسے ' اگر آپ آئیں تو عین عنایت ہوگی - آپ کل تک آجائیں تو میں بھی ہمراہ ہولوں - وہ آے تو میں بھی ساتھہ چلوں -

۱۲ - کیسا ' کتنا وغیرہ الفاظ (تمیز) کے ساتھہ جب کہ یہ الفاظ تاکیدی معنوں میں ہوں ' ایسی صورت میں جملہ اکثر منفی ہوتا ہے - جیسے ' کوئی کتنا ہی شور مچاے اُسے خبر بھی نہیں ہوتی - کوئی کیسی ہی عقلمندی کرے وہ خاطر ہی میں نہیں لاتا - آپ ہزار کہیں وہ سنتا ہی نہیں —

۱۳ - ایک صورت اپنی حالت کے اعتراف کی ہے - جیسے ' نہ میں شعر کہوں نہ شاعر کہلاؤں - نہ مجھے نوکری کی خواہش ہو نہ خوشامدی کہلاؤں - نہ وہ آئیں اور نہ میں اُن سے اظہار مطلب کر سکوں —

۱۴ - مضارع کا ایک اور استعمال ہے ' جس میں ایک قسم کا مشورہ اپنے دل سے ہوتا ہے —

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

۱۵ - چاہیے بھی مضارع ہے جس کے معنے مناسب ہے یا لازم ہے کے ہیں اس میں کبھی اخلاقی فرض کے ادا کرنے کی تاکید ہوتی ہے - جیسے ' ہمیں اس سے ملنا چاہیے - ان سے ادب کے ساتھہ پیش آنا چاہئے وغیرہ —

امر

مضارع کے بعد دوسرا فعل جو دراصل مادۂ فعل ہے وہ امر ہے' اور یوں بھی مضارع سے بہت مشابہ ہے - کیونکہ سوائے حاضر کے صیغوں کے باقی تمام صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں -

۱ - حکم اور ممانعت کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے -

۲ - امتناعی صورت میں امر کے ساتھہ نہ اور مت آتا ہے - نہ میں نفی اور کبھی امتناع بھی پایا جاتا ہے ' لیکن مت سے ہمیشہ نہی یا امتناع تاکیدی ظاہر ہوتا ہے - یہ لفظ خاص اسی لیے مخصوص ہے - اور اس میں نہ سے زیادہ زور ہوتا ہے - " نہیں " یوں تو امر کے ساتھہ استعمال نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی آخر میں استعمال ہوتا ہے - جیسے ڈرو نہیں - گھبراؤ نہیں —

۳ - غائب اور متکلم کے صیغے صرف مشورے اور اجازت کے لیے آتے ہیں - جیسے ہم جائیں اور وہ جائے - اور یہ حالت مضارع کی ہے - جیسے ' ذرا میں بھی تو سنوں - کوئی میرے پاس نہ آئے - وہ اپنی بات پر قائم رہے —

۴ - ادب اور تعظیم کے لحاظ سے امر کی کئی صورتیں ہیں -
علاوہ معمولی صورت کے ایک یہ ہے جائیو ' آئیو - مگر یہ صورت معمولی درجے کے لوگوں یا خدمت گاروں وغیرہ سے گفتگو کرنے میں استعمال کی جاتی ہے- البتہ مرجیو - رہیو وغیرہ دعا کے لیے استعمال ہوتے ہیں - جیسے دولت و اقبال میں ترقی ہوجیو - مگر اس کا استعمال بھی اب کم ہوتا جاتا ہے -
دوسری صورت ہے آئیے' جائیے' لائیے - یہ ادب اور تعظیم کے لیے بڑے لوگوں سے گفتگو کرتے وقت استعمال ہوتی ہے —
بظاہر یہی صورت بعض اوقات خصوصاً نظم میں مضارع کے لیے استعمال ہوتی ہے ' اسے امر نہ سمجھا جائے - جیسے' رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو —
(نوٹ - امر میں جو ' ئیے' کا استعمال ہوا ہے اس کی اصل یہ بتائی گئی ہے کہ پراکرت میں ''جا'' نہ صرف امر میں بلکہ حال و مستقبل کے بڑھانے کے لیے بھی اضافہ کیا جاتا تھا - اور یہی جا بعد میں ' ئیے ' سے بدل گیا) —
حاضر کے ساتھ غائب کا صیغہ استعمال کرنے سے بھی تعظیم کا پہلو نکلتا ہے جیسے ' آپ جائیں - آپ فرمائیں -
۵ - حالیۂ ناتمام کے بعد (رہ) کے آنے سے امر مدامی کی صورت پیدا ہوتی ہے' یعنی اس میں فعل کے ہمیشہ جاری رہنے کے معنی ہوتے ہیں - جیسے ' جیتا رہ - کھاتا رہ - پھولتا پھلتا رہ —
۶ - امر کے بعد کبھی نہ ' آتا ہے جس میں نفی کے معنی نہیں ہوتے بلکہ بخلاف اس کے اثبات میں اور تاکید ہوتی ہے -
آؤ نہ ہم بھی چلیں - بیٹھو نہ —

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ' ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

کبھی ' تو' بھی انہیں تاکیدی معنوں میں استعمال ہوتا

ھے - جیسے ' سنو تو ' بیٹھو تو وغیرہ -

مستقبل

۱ - مستقبل مطلق میں زمانۂ آئندہ کا علم تحقیقی ہوتا ھے یا ایسا سمجھہ لیا جاتا ھے ' حالانکہ مضارع میں احتمالی یا شرطی ہوتا ھے اور امر میں امکانی -

۲ - تمھیں پھر ایسا آدمی نہیں ملے گا - جہاں جاؤ گے میں تمھارے ساتھہ رہوں گا - یہ مثالیں ایسی ھیں جن میں تحقیقی اور یقینی طور پر ایک امر کا بیان کیا گیا ھے مگر بعض اوقات صرف ایسا سمجھہ لیا جاتا ھے گو حقیقت میں نہ ہو - مثلاً اگر میں نے وعدہ پورا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے ؟ وہ نہ آیا تو بڑی مشکل پڑے گی - تم امتحان میں کامیاب نہ ہوے تو نوکری مشکل سے ملے گی -

۳ - بعض اوقات مصدر ' ہونا ' کا مستقبل مطلق ' ہوگا ' محاورے میں اس طرح مستعمل ہوتا ھے کہ وہ تمیز فعل کے معنے دیتا ھے ' مگر یہ ہمیشہ سوال کے جواب میں آتا ھے - جیسے ' وہ مکان بہت قدیم معلوم ہوتا ہوگا ؟ -

جس کے معنے شاید یا غالباً کے ھیں -

مستقبل کے متعلق باقی حال صرف میں بیان ہو چکا ھے -

فعل حال

(۱) حال مطلق - اصل میں تو یہ فعل حالات موجودہ کو ظاہر کرتا ھے یا کسی ایسے کام کو جو اس وقت ہو رہا ھے ' لیکن ضمناً زمانۂ حال کے متعلق دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ھیں مثلاً -

(ا) عادت یا تکرار فعل - جیسے ' جب وہ آتا ھے یہی شکایت کرتا ھے - شام کے کھانے کے بعد وہ روزانہ باغ کی سیر کو جاتا ھے - یہ دونوں بھائی ہر جگہ ساتھہ آتے اور ساتھہ جاتے ھیں -

(۲) عام امور صداقت جو کبھی باطل نہ ہوں گے یا جن کی نسبت ایسا خیال کیا جاتا ہے - جیسے ' دو اور دو چار ہوتے ہیں - جو خلق اللہ کی خدمت کرتا ہے خدا کے نزدیک بڑا وہی ہوتا ہے ' ہزار جتن کرو قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے —

(۳) مستقبل قریب بلکہ اقرب کے لیے جیسے ' میں ابھی جاتا ہوں - ابھی حاضر ہوتا ہوں - حال ناتمام بھی بعض اوقات ان معنوں میں آتا ہے - جیسے ' میں شہر جا رہا ہوں -

(۴) زمانۂ گزشتہ کے لیے جسے حال حکائی کہتے ہیں - جیسے ' بابر ہندوستان پر حملہ کرتا اور افغانوں اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے - مولانا روم فرماتے ہیں - میں جو اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیچاری معصوم لڑکی زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے —

(۵) بعض اوقات ایسے فعل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو زمانۂ گزشتہ میں شروع ہوا اور حال میں بھی جاری ہے - جیسے ' میں چند روز سے دیکھتا ہوں (یا دیکھ رہا ہوں) کہ یہ لوگ اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کرتے -

(ب) حال تمام جو اگرچہ بلحاظ زمانۂ حال پورا ہو چکا ہے لیکن بعض اوقات سوائے اس کے اور معنے بھی دیتا ہے مثلاً —

(۱) کبھی یہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں فعل تمام نہیں ہوا اور چاہیے تھا کہ حال مطلق استعمال ہوتا لیکن محاورے میں حال تمام ہی لکھا اور بولا جاتا ہے - جیسے ' تم کیسے بے فکر بیٹھے ہو ؟

(۲) بعض اوقات ایسے موقع پر جہاں از روے قیاس ماضی تمام ہونی چاہیے تھی مثلاً ' یہ لوگ کیسی زمانے میں بڑے نامور گزرے ہیں - پچھلے زمانے میں یہ بھی اپنا نام کر گیا ہے —

(۳) بجاے ماضی مطلق - جیسے ' مجھے کل ہی بادشاہ نے خلعت عطا فرمایا ہے -

(۴) بجاے حال حکائی یا ماضی مطلق - جیسے ' حدیث میں آیا ہے - خدا نے فرمایا ہے - قرآن میں لکھا ہے -

ماضی

۱ - ماضی مطلق ' ایسے فعل کو ظاہر کرتی ہے جو زمانۂ گزشتہ میں بلا تعین وقت ہوا مگر علاوہ اس کے محاورے میں بعض دوسرے مقامات پر بھی استعمال ہوتی ہے مثلاً -

(۱) بعض اوقات حال کے بجاے - جیسے ' آپ یہاں بہت دنوں تک رہے - (یعنے بہت دنوں سے ہیں)

یا حال تمام کے بجاے - جیسے ' آپ بہت دنوں تک بچے رہے (یعنے بہت دنوں سے بچے ہوے ہیں) - اب یہاں تلکا تک نہیں رہا (نہیں رہا ہے)

(۲) بجاے حال مطلق - جیسے ' اس شہر میں جو آپ سے نہ ملا اُس کا آنا یہاں بیکار ہوا - (یعنے جو آپ سے نہیں ملتا اس کا آنا یہاں بیکار ہوتا ہے) —

(۳) بجاے مستقبل - وہ آیا اور میں چلا - (جس وقت وہ آے گا میں چل دوں گا یعنے اس کے آتے ہی چلا جاؤں گا) - یا بول چال میں نوکر کو آواز دیتے ہیں "یہاں آؤ" وہ جواب دیتا ہے "آیا" یا اس سے کہتے ہیں "پانی لاؤ" وہ کہتا ہے "لایا" ان میں مستقبل کے معنے ہیں —

(۲) ماضی ناتمام ' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص

زمانۂ گزشتہ میں کام جاری تھا - اس کا اظہار مختلف صورتوں سے ہوتا ہے -

(ا) وہ کالج میں پڑھتا تھا —
(ب) وہ کالج میں پڑھ رہا تھا —
(ج) وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا —
(د) وہ مدت تک کالج میں پڑھا کیا —

صورت اول فعل جاریہ بلا تعین و بہ تعین وقت ہے -

صورت دوم ' اس وقت استعمال ہوتی ہے جب ہم کسی وقت خاص یا مدت کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب میں وہاں گیا تو وہ کالج میں پڑھ رہا تھا -

صورت سوم ' ایسی حالت میں استعمال ہوتی ہے جب کہ زیادہ مدت کا اظہار کرنا مقصود ہو یا جب اس کے ساتھ دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا جاے - مثلاً وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا، مگر کچھہ حاصل نہ کیا -

صورت چہارم' صورت سوم کے مثل ہے یا بعض اوقات ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جب کہ دو ایسے فعل متواتر جاری ہوں جن کا باہم تعلق ہے - میں کہا کیا اور وہ سنا کیا -

صورت سوم بھی اسی طرح استعمال ہوتی ہے -

ماضی ناتمام سے بعض اوقات خاص زمانے میں فعل کا بہ تکرار واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے - مثلاً جہاں کہیں وہ پہنچتے تھے لوگ اُن کا گرمجوشی سے استقبال کرتے تھے -

بعض اوقات فعل امدادی حذف بھی ہو جاتا ہے - جیسے' جہاں کہیں وہ جاتے لوگ اُن کا گرم جوشی سے استقبال کرتے -

(۳) ماضی تمام ' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو ختم ہوے ایک مدت گزر چکی - جیسے ' میں اُس سے ملنے گیا تھا -

کبھی ماضی تمام ایک فعل گزشتہ کے فعل ماقبل کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے جیسے ' وہ اس وقت آیا جب کہ میں

کھانا کھا چکا تھا۔

افعال احتمالی و شرطیہ

حال احتمالی۔ اس سے پہلے حصۂ صرف میں حال احتمالی کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ یعنے آتا ہوگا۔ یا آرہا ہوگا۔ ان دونوں کے مفہوم میں جو فرق ہے وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ لیکن ان دونوں سے فعل کے متعلق گمان غالب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ یعنے گمان غالب ہے یا اغلب ہے کہ وہ آتا ہو۔ لیکن ایک صورت ان کے علاوہ حال احتمالی کی اور ہے جس میں 'گا' آخر میں نہیں ہوتا۔ یعنے وہ آتا ہو۔ یہ صرف امکانی احتمالی صورت ہوتی ہے اور اغلبیت کا خیال مطلق نہیں ہوتا مثلاً، شاید وہ ایسا سمجھتا ہو۔ ممکن ہے کہ صبح کو وہ گھر سے نہ نکلتا ہو۔ وہاں لے چلو جہاں وہ سوتے ہوں۔ اسی طرح دوسری حالت بھی بغیر 'گا' کے استعمال ہوتی ہے جیسے ' شاید وہ آرہا ہو۔ اس کھیت میں شاید اُسی کے مویشی چر رہے ہوں۔

حال احتمالی کی یہ آخری صورت ایسے مواقع پر تشبیہہ کے لیے استعمال ہوتی ہے کہ جہاں واقعی اور حقیقی حالت نہ ہو بلکہ فرضی ہو۔ جیسے ' وہ اس طرح سے چلا آرہا ہے جیسے کوئی بجار آتا ہو۔ درختوں پر سے آم ایسے پٹ پٹ گر رہے ہیں جیسے اولے برس رہے ہوں۔

بعض اوقات حال احتمالی ماضی کے معنے بھی دیتا ہے۔ مثلاً ' کسی سے پوچھیں کہ تم نے اُسے کبھی ایسا کرتے دیکھا تو جواب دے کہ 'کرتا ہوگا'۔ مگر اس سے احتمال کے ساتھ ہمیشہ زمانۂ گزشتہ کی عادت کا اظہار ہوتا ہے۔

حال شرطیہ۔ حال شرطیہ در حقیقت مضارع ہے لیکن مضارع میں اور حال شرطیہ میں فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق پہلے بیان بھی ہو چکا ہے یعنے مضارع سے امکانی حالت معلوم ہوتی

ہے اور حال سے واقعی جیسے -

۱ - مینہ برسے تو کھیت پنپے (مضارع)

مینہ برستا ہے تو کھیت پنپتا ہے (حال)

۲ - اگر وہ آئے تو آنے دو (مضارع)

اگر وہ آتا ہے تو آنے دو (حال)

دوسری مثال میں بھی مضارع سے وہی امکانی حالت معلوم ہوتی ہے -

مگر حال سے فاعل کی آمادگی ظاہر ہوتی ہے -

ماضی احتمالی -

(۱) اس میں احتمال پایا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فعل کی تکمیل کے متعلق گمان غالب ہوتا ہے جیسے ' آپ نے یہ خبر سنی ہوگی - اب تو اُس نے کھانا کھا لیا ہوگا -

(۲) بعض اوقات اس سے تشویش بھی پائی جاتی ہے مثلاً اتنی رات گئے جو سوار آیا ہے تو نہ معلوم کیا خبر لایا ہوگا -

(۳) بعض اوقات علامت آخر ' گا ' حذف ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی معنوں میں بھی فرق ہو جاتا ہے - عموماً ذیل کے معنے ظاہر ہوتے ہیں -

(۱) شرطیہ جملوں میں شرط میں واقعیت نہیں ہوتی بلکہ فرضی صورت ہوتی ہے جیسے ' اگر اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہو -

(ب) امکان ' جیسے ان لڑکوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے امتحان دیا ہو اور کامیاب نہ ہوا ہو -

(ج) شک - جیسے شاید اس نے یوں ہی کہہ دیا ہو - ممکن ہے اس نے دل لگی کی ہو -

(د) تشبیہہ کے لیے جیسے ' وہ اس سے ایسا جلتا ہے جیسے اس نے اس کا باپ مارا ہو -

(۵) آزادی - جو کچھ بھی اس نے کہا ہو اور جو کچھ بھی اس نے کیا ہو سب معاف ہے -

ماضی شرطیہ

(۱) اس سے شرط کے ساتھ ایک ایسے فعل کا اظہار ہوتا ہے جو وقوع میں نہیں آیا - جیسے اگر تم اس سے اس کا ذکر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی - لیکن علاوہ اس کے اس سے اور بھی چند معنی پیدا ہوتے ہیں —

(۲) اکثر اس سے زمانۂ گزشتہ میں فعل کا بالمرہ واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے جیسے، جہاں کہیں وہ بیٹھتا مجلس کو گلزار کر دیتا - جب کبھی وہ ملنے آتا اپنا دکھڑا ضرور روتا —

(۳) اس ماضی میں عموماً دو جملے ہوتے ہیں، ایک شرط دوسرا جزا - جزا یہ بتاتی ہے کہ اگر شرط پوری ہو جاتی تو کیا ہوتا - جیسے، اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں یہاں کبھی نہ آتا - اگر وہ وقت پر نہ پہنچ جاے تو ایک بھی نہ بچتا - اگر میں یہاں ہوتا تو اس کی مجال تھی کہ وہ ایسا کرتا -

کبھی مفرد جملے میں بلا شرط کے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے، میں اسے کیوں نہ پیار کرتا - وہ اس سے کیوں نہ ملتا -

(۴) بعض اوقات آرزو کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے، کاش وہ آج میرے ساتھ ہوتا -

ایسے جملوں میں جملۂ آرزو کو جو محذوف ہوتا ہے شرط کی جزا سمجھنا چاہیے یعنی " تو کیا اچھا ہوتا " -

(۵) اس فعل سے عموماً تمنا بھی ظاہر ہوتی ہے اور اسی لیے بعض قواعد نویسوں نے اسے ماضی تمنائی بھی لکھا ہے - جیسے، میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں ورنہ تمہاری کچھ خدمت کرتا - وہ آ جاتا تو میں بھی اس سے مل لیتا -

(۹) ایک صورت اور اس ماضی کی ہے - جیسے' اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو اچھا ہوتا - یہاں 'جاتا' کی بجائے 'گیا ہوتا' استعمال ہوا ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں فعل ختم ہو چکا ہے ؛ باقی شرطیہ صورت وہی ہے لیکن ایک ایسے واقعے کا اظہار ہے جس کا ہونا گزشتہ زمانے میں ممکن تھا لیکن وقوع میں نہ آیا اور یہ حالت ماضی شرطیہ کی دوسری صورتوں میں بھی پائی جاتی ہے - لیکن جب تکمیل‌فعل (فرضی) کی اہمیت کا زیادہ خیال ہو تو آخری صورت استعمال کی جاتی ہے -

افعال مجہول

طور مجہول اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کہ فاعل نامعلوم ہو یا خاص طور پر اس کا ذکر نہ کیا جائے -

اگرچہ یہ اکثر فعل متعدی سے مخصوص ہے مگر بعض اوقات یہ صورت فعل لازم کے ساتھ بھی آتی ہے - مثلاً اس سے جاکر آیا نہ گیا - مجھ سے چلا نہیں جاتا - طور متعدی کے ساتھ یہ صورت عام طور پر مستعمل ہے -

خط مرا پھینک دیا یہ کہہ کر
ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا

ان مثالوں میں جانا کے معنے سکنا کے ہیں - اگرچہ اوپر کے جملوں میں فعل کی صورت طور مجہول کی سی ہے مگر وہ درحقیقت طور لازم میں ہیں - یہ استعمال ہمیشہ نفی کی حالت میں ہوتا ہے -

یہاں 'جانا' طور معروف میں بطور فعل امدادی کے آیا ہے - اس میں اور طور مجہول میں فرق کرنا ضرور ہے - اس کی تشریح ہم پہلے کرچکے ہیں -

اس موقع پر یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افعال مجہول کی نفی 'نہیں' اور 'نہ' دونوں کے ساتھ آتی ہے اور نفی افعال

کے متعلق جو قواعد ہم پہلے بیان کرچکے ہیں وہی اس پر بھی عائد ہوتے ہیں - لیکن حرف نفی فعل کی ابتدا یا اصل فعل اور امدادی فعل 'جانا' کے درمیان دونوں طرح آتا ہے جیسے' وہ آج نہیں نکالا جائے گا - وہ آج نکالا نہیں جائے گا - وہ نہیں پکڑا گیا - وہ پکڑا نہیں گیا -

تعدیۂ افعال

تعدیۂ افعال کی مفصل بحث حصۂ صرف میں ہو چکی ہے - یہاں کسی امر کے خاص طور پر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے —

افعال مرکب

افعال امدادی میں چند امور خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں —

۱ - افعال مرکب تاکیدی میں جب امدادی فعل لازم ہو اور خواہ اصل فعل متعدی کیوں نہ ہو' مرکب فعل کی صورت زمانۂ ناتمام میں لازم کی سی ہوگی اور فاعل کے ساتھ 'نے' استعمال نہ ہوگا - جیسے' اس نے مٹھائی کھائی - لیکن' وہ مٹھائی کھا گیا یا کھاچکا - یہاں 'گیا' اور 'چکا' افعال امدادی لازم ہیں اس لیے باوجودیکہ اصل فعل متعدی ہے مگر فاعل کے ساتھ 'نے' استعمال نہیں ہوا -

لیکن جہاں فعل امدادی متعدی ہے وہاں 'نے' برابر استعمال ہوتا ہے - جیسے' اس نے پرندے کو مار ڈالا -

لیکن لینا' دینا کی حالت مستثنیٰ ہے یعنے جب یہ فعل متعدی کے ساتھ آتے ہیں تو 'نے' استعمال ہوتا ہے اور جب لازم کے ساتھ آتے ہیں تو 'نے' نہیں آتا اور صورت لازم کی ہوتی ہے - جیسے' وہ میرے ساتھ ہولیا - وہ چل دیا - میں نے کھانا کھالیا - اس نے بات سن لی - وہ نہیں دکھائی دیا (اس مرکب فعل میں اگرچہ دونوں جز متعدی ہیں مگر مرکب حالت میں لازم ہیں) اسی طرح؛ آواز سنائی دی-

۲ - 'سکنا' الگ استعمال نہیں ہوتا - ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھہ آتا ہے - 'چکنا' البتہ الگ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے' میرا جھگڑا چک گیا - قرض چک گیا - اس کا متعدی 'چکانا' ہے - جیسے' جھگڑا یا قرض چکا دیا -

۳ - 'چاہیے' اکثر افعال کے ساتھہ فرض و واجبیت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے' اُسے وہاں جانا چاہیے - تمہیں یہ کتاب پڑھنی چاہیے - بعض اوقات بجاے مصدر کے حالیہ تمام کے (جو ماضی مطلق کی صورت میں ہوتا ہے) ساتھہ استعمال ہوتا ہے - جیسے —

مہر نہیں پیر تم کاہلی اللہ رے
نام خدا ہو جواں کچھہ تو کیا چاہیے

یہ استعمال قدیم ہے ' جو اب کم ہوتا جاتا ہے اور اس کی جگہہ مصدر نے لے لی ہے -

۵ - بعض امدادی افعال آخر میں آنے کے بجاے اصل فعل کی ابتدا میں آتے ہیں - جیسے ' دے مارا - دے پٹکا - یہاں تانیث و تذکیر کا اثر اصل فعل پر ہوگا - میں نے کتاب دے پٹکی - اس نے گھڑا دے پٹکا - اسی طرح آ اور جا بھی ابتدا میں آتے ہیں جیسے آ پہنچا' جا پہنچا' جا لیا' آ لیا' نیز 'لے' کا استعمال بھی اسی طرح ہوتا ہے - جیسے' لے بھاگا - لے دوڑا —

۶ - مرکب افعال کا باقی ذکر صرف میں مفصل ہو چکا ہے - البتہ اُن مرکب افعال کے متعلق جو اسما و صفات وغیرہ کی ترکیب سے بنتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان اسما و صفات کا اثر فعل کی تذکیر و تانیث پر کچھہ نہیں پڑتا مثلاً - وہ میرے کام کو برا کہتی ہے -

وہ میرے کام کو برا کہتا ہے - وہ اس حرکت سے باز رہا - وہ اس حرکت سے باز رہی - اس نے فوج کا شمار کیا - اس نے تسبیح کے دانے شمار کیے - اس نے کرسیاں شمار کیں —

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قاعدہ صرف انہیں اسما کے ساتھ برتا جاے گا جو جزو فعل ہو کر مفرد فعل کا کام دیتے ہیں جیسے ' شمار کرنا ' یاد کرنا ' شروع کرنا ' ختم کرنا وغیرہ ' مگر جہاں ایسے اسم ' مفعول واقع ہوتے ہیں تو فعل جنس و تعداد میں اِن کے مطابق ہوتا ہے مثلاً ' دلاسا دیا - تسلی دی - اطلاع دی وغیرہ میں اسم کا اثر برابر فعل پر پڑتا ہے - البتہ صفات کا اثر ہرگز فعل پر نہیں پڑتا کیونکہ وہ تمیز کے طور پر استعمال ہوتی ہیں —

هندی مرکب افعال کا بھی یہی حال ہے - مثلاً ' نام دھرنا ' میں نام کا اثر فعل پر نہیں پڑے گا ' مثلاً ' وہ میرے کام پر نام دھرتا ہے - وہ میرے کام پر نام دھرتی ہے -

اس نے فضول میری راہ دیکھی - اس نے فضول میرا راستہ دیکھا - یہاں اسم کا اثر فعل پر ہوا کیونکہ یہاں اسم مفعول واقع ہوا ہے - مگر نام دھرنا ' اُدھار دینا یا لینا ' ہاتھ آنا ' ہاتھ لگنا ' وغیرہ میں اسم جز فعل ہے اور اس کا کوئی اثر فعل پر نہیں پڑتا -

مرکب افعال میں اُنہیں اسما کا اثر فعل پر نہیں پڑتا جو اول تو جزو فعل ہوگئے ہیں ' دوسرے جب کہ یہ اسم خود مفعول واقع نہ ہوئے ہوں -

۷ - افعال مرکب کے متعلق ایک امر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر اوقات یہ بغرض تعظیم و ادب استعمال کیے جاتے ہیں - مثلاً ' اس نے کہا - اس سے زیادہ تعظیم مقصود

ہوئی تو کہیں گے' انھوں نے فرمایا اور اس سے بھی بڑھ کر' ارشاد فرمایا یا وہ آئے اور وہ تشریف لائے -

بعض اوقات متانت و ثقاہت کے لیے مرکب فعل استعمال ہوتے ہیں مثلاً' پوچھنے کی جگہہ دریافت کیا یا استفسار کیا - مانگنے کی جگہہ طلب کیا - اسی طرح تناول فرمانا' نوش فرمانا' فراموش کرنا' ایسی صورتوں میں عربی اور فارسی الفاظ ہندی کے سادہ مصادر کے ساتھہ آتے ہیں —

تمیز

صرف میں یہ بیان ہوچکا ہے کہ بعض الفاظ تمیز حروف ربط سے مل کر مرکب صورت میں آتے ہیں - مثلاً کب سے ' جب سے ' اب تک ' جب تک ' کہاں تک ' جہاں تک ' وغیرہ - اسی طرح تاکیدی صورتوں کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے- جیسے ' یہیں سے ' کہیں سے ' وغیرہ - لیکن بعض اوقات تمیز زمانی و مکانی حرف اضافت کے ساتھ مل کر صفت کا کام دیتی ہے - جیسے ' اب کے سال - کس کا روزہ کہاں کی نماز - وہ کہاں کا باشندہ ہے - وہ ایسا کہاں کا امیر ہے -

۱ - کہاں علاوہ استفہام کے جب ایک جملے میں بہ تکرار الگ الگ فقروں کے ساتھ آتا ہے تو اس سے تعجب یا فرق عظیم ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے - جیسے ' کہاں وہ ' کہاں میں - کہاں زرہ ' کہاں آفتاب - کہاں راجا بھوج ' کہاں گنگا تیلی -

کہاں کہاں جب ایک ہی ساتھ آتے ہیں تو اس کے معنے جگہہ جگہہ اور دور دور کے ہوتے ہیں جیسے :-

اذاں دی کعبے میں ' ناقوس دیر میں پھونکا
کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

(سنسکرت میں اسی طرح کوا کوا مستعمل ہے)

جہاں تہاں ' ہر جگہہ ' جہاں کہیں' ہر کہیں کے معنوں میں-

۲ - کہیں کے معنے کسی جگہہ کے ہیں ' لیکن بعض اوقات محاورے میں اظہار شک ' احتمال یا اندیشے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ' کہیں وہی نہ ہوں - مجھے ڈر ہے کہیں اُس نے راز ظاہر نہ کر دیا ہو - کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چلا جائے - کہیں وہ آگیا تو غضب ہو جائے گا —

کبھی یہ صفات کے ساتھہ آتا ہے اور صفاتی معنوں کے بڑھانے کے لیے مستعمل ہوتا ہے - جیسے ' وہ اس سے کہیں بڑا ہے - یہ درخت اس سے کہیں اونچا ہے —

کہیں کہیں ' کسی کسی جگہ کے معنوں میں آتا ہے - بعض اوقات اس میں حرف نفی ' نہ ' بھی داخل ہوتا ہے ' لیکن اس سے نفی مقصود نہیں ہوتی ' بلکہ اس سے اثبات میں زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے - جیسے ' کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا - ان دونوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے - کہیں کہیں کے معنی ہیں کسی کسی جگہ یعنے بہت کم - مثلاً کوئی کہے " اس ملک میں اکثر پھرا ' نیم کا درخت کہیں کہیں نظر آتا ہے " - یا کوئی کہے " میں اس ملک کے اکثر مقامات میں پھرا مگر نیم کا درخت کہیں نظر نہ آیا " - دوسرا اس کے جواب میں کہے " ایسا تو نہیں کہ کہیں نہ ہو' آپ کو کہیں نہ کہیں ضرور نظرآئےگا " صورت منفی میں زیادہ زور ہوتا ہےجیسے'-

"درد رہ جائے گا کہیں نہ کہیں"

۳ - جہاں جہاں' جس جس جگہ کے معنوں میں آتا ہے - جیسے' جہاں جہاں گیا یہی افتاد پڑی -

۴ - اِدھر اُدھر ' ایک ساتھہ مل کر بھی آتے ہیں اور بالمقابل الگ الگ فقروں میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے ' کیوں اِدھر اُدھر پھر رہے ہو - اِدھر یہ چلا رہا ہے اُدھر وہ کھڑا رو رہا ہے —

۵ - یوں - جیسے ' یوں کہو - یوں تو یہ بھی برا نہیں -

کہتے تھے کہ یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
سب کہنے کی باتیں ہیں کچھہ بھی نہ کہا جاتا

یہاں ''اس طرح'' کے معنے ہیں - لیکن کبھی اس خیال یا اس لحاظ کی جگہ آتا ہے (مگر تو کے ساتھہ) جیسے :-

یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم (میر)

یوں تو ہر شخص اپنی رائے کا مختار ہے -

کبھی یہ کے معنوں میں جیسے :-

''یوں کیوں نہیں کہتے کہ مجھے جانا ہی منظور نہیں''

۶ - پرے ' سمت کے ساتھہ فاصلے کو بھی بتاتا ہے - جیسے ' وہ کھیت اُس سے پرے ہے - پرے جا یا پرے ہٹ کے معنے ' دور ہو ' کے ہیں —

اہل لکھنؤ اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے بلکہ ناپسند کرتے ہیں - لیکن مشکل یہ ہے کہ ان معنوں میں کوئی دوسرا لفظ بھی نہیں - اُن کی طرف سے اُدھر کا لفظ پیش کیا جاتا ہے - لیکن اہل ذوق جانتے ہیں کہ اُدھر اور پرے میں بہت فرق ہے - ورے قریب کے لیے انہیں معنوں میں مستعمل ہے —

۷ - ویسے ' قریب قریب یوں کے معنوں میں آتا ہے - جیسے ' ویسے تو یہ بھی اچھا ہے (یعنے معمولی حالت میں)

کیسے ' کبھی تعجب کے اظہار کے لیے آتا ہے - جیسے بادل آسمان پر کیسے دوڑے دوڑے پھرتے ہیں - اور کبھی کیونکر کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے' پہاڑ سی رات کیسے کٹے گی - یہاں کیسے آنا ہوا —

اتنا ' میں ' کے ساتھہ مل کر تمیز زماں کا کام دیتا ہے - جیسے ' اتنے میں وہ آگیا - بعض اوقات قیمت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ' یہ چیز اتنے میں آئے گی —

۸ - ہی - تاکید اور حصر کے لیے آتا ہے جیسے ' یہ تو ہے ہی مگر تلاش اس سے اچھی کی ہے - وہ جاتا ہی نہ تھا ' بڑی

مشکل سے بھیجا ہے - میں تو آہی چکا تھا ' بلانے کی ضرورت نہ تھی - وہ جانتا ہی نہیں - وہ اس کے دم میں آہی گیا -

۹ - سہی (اس کی اصل صحیح بتائی جاتی ہے اور قدیم اردو میں اس لفظ کو صحیح ہی لکھتے تھے) - جیسے ' سن تو سہی کہہ تو سہی - اکثر ' تو ' کے ساتھہ مل کر آتا ہے —

بعض اوقات اپنے اصل معنوں کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے :-

جھڑکی سہی ادا سہی چین جبیں سہی
سب کچھہ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

کبھی دھمکی کے معنے دیتا ہے - جیسے آؤ تو سہی - کہاؤ تو سہی (ان معنوں میں ہمیشہ تو کے ساتھہ آتا ہے) —

کبھی آمادگی ظاہر کرتا ہے - جیسے ' تم جاؤ تو سہی پھر دیکھا جاے گا —

کبھی استغنا ظاہر کرتا ہے ' لیکن حرف نفی کے ساتھہ -

نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا
نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

تو' بھی تمیز کے لیے آتا ہے - جیسے ' دیکھوں تو - بیٹھو تو -

۱۰ - کہ ' بعض اوقات محاورے میں ایسے موقع پر بولتے ہیں جب کہ ایک فعل کے وقوع میں آنے سے پہلے کوئی دوسرا فعل واقع ہو - جیسے ' میں آواز دینے ہی کو تھا کہ وہ آگیا - وہ بولنے ہی کو تھا کہ میں نے روک دیا - ان جملوں میں ' کہ ' تمیز زماں ہے اور 'جب' یا ' اتنے میں ' کے معنے دیتا ہے —

۱۱ - ' بھی ' کبھی ' تھوڑا اور ' کے معنوں میں آتا ہے - جیسے ' تھہرو بھی چلے جانا —

کبھی رفع تامل کے لیے - جیسے، کہا بھی لو - لکھہ بھی دو -

کبھی اظہار اضطراب کے لیے - جیسے، چلو بھی (یعنے بہت بیٹھے اب جلد چلو) —

اشتراک کے لیے - وہ بھی آئے تم بھی آؤ -

یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے (داغ)

رہا ہوں رند بھی اے شیخ پارسا بھی میں (حالی)

۱۲ - خیر (سے کے ساتھہ) اچھی حالت کے ظاہر کرنے کے لیے- جیسے، خیر سے ہیں یا خیر سے پہانچ گئے -

کبھی طنزاً - جیسے، خیر سے آپ ملک کے بڑے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں —

اکثر خیر کا لفظ ابتداے کلام میں آتا ہے جس سے مقصود گفتگو ختم کرنے کا ہوتا ہے، یا ایک مضمون سے اعراض کرکے دوسرے کے شروع کرنے کا منشا ہوتا ہے - جیسے، خیر یہ تو سب کچھہ ہوا اب ارادہ کیا ہے - خیر اب تشریف لے جائیے پھر دیکھا جاے گا —

کبھی استغنا کے معنی ظاہر کرتا ہے- جیسے، خیر کیا مضائقہ ہے -

کبھی اچھا، یا، بہتر، کی بجاے، جیسے، خیر یوں ہی سہی-

کبھی دھمکی کے لیے - جیسے، خیر دیکھا جاے گا -

۱۳ - اچھا، خیر کے تیسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے، اچھا یہ تو کہو تم آؤگے کب - اچھا اب چلتے ہو یا نہیں —

استدراکی معنوں میں - جیسے، اچھا تو تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو -

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

کبھی اظہار تعجب کے لیے، خصوصاً جب کسی ایسے امر کی اطلاع ہو جو خلاف توقع ہے - اچھا یہ بات ہے - اچھا تو یہ

معاملہ یوں تھا —

مخاطب کے جواب میں کسی امر سے اتفاق ظاہر کرنے یا یا حکم کی تعمیل کے لیے - جیسے ' اچھا جاتا ہوں - اچھا ابھی حاضر ہوا —

جملے کی ابتدا میں محض تزئین کلام کے لیے - جیسے ' اچھا یہ تو کہو تمہارے والد کب تک یہاں ٹھہریں گے -

دھمکی کے لیے - جیسے ' اچھا سمجھوں گا -

۱۴ - بھلا' جملے کی ابتدا میں محض حسن کلام کے لیے آتا ہے- جیسے ' بھلا اس کی کس کو خبر تھی - بھلا یہ کیونکر ممکن تھا - اچھے کے معنوں میں - جیسے -

بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں (میر)

' کو ' کے ساتھ محاورے میں ' اچھا ' کے معنوں میں - جیسے ' بھلے کو وہ وہاں موجود تھے -

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ (داغ)
ہر ایک پوچھتا تھا کہ حضرت اِدھر کہاں

۱۵ - بارے ' مگر یا لیکن کے معنوں میں آتا ہے - جیسے ' یہ سب کچھہ سہی بارے اُسے کیا جواب دوگے -

لیکن تمیز کی حالت میں اس کے معنے ' آخر ' یا ' بہر حال ' کے ہوتے ہیں - جیسے ' بارے وہ تمہارے کہنے سے مان تو گیا - بارے گرتے پڑتے کچھہ ہو تو گیا -

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھہ کر کے چلو یہاں کہ بہت یاد رہو

مگر یہ استعمال کم ہوتا جاتا ہے -

۱۶ - کیوں ' برائے استفہام - جیسے ' تم وہاں کیوں گئے ؟ - کبھی محض اظہار سبب کے لیے - جیسے ' میں وہاں کیوں جاؤں جسے ضرورت ہوگی آپ آجائے گا -

فعل ' نہ ہو کے ساتھہ کئی طرح استعمال ہوتا ہے :-

(۱) کبھی مخاطب کے کلام کی تائید کے لیے - جیسے' کیوں
نہ ہو' جب آپ جیسے قدردان ملک کے ہوں -
(۲) کبھی طنزاً بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے' کیوں نہ
ہو آپ ہی تو خاندان کے چراغ ہیں -
(۳) کبھی محض زور دینے کے لیے - جیسے'
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو
کیسی ہی مشکل کتاب کیوں نہ ہو وہ فر فر پڑھتا چلا جاتا
ہے (یہ صورت منفی' تاکید اثبات کے لیے استعمال ہوتی ہے)-
۱۷ - مقرر' پہلے اکثر لکھا اور بولا جاتا تھا' اب صرف نظم
میں رہ گیا ہے - اس کے معنی ضرور کے ہوتے ہیں- جیسے'
آٹھوں کے میلے مقرر چلو (میر انشا اللہ خاں)
مسخرہ بن کے بھی آے گا مقرر کوئی (شبلی)
۱۸ - بلا سے' یہ فقرہ عموماً اظہار بے پروائی کے لیے استعمال
ہوتا ہے جس کے معنے ہیں " ہماری طرف سے کچھ
بھی ہو جاے'' —
دنیا میں بادشاہ ہو کوئی یا وزیر ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو
(اس صورت میں اضافی حالت کے ساتھ آتا ہے)
کبھی اس کے معنے ' کم سے کم ' کے بھی ہوتے ہیں - جیسے
بلا سے یہی ہو جاے (یعنے کم سے کم یا اور کچھ نہیں تو
یہی ہو جاے) —
۱۹ - آگے' مکان کے لیے جیسے' آگے آؤ -
زمان کے لیے - جیسے'
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی
۲۰ - ہو نہ ہو' تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے ؛ جس کے معنے
ضرور کے ہوتے ہیں- جیسے' ہو نہ ہو یہ تو وہی معلوم ہوتا ہے-

۲۱ - بعض اوقات حالیۂ معطوفہ بھی تمیز کا کام دیتا ہے۔ جیسے'

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا - وہ زندہ کھود کے نکالا گیا -

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو

کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

جو مجرے میں بیٹھو تو اُٹھو نہ جب تک

کہ اُٹھہ جائیں ساتھی سب ایک ایک کر کے

۲۲ - بعض اوقات اسم بھی تمیز فعل کا کام دیتا ہے مگر ایسی صورت میں یہ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اس موسم میں اناج انگلوں بڑھتا ہے۔ وہ گھٹنیوں چلتا ہے - خوشی کے مارے اس کا دل بانسوں اُچھلنے لگا -

۲۳ - اسی طرح صفت بھی بعض اوقات تمیز کا کام دیتی ہے جس کا بیان پہلے ہوچکا ہے جیسے ' اُن کی بھلی کہی - وہ شعر خوب کہتا ہے - میں نے بہت سمجھایا —

۲۴ - اس کے علاوہ ہندی ' فارسی ' عربی کے چھوٹے چھوٹے فقرے جو حروف کے ساتھہ دو دو تین تین الفاظ سے مل کر بنتے ہیں ' تمیز کا کام دیتے ہیں۔ جیسے کم سے کم ' زیادہ سے زیادہ تاامکان ' حتی الوسع ' بیٹھے بٹھائے ' رفتہ رفتہ ' جوں کا توں ' ہو بہو ' وغیرہ وغیرہ —

حروف

حروف ربط

حروف ربط میں سے حروف اضافت، حروف فاعل و مفعول کا ذکر مفصل اپنی اپنی جگهه پر کر دیا گیا هے نیز هندی حروف کے ماخذ و اصل سے بهی بحث هو چکی هے۔ اب یہاں بعض حروف ربط کا صرف استعمال بتایا جاے گا —

حروف ربط (جار) مفصله ذیل اسما کے بعد آتے هیں —

۱ - اسم کے بعد جیسے احمد سے کہو —

۲ - صفت کے بعد (جب بطور اسم مستعمل هو) جیسے بد سے بچو، نیک سے ملو —

۳ - ضمیر کے بعد - اس سے کہو —

۴ - فعل کے بعد - اس کے سننے میں فرق هے —

۵ - تمیز کے بعد - آهسته سے نکل جاؤ —

میں

ظرف مکان کے ساتهه - جیسے،

عالم میں تجهه سے لاکهه سہی تو مگر کہاں —
وه مجهے گلی میں ملا —
جو دل میں هے وه زبان پر نہیں —
ح خالی جیم کے پیٹ میں ایک نقطه —
منه میں دانت نه پیٹ میں آنت —

مرد ہو تو میدان میں آؤ —
سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتا —
شیشے میں پری اتر آئی —

ظرف زمان کے ساتھ - جیسے —
آٹھ میں پانچ مدت باقی ہیں —
دیر میں آنے سے نہ آنا اچھا —
سیر کا مزا چاندنی رات میں ہے —
سال میں ایک بار ہفتے میں چار بار —
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے —
گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ —

حالت یا کیفیت ' طور یا طریقے کے لیے جیسے : —
وہ غصے میں ہے - رنج میں یا خوشی میں ہے - وہ مارے خوشی کے آپے میں نہیں سماتا - ہوش میں آؤ - اللہ کے نام میں برکت ہے - حرکت میں برکت - بتیس دانتوں میں ایک زبان - نام میں کیا دھرا ہے - بات میں بات پیدا کرتا ہے - دم میں آگیا - اس کی زبان میں اثر ہے - ہاتھ میں شفا ہے - دل میں کھوٹ ہے —

اظہار نسبت کے لیے - جیسے ' عمر میں بڑا - اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہے —

مقابلے کے لیے - جیسے ' مجھ میں اس میں زمین آسمان کا فرق ہے - لاکھ میں ایک ہے - آدمی آدمی میں کیا فرق ہے -

وزن کے لیے جیسے ' تول میں کم ہے - سیر میں چار چڑھتے ہیں —

تعداد کے ساتھ - جیسے ' دس آدمیوں میں تقسیم کرو - سو میں کہدوں ' لاکھ میں کہدوں - بیس میں کیسے گزر ہوگا - تین میں نہ تیرہ میں - ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں -

تمیز کے لیے (کسی دوسرے اسم سے مل کر) جیسے ' حقیقت

میں ' آخر میں ' باتوں باتوں میں ' ہنسی میں ' خوشی میں وغیرہ —

سے

کسی شے کی ابتدا یا ماخذ کو ظاہر کرتا ہے - کبھی ابتدا بہ لحاظ مکان - جیسے :-

سر سے پاؤں تک - بھا چوٹی سے ایڑی تک پسینا - اِس سرے سے اُس سرے تک - زمین سے آسماں تک - کہاں سے کہاں تک -

بہ لحاظ زمان - جیسے : -

چھے بجے سے بیٹھا ہوں - صبح سے انتظار کر رہا ہوں - کل سے یہی عالم ہے - برسوں سے اسی مخمصے میں گرفتار ہوں - مدت سے ' قدیم سے وغیرہ -

بہ لحاظ تعداد کے :-

چھے سے سات تک -

ماخذ یا اصل - جیسے :-

وہ عالی خاندان سے ہے - یہ کہاں سے آیا ہے - زمین سے نکلا ہے - عین کی آواز حلق سے نکلتی ہے -

نسبت یا علاقہ - جیسے :-

مجھے کام سے کام ہے - اس سے مجھے کیا تعلق - اسے پڑھنے سے نفرت ہے - آنکھوں سے اندھا ' کانوں سے بہرا - دل سے دل کو راہ ہوتی ہے —

مقابلہ جیسے : -

وہ اس سے کہیں بہتر ہے - سخی سے شوم بھلا -

استعانت - جیسے :-

تلوار سے فتح کیا - قلم سے لکھا - ڈنڈے سے خبر لی - شاہ صاحب کی دعا سے اچھا ہوگیا -

انحراف - جیسے :-

قول سے' بات سے' وعدے سے پھر گیا - راستے سے لوٹ گیا -

علحدگی یا جدائی - جیسے :-

وہ نوکری سے الگ ہوگیا - کام سے گھبراتا ہے - شہر سے نکل گیا - کام سے جی چراتا ہے - دل سے اُتر گیا -

تمیز (کسی دوسرے اسم سے مل کر) جیسے :-

خیر سے، شوق سے، دل سے وغیرہ -

(ف) بعض جملوں میں 'سے' اور 'کے' کے استعمال سے بین فرق پیدا ہو جاتا ہے، لہذا اس موقع پر اس کا فرق بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً :-

کمرے کے باہر اور کمرے سے باہر

میں فرق ہے - کمرے کے باہر کے معنے ہیں کمرے کے باہر کی طرف اور کمرے سے باہر یعنی کمرے کے اندر نہ ہونا - جیسے' کمرے کے باہر بیٹھو - کمرے سے باہر جاؤ -

اسی طرح' کس لیے اور کس کے لیے :-

میں فرق ہے - کس لیے کے معنے ہیں کیوں یا کس غرض سے؛ اور کس کے لیے یعنے کس شخص وغیرہ کے واسطے -

تک

انتہا کے لیے بہ لحاظ مکان - جیسے :-

شہر تک - سر سے پاؤں تک -

بہ لحاظ زمان - جیسے :-

شام تک، مہینا بھر یا سال بھر تک - چھ بجے تک -

عام اشیا اور خیالات کے لحاظ سے - جیسے :-

مجھ تک - اس کا نام تک نہ لیا - خبر تک نہ ہوئی - سلام تک نہ لیا - اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے - خیال تک نہ آیا - گمان تک نہ تھا -

هم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہوتے تک

پر

اصل میں اوپر سے ھے - پر کا مخفف پہ بھی (اھل لکھنؤ زبر سے اور اھل دھلی زیر سے بولتے ھیں) انھیں معنوں میں آتا ھے -

پر کسی شے کی اوپر کی سطح سے تعلق ظاھر کرتا ھے ' خواہ متصل ھو یا منفصل - اس کے بعد قربت اور درمیان کے معنوں میں بھی آتا ھے -

بہ لحاظ مکان - جیسے :-

خدا کا دیا سر پر - چھت پر - بنارس گنگا پر واقع ھے - دروازے پر کھڑا ھے -

بہ لحاظ زمان - جیسے :-

وقت پر کام آیا -

انحصار - جیسے :-

میری زندگی اسی پر ھے - ایک مجھی پر کیا ھے ' سب کا یہی حال ھے -

خاطر کے معنوں میں جیسے : -

وہ نام پر مرتا ھے - روپے پر جان دیتا ھے -

واسطے کے معنوں میں - جیسے : -

کام پر گیا ھے - مہم پر گیا ھے -

طرف کے لیے - جیسے -

اس کی باتوں پر نہ جانا - اس پر کسی کا خیال نہ گیا -

تر دامنی پہ شیخ ھماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

آگے

مکان کے لیے آتا ھے - جیسے :-

گو ھاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ھے
رھنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

مقابلے کے لیے - جیسے ' میرے آگے اس کی کیا حقیقت

ہے - یعنی میرے سامنے -

زمان کے لیے - جیسے -

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی
ساتھہ

ایک تو معیت کے عام معنوں میں ہے دوسرے جب ضمیر کے ساتھہ آتا ہے تو باوجود اور باوصف کے معنے دیتا ہے - جیسے' اگرچہ اس وقت اس نے صاف جواب دے دیا ' لیکن اسی کے ساتھہ آیندہ کا وعدہ بھی کیا -

حروف عطف

ا - دو لفظوں یا جملوں کو ملانے کے لیے ' اور ' عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے ' لیکن اکثر حالیہ معطوفہ اس کی ضرورت کو رفع کر دیتا ہے اور وہ فصیح بھی ہوتا ہے مثلاً " وہ کل ہی مجھہ سے ملا اور واپس گیا " کہنے کے بجاے " وہ کل ہی مجھہ سے مل کر واپس گیا " کہنا زیادہ فصیح ہے -

ایسے الفاظ میں جو دو دو ساتھہ آتے ہیں اور مل کر ایک مفہوم پیدا کرتے ہیں ' (خواہ معنوں میں متضاد ہوں یا مترادف) کسی حرف عطف کا داخل نہ ہونا ہی درست ہے بلکہ حرف عطف کا لانا خلاف محاورہ اور غیر فصیح ہوگا - جیسے'

ہاتھہ پاؤں میں سکت نہیں - کھیل کود میں رہتا ہے - دن رات یہی مشغلہ ہے - برے بھلے میں تمیز نہیں - دکھہ سکھہ میں کام آنے والا - چلنے پھرنے سے معذور ہے - کام کاج ' دوست دشمن ' اپنا پرایا ' آج کل ' کھانا پینا ' رونا جھیکنا ' لنگڑا لولا ' سینا پرونا ' لین دین ' سوچ ساچ کر ' سمجھا بجھا کر ' پھٹے پرانے کپڑے ' چھوٹے بڑے ' امیر غریب ' ادنیٰ اعلیٰ وغیرہ وغیرہ - (فارسی میں بخلاف اس کے ایسے مقامات

پر عموماً حرف عطف استعمال ہوتا ہے) —

ہندی کا ' اور' اور فارسی کا ' و ' دونوں ایک ہی معنوں میں آتے ہیں - لیکن استعمال میں یہ فرق ہے کہ ' و ' صرف فارسی عربی الفاظ کے ساتھہ آتا ہے ' ہندی الفاظ کے ساتھہ اس کا استعمال خلاف فصاحت خیال کیا جاتا ہے —

(ا) بعض اوقات ' اور ' جن دو جملوں کو ملاتا ہے ' ان کے افعال سے دو کاموں کا ' تقریباً ایک ساتھہ واقع ہونا ظاہر کرتا ہے - جیسے ' تم آے اور وہ چلا - تم گئے اور آفت آئی - تم اُتھے اور وہ بہا گا —

(ایسے جملوں میں ماضی ' مستقبل کے معنے دیتی ہے)-

(ب) کبھی دھمکی کے معنے دیتا ہے - جیسے ' پھر تم ہو اور میں ہوں - اب تم جانو اور وہ جانے -

(ج) کبھی لزوم کے لیے ' یعنے ایسا تعلق ظاہر کرنے کے لیے جس میں جدائی یا علحدگی ممکن نہ ہو - جیسے ' تیرا دامن ہے اور میرا ہاتھہ - میں ہوں اور تیرا در - یہ نیلا آسمان ہے اور میں ہوں -

۲ - بعض اوقات ' نیز ' بھی ' اور ' کے معنوں میں آتا ہے - جیسے ' اس کا سارا ساز و سامان نیز جائداد منقولہ و غیر منقولہ اُس کے حوالے کر دی گئی -

۳ - نہ ' نہ ... نہ ' یا ' یا ... یا ' خواہ ' چاہے کے علاوہ ' کہ' بھی حرف تردید کا کام دیتا ہے - جیسے' کوئی ہے کہ نہیں-

کیا شکایت کوئی تمہاری کرے
تم کو کیا ہے کوئی جیے کہ مرے

(یہ حرف ' کہ ' سنسکرت کے لفظ کینوا یا کنیا بمعنے یا سے بنا ہے - مرہتی میں بھی کینوا ہے ' لیکن نیپالی میں مثل اُردو یا ہندی کے ' کہ ' ہی مستعمل ہے کہ ان معنوں میں اکثر استفہامیہ جملوں میں آتا ہے) -

بعض اوقات حرف تردید محذوف بھی ہوتا ہے - جیسے' ملو نہ ملو' وہاں اس کی پرسش نہیں -
(یہاں یا محذوف ہے) -

شرط

۴ - جو' شرطیہ معنوں میں بھی کبھی آتا ہے- جیسے' میں جو وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بے ہوش پڑا ہے - یہ عموماً بول چال اور نظم میں زیادہ تر استعمال ہوتا ہے —

حروف عطف شرطیہ بعض اوقات محذوف بھی ہوتے ہیں- جیسے' وہ نہیں مانتا تو میں کیا کروں -

جب' اول بمعنے جس وقت جیسے' جب میں آؤں تو انہیں اطلاع کر دینا -

دوسرے بمعنے اسی وقت (بطور تمیز) جیسے یہ کام جب (یا جب ہی) ہوسکتا ہے کہ وہ بھی مدد دے -

اس صورت میں جب کے ساتھہ ہی بھی آتا ہے اور جواب میں بجاے 'تو' کے 'کہ' استعمال ہوتا ہے -

تیسرے بمعنے تب - جیسے' لکھنے پڑھنے میں بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے' جب کچھہ آتا ہے -

جب اکثر تک سے مل کر آتا ہے اور شرطیہ معنے دیتا ہے- جیسے' جب تک میں نہ آؤں تم وہاں سے نہ ہلنا - یہ عموماً حرف نفی (نہ یا نہیں) کے ساتھہ استعمال ہوتا ہے -

بعض اوقات بغیر حرف نفی کے بھی استعمال ہوتا ہے اور اُس وقت اس کے معنے جس وقت تک کے ہوتے ہیں - جیسے' جب تک میں یہاں ہوں' تمہیں کوئی اندیشہ نہیں -

۵ - تب' اور تو شرطیہ جملوں میں شرط کے جواب میں آتے ہیں - اس لیے ان کو حرف جزا کہتے ہیں - تب کا استعمال جزا کے لیے بہت کم ہوگیا ہے -

نہیں تو' وگرنہ اور ورنہ' بھی شرطیہ معنوں میں آتے

ہیں - جیسے ' آتے ہو تو آؤ نہیں تو میں جاتا ہوں وغیرہ -

اسندراک

۶ - گو ' اگرچہ ' مگر ' لیکن ' بلکہ ' پر ' استدراک کی معنوں میں آتے ہیں - اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں یا تو

(۱) قول ما قبل کی مخالفت یا

(۲) اس میں تغیر بوجہ توسیع معانی یا

(۳) قول ما قبل کے محدود کرنے کے لیے —

حروف مندرجۂ بالا میں مگر ' لیکن ' پر ' اکثر ' گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں - جیسے' جانتے سب ہیں پر زبان سے کوئی نہیں نکالتا - اگرچہ تم ہر فن میں کمال رکھتےہو لیکن قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے - اگرچہ وہ پشتیدی امیر ہے ' مگر مزاج فقیروں کا سا پایا ہے - گو وہ بظاہر خوش ہے لیکن دل کا مالک اللہ ہے —

چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

کم تو کیا ہوتا بلکہ اور بڑھ گیا —

ولے' ولیک ' لیک ' بجائے لیکن کے صرف نظم میں استعمال ہوتے ہیں —

پر کا مخفف پہ بول چال کے فقروں اور نظم میں اکثر آتا ہے جیسے

سمجھ ہم کو آئی پہ نا وقت آئی

اگرچہ اور گو کے جواب میں تو بھی اور تا ہم بھی استعمال ہوتے ہیں —

سو ' بھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے جیسے

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

استثنا

۷ - حروف عطف جو استثنا کے لیے آتے ہیں یہ ہیں الا ' مگر

اور بعض اوقات لیکن - جیسے، سب آئے مگر احمد نہ آیا -
سب نے حامی بھری الا اس بندے نے —

علت

۸ - حرف علت جو علت یعنی سبب کے ظاہر کرنے کے لیے عموماً استعمال ہوتے ہیں یہ ہیں —

کہ ' کیونکہ ' اس لیے کہ ' اس واسطے کہ ' تا کہ ' لہذا -
جیسے ' کوشش کیے جاؤ کہ اسی میں کامیابی کا راز ہے - محبت پیدا کرو کیونکہ عالم اسی پہ قائم ہے - اُن سے ضرور ملو اس لیے کہ اُن سے ملنا باعث سعادت ہے - وہ خود گیا ' تا کہ سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے —

اس لیے اور لہذا ' چونکہ ' کے جواب میں آیا کرتے ہیں جیسے —

چونکہ وہ ناراض ہیں لہذا میں بھی اُن سے نہیں ملتا —

کبھی ' جو ' بھی علت کے لیے آتا ہے جیسے '

فقیر کے دل میں اُس کی کچھ ایسی ہی محبت ہے جو ایسے وقت میں بھی اسی کا دم بھرتا ہے —

مقابلہ

۹ - جیسا (جیسے) اور گویا بعض وقت عطف کا کام دیتے اور صرف تشبیہ یا مقابلے کے لیے آتے ہیں جیسے' وہ لکڑی اس طرح رکھی تھی جیسے کوئی انسان کھڑا ہو - ہرگز ہوا اُس کو نہیں لگتی گویا فانوس اُس کی آسمان ہے (باغ و بہار) —

بیانیہ

۱۰ - کہ حرف بیانیہ ہے' اور ہمیشہ دو جملوں کے ملانے کے لیے آتا ہے - جیسے' میں سمجھا کہ اب وہ نہ آئے گا -

یہ حرف عموماً مقولے کے بعد آتا ہے یا مقصد' ارادہ' امید ' خواہش ' رجحان ' حکم ' نصیحت ' یا مشورہ ' ڈر ' اجازت' کوشش ' ضرورت یا فرض کے اظہار کے لیے استعمال

ہوتا ہے جیسے

میرا ارادہ ہے کہ اب یہاں سے چل دوں —

میں نے کہا کہ تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں —

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
ہنس کے ستم ظریف نے مجھکو اُٹھا دیا کہ یوں

تم کو لازم ہے کہ اب وہاں نہ جاؤ۔ اُسے چاہیے کہ ایسا نہ کرے - اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ خانہ نشین ہو جاے - مجھے ڈر ہے کہ وہ آ نہ جاے - اگر اس کی یہ آرزو ہے کہ اس بارے میں کامل تحقیق کرے تو کسی ماہر فن سے ملنا چاہیے - میری راے یہ ہے کہ تم اب چل دو وغیرہ —

کبھی ضمیر موصولہ کے بعد آتا ہے - جیسے ' جو راے کہ تم نے ظاہر کی وہ صحیح نہیں ہے —

اسی طرح جب کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے - جیسے ' جب کہ وہ یہاں نہیں ہے تو تمہیں ایسا کرنا لازم نہیں —

حروف تخصیص

حروف تخصیص یا حصر میں ' ہی ' کا مفصل ذکر پہلے ہوچکا ہے - ' تو ' کے متعلق البتہ یہاں کسی قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے —

(۱) تاکید فعل جیسے ' سنو تو - کہو تو وغیرہ -

(۲) تکمیل مقصد جیسے ' یہ کہکر وہ تو چلے گئے - سارا سامان مہیا کر کے وہ تو الگ ہوگئے - (یعنے جو کام ان کے ذمے تھا اس کی تکمیل کر دی) —

(۳) خاص قسم کا زور ظاہر کرتا ہے - جیسے ' جسے تم تلاش کرتے تھے وہ میں ہی تو ہوں ' جس کے سامنے ایک عالم سر جھکاتا ہے وہ یہی تو ہے —

(۴) دھمکی کے لیے - جیسے ' دیکھوں تو وہ کیسے کرتا ہے —
ان معنوں میں اکثر بھی کے ساتھ مل کر آتا ہے - جیسے '

آے تو سہی —

'ہی' حرف تخصیص ہمیشہ ان الفاظ کے متصل آتا ہے جن کی تخصیص یا تاکید مقصود ہوتی ہے سوائے ضمیر متکلم 'میں' کے جب کہ اس کے ساتھہ علامت فاعل 'نے' آئے - اس صورت میں نے' ان کے درمیان واقع ہوتا ہے - جیسے 'میں نے ہی کہا تھا - باقی حالتوں میں ہمیشہ متصل آتا ہے - جیسے' اسی نے کہا تھا وغیرہ —

'تو' بھی ہمیشہ اُسی لفظ کے ساتھہ آتا ہے جس کی تخصیص کرتا ہے' مگر جب فاعل و مفعول اور اضافت کی علامتیں یا حرف ربط آتے ہیں تو ان کے بعد آتا ہے - جیسے ' تم کو تو خبر تک نہ ہوئی میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا - اس کا تو کام ہی تمام ہو گیا —

تو اور ہی مل کر بھی آتے ہیں - جیسے ' یہ میں ہی تو تھا - تم ہی تو تھے —

' ہو تو ہو' میں پورے فقرے کے ساتھہ 'تو' خاص معنی رکھتا ہے - یہ اس وقت کہتے ہیں جب کہ کسی امر کے متعلق آخری چارۂ کار بتانا مقصود ہو - جیسے —

موت ہی سے کچھہ علاج درد فرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

تکرار الفاظ

تکرار لفظی اُردو زبان کی بڑی خصوصیات میں سے ہے اس لیے ہم نے یہ مناسب خیال کیا کہ اس خصوصیت کا ذکر مختصر طور پر علحدہ کیا جائے —

اُردو میں تمام اجزائے کلام (یعنے اسم، صفت؛ ضمیر، فعل، تمیز) سوائے حروف ربط و عطف کے ایک ہی ساتھہ مکرر استعمال ہو سکتے ہیں - الفاظ کے دوہرانے سے اکثر 'ہر ایک' کے معنے پیدا ہوتے ہیں نیز اختلاف' زور' تاکید یا مبالغے کا اظہار ہوتا ہے —

۱ - اسم کی تکرار سے 'ہر ایک' کے معنی پیدا ہوتے ہیں' مگر وہ سب پر شامل ہوتا ہے - جیسے' گھر گھر عید ہے - یعنے ہر گھر میں —

کبھی یہ اضافت کے بعد آتا ہے یعنے وہ اسم جس کی تکرار ہوتی ہے وہ مضاف واقع ہوتا ہے - جیسے' میرا رواں رواں اس کو دعا دے رہا ہے (یعنے ہر ایک رواں) —

بعض وقت اضافت کے ساتھہ بھی 'ہر ایک' کے معنے میں آتا ہے مگر سب پر شامل نہیں ہوتا - مثلاً' وہ برس کے برس آتا ہے یعنے ہر برس —

۲ - کبھی مختلف کے معنے نکلتے ہیں - جیسے' ملک ملک کا جانور وہاں جمع تھا (یعنے مختلف ملکوں کے جانور) —

- کبھی اسم کی تکرار سے زور مبالغہ یا تاکید نکلتی ہے - جیسے' دل ہی دل میں کڑھتا رہا - لیلیٰ ہی لیلیٰ پکارتا رہا —

(ا) یہ استعمال جو اکثر 'ہی' کے ساتھہ ہوتا ہے' بعض اوقات جب پہلا اسم جمع ہو تو بغیر 'ہی' کے بھی آتا ہے - جیسے ' ہاتھوں ہاتھہ ' راتوں رات -

(ب) بعض اوقات پہلے اسم کے بعد اضافت کا حرف آتا ہے یعنے دونوں کے بیچ میں حرف اضافت ہوتا ہے ۔ جیسے ' اتنا پڑھا مگر بیل کا بیل ہی رہا - یا جاہل کا جاہل ہی رہا - آدمی کیا ہے دیو کا دیو ہے یا ڈھو کا ڈھو ہے —

(ج) بعض اوقات اس قسم کے تکرار سے کل کے معنی پیدا ہوتے ہیں - جیسے ' خاندان کا خاندان (یعنے کل خاندان) ' قوم کی قوم' شہر کا شہر اسی میں مبتلا ہے - آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے - ایک شعر کیا غزل کی غزل مرصع ہے —

(د) کثرت کے معنے بھی آتے ہیں - جیسے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے تھے- دیوان کے دیوان پڑھ ڈالے- جنگل کے جنگل کاٹ ڈالے - خم کے خم پی گیا ۔ ہرنوں کی قطاریں کی قطاریں کھڑی تھیں —

(ہ) کبھی اس تکرار سے کام جاری رہنا پایا جاتا ہے - جیسے سڑک کے کنارے کنارے چلا جا -

(و) بعض اقات تکرار لفظی سے (اضافت کے ساتھہ) تقلیل ظاہر ہوتی ہے - جیسے' رات کی رات ملاقات رہی -

سینے میں قلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا
بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور

وہ بات کی بات میں بگڑ گیا (یعنے ذرا سی بات میں) - وقت کے وقت یعنے فی الفور —

(ز) کبھی ایک جملے میں دو لفظوں کا تکرار ہوتا ہے اور اس سے ہر دو کی شمولیت ظاہر ہوتی ہے - جیسے '

روپیہ کا روپیہ گیا اور عزت کی عزت (یعنے روپیہ اور عزت دونوں گئے) - وہ آدمی کا آدمی ہے اور بلندر کا بلندر یعنے آدمی بھی ہے اور بندر بھی - آم کے آم کھائے اور سیر کی سیر ہوئی —

(ح) مثل ہے کہ "دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی" یعنے دودھ الگ اور پانی الگ (پورا انصاف) ' کھوتے کھرے کی پوری پرکھہ —

کبھی ایک اسم کا تکرار اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے بیچ میں 'الف' بطور حرف ربط کے آتا ہے اور معنے مبالغے یا زیادہ یا جاری رہنے کے ہوتے ہیں جیسے ' مارا مار - دوڑا دوڑ -

۴- صفات کے تکرار سے بھی یہی معنی پیدا ہوتے ہیں یعنی اسم کی طرح ہر ایک یا کل کے معنے دیتے ہیں - جیسے ' شہر کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے - چھوٹے چھوٹے ایک طرف ہوجائیں اور بڑے بڑے ایک طرف -

(۱) بعض اوقات اختلاف (یعنے مختلف ہونا) ظاہر ہوتا ہے - جیسے ' نئے نئے کام - انوکھی انوکھی باتیں (مختلف قسم کی)

(۲) اظہار مبالغہ یا امتیاز کے لیے - جیسے ' میٹھی میٹھی باتیں - کھٹے کھٹے آم - سفید سفید دانے - اُجلے اُجلے کپڑے - مثلاً اُس کی میٹھی میٹھی باتوں نے دل موہ لیا - سفید سفید دانے ایک طرف کردو اور کالے کالے ایک طرف - اُجلے اُجلے کپڑے الگ نکال لو -

کبھی بیچ میں اضافت بھی آتی ہے جیسے - ننگے کا ننگا ' بھوکے کا بھوکا وغیرہ —

(۳) تقلیل کے لیے - جیسے ' دال میں کچھہ کالا کالا ہے - اس میں مجھے کچھہ سفید سفید دکھائی دیتا ہے -

(۴) اسی طرح اعداد بھی بہ تکرار آتے ہیں —

(ا) ہر ایک کے معنے میں - جیسے ان کو چار چار روپے ملے - یہ استعمال حالیہ معطوفہ ' کرکے ' کے ساتھ بھی ہوتا ہے - جیسے دو دو کرکے گئے - ایک ایک کرکے آئے —

(ب) جب عدد مرکب ہو تو صرف آخری حصے کا تکرار ہوتا ہے جیسے ' ایک روپیہ آٹھ آٹھ آنے دیے —

(ج) آٹھ روپیہ دے دو اور آٹھ آٹھ روپے دے دو - ان دونوں میں فرق ہے - پہلے جملے کا مطلب ہے کہ کل روپے جو دیئے کے ہیں آٹھ ہیں - دوسرے جملے کے یہ معنے ہیں کہ فی کس آٹھ روپے دو —

اسی طرح چار چار پہر بیٹھا رہتا ہے - یعنے ہر دفعہ جب وہ آتا ہے تو چار پہر گزار دیتا ہے - تین تین گھنٹے کے بعد کھاؤ یعنے ہر تین گھنٹے کے بعد - آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ اور آٹھ آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ - ان دو جملوں کے معنوں میں بھی فرق ہے - پہلے کے یہ معنے ہیں کہ کل آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ - دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ٹکٹ آٹھ آنے کا ہو —

۶ - ضمائر بھی بہ تکرار آتی ہیں —

(ا) الگ الگ کے معنوں میں - جیسے' وہ اپنے اپنے گھر سدھارے -

(ب) مختلف کے معنوں میں جیسے ' جو جو جس کا طالب ہو حاضر ہو جائے - اس نے کیا کیا نہ کہا اور میں نے کیا کیا نہ سنا —

(ج) کوئی اور کچھ کی تکرار سے کمی یا تقلیل ظاہر ہوتی ہے - جیسے ' اب بھی کوئی کوئی مل جاتا ہے - کچھ کچھ درد باقی ہے —

کبھی بیچ میں ' نہ ' حائل ہوتا ہے - جیسے ' کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا - کچھ نہ کچھ ضرور کھتے

رہتے ہیں —

۷- افعال کا تکرار حالیہ تک محدود ہے اور اردو زبان کے محاورے میں اس کا استعمال بکثرت ہے —

(۱) فعل کا تکرار محض، یعنی فعل کا متواتر ہونا - جیسے یہ لکڑیاں بہہ بہہ کر آتی ہیں- وہ پوچھتے پوچھتے یہاں تک پہنچ گیا - مکھیاں پھولوں پر آ آکر بیٹھتی ہیں-

(۲) بعض اوقات تکرار سے مبالغہ یا کثرت ظاہر ہوتی ہے - جیسے ' میں کہتے کہتے تھک گیا - روتے روتے اس کی آنکھیں سوج گئیں - رو رو کر اپنا حال کہنے لگا - ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے - پانی پیتے پیتے پیٹ اپھر گیا —

مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے
مکاں اُڑ گئے آندھیاں آتے آتے

تن تن کے بیٹھا تھا - پڑھتے پڑھتے اندھا ہو گیا —

حالیہ تمام کبھی کبھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے- جیسے ' وہ دوڑا دوڑا پھر رہا ہے - وہ مارا مارا پھر رہا ہے —

(۳) کبھی فعل کی طوالت اور جاری رہنے کو بتاتا ہے - جیسے ' اسی طرح چلتے چلتے منزل مقصود کو پہنچ گئے - آم پڑے پڑے سڑ گئے - سیکھتے سیکھتے آ ہی جاتا ہے - لکھتے لکھتے خط اچھا ہو ہی جاتا ہے —

(۴) کبھی مختلف یا کثرت کے معنے دیتا ہے - جیسے ' وہ پیکرے بدل بدل کر آتا ہے یا نام بدل بدل کر یا بھیس بدل بدل کر آتا ہے- شعر یا قصے سنا سنا کر خوش کرتا ہے - کھانے کھلا کھلا کر ہلا لیا —

(۵) بعض اوقات آہستہ آہستہ یا رفتہ رفتہ کے معنے ہوتے ہیں ؛ خاص کر " ہوتے ہوتے " تو ان معنوں میں بہت آتا ہے - علاوہ اس کے دوسرے افعال بھی ان معنوں

میں آتے ہیں جیسے —

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

(۶) 'دیکھتے دیکھتے' دفعتاً یا بہت کم عرصے کے معنوں میں آتا ہے جیسے' وہ دیکھتے دیکھتے بڑا آدمی ہو گیا - (یعنے ہمارے دیکھتے دیکھتے یعنی بہت کم عرصے میں' یکایک) —

(۷) کبھی تکرار سے یہ معنے پیدا ہوتے ہیں کہ ابھی ایک کام ہونے نہیں پایا تھا کہ دفعتاً کوئی اور واقعہ ہو گیا۔ جیسے وہ کہتے کہتے رک گیا - وہ جاتے جاتے رہ گیا - سنبھلتے سنبھلتے گر پڑا —

(۸) جب کسی کام کے اثنا میں رکاوٹ ہو جاتی ہے تو بھی حالیہ کا تکرار آتا ہے- جیسے' وہ پڑھتے پڑھتے سو گیا - وہ قصہ سناتے سناتے یکبارگی چپ ہو گیا - مرتے مرتے بچا- "اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے"

(۹) بعض اوقات پہلا فعل مذکر ہوتا ہے اور دوسرا مونث جیسے ' دیکھا دیکھی ' روا روی —

(۱۰) بعض اوقات فعل لازم اور اسی کے متعدی کا حالیہ محاورے میں مل کر آتے ہیں جیسے ' خواہ مخواہ' بیٹھے بٹھائے مصیبت میں پھنس گئے - مگر یہ سماعی ہے ہر فعل کا استعمال اس طرح نہیں ہو سکتا —
دونوں مل کر کبھی صفت کا کام بھی دیتے ہیں - جیسے ' سنی سنائی باتوں پر نہ جاؤ —

(۱۱) بعض اوقات لازم یا متعدی کا حالیہ دوسرے فعل لازم کے ساتھ آتا ہے اور ان کے درمیان 'نہ' حرف نفی واقع ہوتا ہے - جیسے' مارے نہ مرے - مٹائے نہ مٹے - اس سے بھی کلام میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے —

(۱۲) کبھی زور اور تاکید کے لیے ماضی مثبت اور منفی کا بھی تکرار ہوتا ہے لیکن حرف 'پر' بیچ میں ضرور آتا ہے - جیسے، گیا پر گیا - نہ ہوا پر نہ ہوا -

(۱۳) کبھی خاص طور پر متوجہ کرنے کے لیے امر کو بہ تکرار بولتے ہیں - جیسے، دیکھو دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے - سنو سنو یہ کوئی آ رہا ہے - اسی طرح ہٹو ہٹو، بچو بچو!

۸ - تمیز کے الفاظ بھی زور اور تاکید کے اظہار کے لیے بہ تکرار آتے ہیں، جس کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے - جیسے، جہاں، جہاں، جوں جوں، روز روز، ہمیشہ ہمیشہ، ہولے ہولے، ہرگز ہرگز، کبھی کبھی، کہاں کہاں، کہیں کہیں - کبھی نفی کے ساتھ جیسے کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی —

(۱) انہیں معنوں میں حرف کے ساتھ بہ تکرار آتا ہے - جیسے، وہاں کا وہیں رہ گیا - اسی طرح یہاں کا یہیں یا جہاں کا تہاں - یہ سب تکرار زور پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں —

(یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حرف اضافت اس اسم کے مطابق ہوگا جس سے یہ متعلق ہے - یعنے اگر مؤنث کے لیے ہے تو یہاں کی یہیں ہوگا اور اگر مذکر کے لیے ہے تو یہاں کا یہیں) —

اسی طرح جیسے جیسے، کیسے کیسے وغیرہ بھی مستعمل ہیں —

(۲) مبالغے کے لیے جیسے، وہ مجھ سے دور دور رہتا ہے - وہ ہم سے الگ الگ پھرتا ہے —

۹ - حروف ربط بھی اسی طور پر محاورے میں بہ تکرار آتے ہیں اور ان سے معنوں میں ایک خفیف سا تغیر پیدا ہو جاتا ہے - جیسے اِدھر اُدھر وہ تھے اور بیچ بیچ میں ہم —

کبھی زیادہ زور دینے کے لیے اور عینِ وسط کے ظاہر کرنے کی خاطر پہلا بیچ جمع میں لاتے ہیں - یعنے بیچوں بیچ - جیسے صحن کے بیچوں بیچ یا تالاب کے بیچوں بیچ —

اسی طرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ - وہ آگے آگے جا رہے تھے - وہ اُن کے ساتھ ساتھ تھے —

نحو ترکیبی

جملوں کی ساخت کے باب میں

مفرد جملے

(جملے کے اجزا)

اُردو میں بھی دنیا کی اور زبانوں کی طرح جملے کے اصل عناصر دو ہیں - ایک مبتدا دوسرا خبر - ان میں مبتدا، وہ شخص یا شے ہے جس کا ذکر کیا جاتا ہے -

خبر، جو کچھ اس شخص یا شے کی نسبت ذکر کیا جاے -

اردو میں مبتدا مفصلۂ ذیل اجزاے کلام ہوسکتے ہیں -

(۱) اسم یا ضمیر فاعلی حالت میں -

(۲) دو یا دو سے زائد اسم یا ضمیریں فاعلی حالت میں -

(۳) صفت یا اعداد فاعلی حالت میں -

(۴) مصدر -

(۵) کوئی فقرہ یا جملہ -

مثالیں

(۱) احمد آیا - وہ گیا -

(۲) شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں - ہم تم مل کر جائیں گے -

(۳) دو وہاں ہیں چار یہاں - کوئی شریف ایسی بات نہ کہے گا -

(۴) رونا اچھا نہیں - لکھنا پڑھنے سے مشکل ہے —
(۵) دہلی پہنچنا آسان نہیں - اس سے معاملہ کرنا مشکل ہے -
کامل جملہ جو بطور مبتدا کے استعمال ہوتا ہے' اس کا ذکر مرکب جملے کے بیان میں آئے گا —

بعض اوقات اسم ظرفی حالت میں جو ' تک ' کے ساتھہ آتا ہے مبتدا ہوتا ہے - جیسے ' تنکا تک نہ رہا - گھر تک جل گیا -

بعض اوقات مبتدا محذوف ہوتا ہے —

(۱) جہاں قرینے سے آسانی کے ساتھہ مبتدا معلوم ہوسکتا ہے' مثلاً خطاب یا استفہام میں - جیسے' کیا وہ گیا ؟ ہاں گیا - بھائی جان ! یہ کیا صورت بنائی ہے —
(۲) جب کہ صورت فعل سے فاعل ظاہر ہو جیسے' سود ہوں ' مظلوم ہوں ' میرے حال پر رحم کرو - جاؤ اپنا کام کرو —
(۳) ضرب‌الامثال اور اسی قسم کے دوسرے جملوں میں اختصار کے خیال سے - جیسے ' ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا —

خبر' مفصلۂ ذیل اجزاے کلام ہوسکتے ہیں —

(۱) فعل - جیسے ' میں کہتا ہوں —
(۲) اسم یا ضمیر - فاعلی یا اضافی حالت وغیرہ میں - جیسے' اس کا نام احمد ہے - وہ ملکہ کا بیٹا ہے - وہ چھت پر ہے - یہ گھر کس کا ہے - یہ رعب و داب کسی میں نہیں —
(۳) صفت - جیسے ' وہ شخص بڑا جری اور دلیر ہے —
(۴) عدد - جیسے ' اس کا قد چھے فٹ ہے —
(۵) کوئی لفظ یا فقرہ جو بطور اسم استعمال کیا جاے - جیسے' میں شاہ ایران کا بھیجا ہوا ہوں —

بعض اوقات فعل جو بطور خبر کے آتا ہے' محذوف ہوتا ہے - جیسے ' وہ جہاں جہاں گیا لوگوں نے سر اور آنکھوں پر بٹھایا ' کسی نے مذہبی پیشوا سمجھکر اور کسی نے محب وطن مان کر - تیرے سر پر خاک -

فعل ناقص بھی، جسے بعض قواعد نویسوں نے ربط سے بھی تعبیر کیا ہے، کبھی کبھی محذوف ہوتا ہے —

(ا) مفرد بیان میں جہاں اس کا حذف آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے - جیسے: اُسے نہ کسی کے نفع سے غرض نہ ضرر سے کام - تیرے سر پر خاک - ایک کا نام احمد دوسرے کا نام محمود —

(ب) مقابلے میں بھی اکثر محذوف ہوتا ہے - جیسے: ایسی بنی سنوری جیسے دلہن —

(ج) منفی جملوں میں - جیسے اُسے خبر نہیں -

ف - ایسے جملوں میں فعل ناقص کا حذف صرف بظاہر ہے کیوں کہ 'نہیں' جیسے پہلے بیان ہوچکا ہے 'نہ' اور فعل ناقص کی قدیم صورت آھیں سے مرکب ہے -

(د) ضرب الامثال وغیرہ میں عموماً محذوف ہوتا ہے - جیسے غریب کی جورو سب کی بھابھی - چوری کا گڑ میٹھا -

(ہ) نظم میں بھی عموماً محذوف ہوتا ہے -

ہونا اگرچہ فعل ناقص ہے لیکن کبھی کبھی بطور فعل لازم یعنی فعل صحیح بھی آتا ہے - جیسے، خدا ہے - اس فعل کا تمام زبانوں میں یہی حال ہے، اور اس لیے اس کا ان دو صورتوں میں امتیاز کرنا ضرور ہے -

جیسا کہ اور زبانوں میں ہے اسی طرح اردو میں بھی مبتدا اور خبر کی توسیع مختلف الفاظ کے اضافے سے ہوتی ہے - یہ الفاظ ازروے قواعد ان کے متعلقات ہوتے ہیں - جس طرح ان کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح الفاظ کے اضافے سے بعض اوقات ان کے معنی محدود بھی ہو جاتے ہیں —

مبدا کی توسیع

ا - اسم سے یا ایسے اسم سے جو بطور بدل کے آتا ہے، ہوتی ہے - مثلاً

(ا) دہلی شہر بہت قدیم ہے - ڈاکٹر صدیقی پرنسپل

کلیۂ جامعۂ عثمانیہ تشریف لائے —

(ب) سب گھر والے کیا چھوٹے کیا بڑے اس سے محبت کرتے ہیں - یہاں ' کیا ' محاورے میں توضیح و توسیع کے لیے استعمال ہوا ہے -

(ج) میں' آپ کا ادنیٰ غلام' ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں - یہاں 'میں' کا بدل " آپ کا ادنیٰ غلام" ہے

۲ - مبتدا کی توسیع صفت سے بھی ہوتی ہے - اس صورت میں ہمیں صفت کی دونوں صورتیں (جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے) یعنی توصیفی اور خبری میں امتیاز کرنا ضرور ہے -

(ا) - توصیفی صورت میں صفت اسم کے قبل آتی ہے اور دونوں مل کر ایک خیال قائم کرتے ہیں - جیسے یہ خوبصورت تصویر ملکہ کی ہے -

(ب) - خبری صورت میں صفت اسم کے بعد آتی ہے اور اسم سے الگ خیال کی جاتی ہے ' گویا جملے کی خبر ہے - جیسے یہ مصیبت ٹل جاے تو میں بے کھٹکے کام کروں - وہ بہت ناتواں ہو گیا ہے -

۳ - مبتدا کی توسیع ایسی ضمیر سے بھی ہوتی ہے جو بطور صفت کے آتی ہے - جیسے ' یہ بچہ بڑا شریر ہے - جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی -

۴ - اعداد سے - جیسے ' دو سو آدمی آ کھڑے ہوئے - اتنے میں دونوں بھائی آ پہنچے -

۵ - اضافی حالت سے - جیسے ' اب میرے دل کا ارمان نکلا - مدرسے کے سارے لڑکے حاضر کیے گئے -

بعض اوقات مضاف الیہ محذوف بھی ہوتا ہے - جیسے' مجھے بڑی فکر تھی کہ اتنی تھوڑی تنخواہ میں تمھاری گزر کیسے ہوگی (یعنی اس کی بڑی فکر تھی) -

۶ - حالیہ سے - جیسے' ایک اجڑا گاؤں - اُڑتا ہوا پرندہ - مرا ہوا جانور -

بعض اوقات اس کا استعمال بھی بطور خبر کے ہوتا ہے -
جیسے ' سڑک پر ایک جانور سسکتا ہوا پڑا ہے -

خبر کی توسیع

۱ - اسم' ضمیر یا کسی لفظ یا فقرے سے جو بطور اسم کے استعمال ہو -
(ا) مفعول قریب سے ' جیسے تم میری بات سنو - اس نے کچھہ نہ کہا —

بعض اوقات فقرہ یا جملہ بھی مفعول ہوتا ہے' مثلاً حالیہ معطوفہ کے ساتھہ - جیسے وہ مال و اسباب لٹتا دیکھہ کر جان سلامت لے گیا - شہزادے کو قریب آتے دیکھہ کر استقبال کے لیے چلا (جس طرح مبتدا کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح مفعول کی بھی ہو سکتی ہے - مثلاً آپ میرے کپڑوں کو ہاتھہ نہ لگائیے - ان کو گھر میں اکیلا نہ چھوڑیے) -

(ب) مفعول بعید سے - جیسے' اس نے بیٹے کو پیغام کہلا بھیجا -
(ج) اسم یا ضمیر کی حالت سے ' جس سے خبر کی بلحاظ وقت ' مقام ' طریقہ وغیرہ توسیع ہوتی ہو - جیسے ' اس کے دل سے سب کدورت رفع ہوگئی - اس نے یہودی کو مسجد میں آنے دیا - وہ درخت کی پھننگ تک چڑھ گیا —

۲ - خبر کی توسیع صفت سے بھی ہو سکتی ہے - جیسے ' اس صراحی کا پانی ٹھنڈا کیجیے - میرے کپڑے صاف کرو -
جب خبر اسم ہوتی ہے تو اعداد سے توسیع ہو سکتی ہے جیسے ' احمد نے چار آم کھائے - یہ مکان ۱۶ فٹ اونچا ہے -

۳ - حالیۂ معطوف سے -
جیسے اس نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا -

۴ - حالیہ سے —
جیسے ' اسے شہر میں رہتے ہوئے کئی سال گزرے - حامد اسے ساتھہ لیے ہوئے پہنچا - وہ کھیلتا کودتا گھر پہنچ گیا -

۵- حروف ربط سے مع اس کے اسم کے -
جیسے ' سب کے سب اس کے پاس حاضر ہوئے -
۶- تمیز فعل سے —
جیسے وہ بہت ناراض ہوا - وہ سہج سہج چلتا ہے - میں نے جلدی جلدی لکھہ دیا -

مطابقت

مطابقت تین قسم کی ہے -
۱. صفت کی (جو توصیفی ہو) اپنے اسم سے -
۲- صفت کی (جو جزو خبر ہو) اسم سے -
۳- جملے کی خبر کی (خواہ فعل ہو یا صفت) مبتدا سے -
ا - صفت (توصیفی) کی مطابقت موصوف سے پہلے بیان ہو چکی ہے - سوائے ان صفات کے جن کے آخر میں ا ہوتا ہے اور جن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے (مونث میں صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے) باقی تمام صفات ہر حالت میں ویسی ہی رہتی ہیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی اور صفت موصوف کے مطابق ہوتی ہے- اسی طرح حرف اضافت کی تذکیر و تانیث و وحدت و جمع عموماً مضاف کے مطابق ہوتی ہے —

لیکن جب ایک صفت کئی مختلف الجنس اسما کی تعریف کرے یا ان کے ساتھہ آئے تو مطابقت میں اختلاف ہوتا ہے —

(ا) صفت یا مضاف جنس میں قریب کے اسم سے مطابق ہوتا ہے - جیسے ' اس کی بہو اور بیٹے - تمہارا نام اور ننگ و ناموس - مجھے اس کی چھچھوری باتوں اور کاموں سے کچھہ غرض نہیں —

(۲) یا بعض اوقات اگرچہ قریب تر کا اسم مونث ہوتا

ہے مگر چونکہ مذکر کی شان بڑی سمجھی جاتی ہے ' اس
لیے مطابقت مذکر سے ہوتی ہے - جیسے ' اس کے بی بی بچے
آگئے - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں " بی بی بچے " ملکر ایک
کلمے کا کام دیتے ہیں —

۲ - لیکن صفت جب اسم کے ساتھ بطور خبر کے آئے ' بشرطیکہ
اسم کے ساتھ علامت مفعول موجود ہو ' تو اسم بلالحاظ
جنس و تعداد واحد استعمال ہوگا - جیسے ' میں نے ان
لوگوں کو بہت کالا پایا - اگر ' کو ' نہ ہوتا تو صفت جمع
میں آتی - جیسے ' میں نے یہاں کے آم میٹھے دیکھے - یہاں
کے لوگ کالے پائے - میں نے یہاں کی عورتیں کالی پائیں -
میں نے یہاں کی عورتوں کو کالا پایا -

صفت جو تمیز کے طور پر ہوتی ہے اس کا اثر فعل کی
تذکیر و تانیث پر نہیں ہوتا - جیسے ' تم نے اچھا کیا - تم نے
خوب کیا - یہاں خوب ' اور اچھا کی تذکیر و تانیث سے کچھہ
بحث نہیں ہے —

تم نے مجھہ نکمی کو کیوں دکھہ دے رکھا ہے -

لیکن یہاں نکمی مجھہ کا بدل ہے اور بدل جملے کی ترکیب
سے متاثر نہیں ہو سکتا - اور یہی وجہ ہے کہ جملے کی باقی حالت
میں فرق نہیں آیا اور فعل حسب معمول واحد مذکر ہے - لیکن
خبر کی حالت دوسری ہے جو بیان ہو چکی ہے -

حالیہ کی مطابقت کے متعلق اس سے پہلے حالیہ کے بیان
میں ذکر ہو چکا ہے —

۳ - خبریہ فعل یا اسم جہاں جہاں ممکن ہو جنس و تعداد
میں مبتدا کے مطابق ہونا چاہیے - جیسے ' سب دولت
ڈھونڈھتے ہیں - لکھنے پڑھنے کا سامان نہیں ہے - علم اور
نیک چلنی یہ دونوں انسان کا درجہ بڑھا دیتے ہیں -

اُن متعدی افعال کو جن کے افعال ماضی کے ساتھ 'نے'

آتا ہے دوسری حالت ہے - اس کا ذکر پہلے مفصل ہو چکا ہے —

جب کسی فعل کا مبتدا جملہ یا جزو جملہ ہوتا ہے تو خبر ہمیشہ واحد ہوتی ہے جیسے سانچ کو آنچ نہیں' بالکل صحیح ہے - اسے دیکھ کر میری زبان سے بے اختیار کل طویل احمق نکل جاتا ہے —

جب مبتدا تعظیمی ضمیر' تعظیمی جمع یا تعظیمی لفظ ہو' اگرچہ مقصود اس سے فرد واحد ہے' تو خبر نیز تمام توصیفی تکملے جمع ہی ہوں گے - جیسے آپ کب تک قیام فرمائیں گے - یہی مولوی صاحب ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا - ہمارے پیر و مرشد یہاں نہیں ہیں-

جب فاعل ضمیر ہو اور مذکر و مؤنث دونوں کی طرف راجع ہو' تو خبر مذکر ہوگی - جیسے' زینب نے اپنے شوہر سے کہا اب ہم یہاں نہیں ٹھیر سکتے - اس نے میاں بیوی سے صاف کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ -

جب مبتدا دو سے زائد اسما یا ضمائر مختلف الجنس پر مشتمل ہو تو خبر عموماً سب سے قریب کے اسم سے مطابق ہوگی- جیسے' آدمی کے دو کان' دو آنکھیں اور ایک منہ ہے -

اگر سب کے سب واحد اور ایک جنس کے ہیں تو خبر ان لفظوں کی جنس کی تابع ہوگی - جیسے' اس سے کم ہمتی اور بزدلی پیدا ہوتی ہے - ایسی باتوں سے رعب اور وقار جاتا رہتا ہے -

لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ جمع ہیں تو خبر جمع ہوگی (ایسی حالت میں جمع خبر کے متصل ہونی چاہیے) جیسے' اس کے ہوش و حواس جاتے رہے - میز اور کرسیاں گر پڑیں -

(۵) لیکن جب دو اسم ہوں اور آخر میں لفظ دونوں یا دونوں

کے دونوں آئیں تو فعل جمع آئے گا۔ جیسے، ماں اور
بچہ دونوں مرگئے یا دونوں کے دونوں مرگئے ۔

مگر جب دو یا دو سے زائد اسما فاعل یا مبتدا ہوں اور آخر میں 'سب' آے تو فعل جنس و تعداد میں آخر اسم کے مطابق ہوگا ۔ جیسے' اس کا مال و اسباب' جاگیر' مکانات سب بک گئے۔ اس کا مال و اسباب گھر بار سب بک گیا ۔

مگر جب 'سب' کا تکرار حرف اضافت کے ساتھ ہو تو سب کا سب واحد' سب کے سب جمع مذکر اور سب کی سب مونث واحد و جمع کے لیے ہوگا ۔

لیکن جب 'سب کچھہ' آخر میں آے تو فعل ہر حالت میں واحد ہوگا ۔ جیسے' مال و اسباب' جاگیر' مکانات سب کچھہ بک گیا ۔

آخر میں جب کوئی یا کچھہ ہو تو بھی فعل واحد مذکر ہوگا۔ جیسے' باپ بیٹا جورو بھائی بہن کوئی ساتھہ نہ جائے گا ۔ مال و اسباب باغ و جاگیر کچھہ نہ رہا ۔

(۶) عام طور پرفعل جنس و تعداد میں مبتدا کےمطابق ہوتا ہے۔
جیسے' یہ آلات اور کتابیں میری ساری پونجی ہیں ۔

(۷) جب مبتدا دو یا زائد ایسی ضمیروں پر مشتمل ہو جن
کی نوعیت الگ الگ ہو' یعنی کوئی متکلم ہو کوئی
مخاطب اور کوئی غائب تو خبر جمع ہوگی ۔

جیسے' ہم تم وہاں گئے تھے ۔ وہ اور میں راستہ بھول گئے ۔
میں اور تم وہاں مل کر چلیں گے ۔ میں اور وہ
ساتھہ آے ۔

(ایسی صورت میں جہاں تک ممکن ہو ضمیر جمع آخر
میں لانی چاہیے)۔

(۸) جب مبتدا اسم جمع ہو تو خبر واحد ہوگی ۔ فوج
جا رہی ہے ۔ وغیرہ ۔

(۹) کتابوں، اخباروں اور رسالوں کے نام گو جمع ہوں مگر وہ مثل واحد کے استعمال ہوتے ہیں - جیسے، تعزیرات ہند چھپ گئی - (کتاب چونکہ مونث ہے اس لیے فعل مؤنث آیا) - میں نے قصص ہند ختم کردی۔

(۱۰) افعال ناقص میں جب مبتدا اور خبر دونوں اسم ہوں تو فعل مبتدا کے مطابق ہونا چاہیے - اگرچہ بعض اساتذہ نے اس کے خلاف بھی کیا ہے لیکن وہ قابل تقلید نہیں - جیسے :-

"ظلمت عصیاں سے میرے بن گیا شب روز حشر"

یہاں روز حشر بن گئی کہنا صحیح نہ ہوگا - اگرچہ اسی استاد نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔

"تیغ خمیدہ یار کی لو ہے کا پل ہوا"

مگر اس کی تقلید درست نہیں ہے - قاعدہ یہی ہے کہ فعل مبتدا کے مطابق ہوگا -

(۱۱) بعض اوقات دو واحد اسم ہم جنس یا مختلف الجنس بلا حرف عطف مل کر جمع کی حالت پیدا کرتے ہیں، تو ایسی حالت میں فعل جمع مذکر آئے گا - جیسے :

میاں بیوی ہنسی خوشی بسر کرتے ہیں - اب تو دن رات چین سے گزر رہے ہیں - گھوڑا گھوڑی کلیلیں کر رہے ہیں - باپ بیٹا جا رہے ہیں -

(۱۲) بعض صورتوں میں جب دو لفظ بلا حرف عطف مل کر آتے ہیں اور ایک کلمہ کا حکم رکھتے ہیں تو فعل واحد آتا ہے اور عموماً تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ سے قرار دی جاتی ہے - جیسے :-

گھوڑا گاڑی بک گئی - قلم دوات رکھی ہے - دوات قلم رکھا ہے - لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی آتا ہے، جیسے، تمہارے کھانے میں نمک مرچ زیادہ ہوتا ہے -

فارسی میں ایسے لفظوں کے درمیان حرف عطف 'و' آتا ہے - جیسے کھانے میں آب و نمک ٹھیک ہے -
لیکن نشو و نما اور آب و گل مذکر اور مونث دونوں طرح مستعمل ہیں - جیسے -

خاکساری نے آسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدم خاکی کا جس دم آب و گل پیدا ہوا

"شرافت تھی جو آب و گل میں اس کی"

"چشم پر آب سے ہے نشو و نما ساون کی' (وزیر)

"خط کو روے یار پر نشو و نما ہوتا نہیں" (ناسخ)

لیل و نہار (زمانے کے معنوں میں) واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے -
اگر یہی لیل و نہار ہے - یا اگر یہی لیل و نہار ہیں - مگر واحد کو ترجیح ہے -
دن رات ' روز و شب جمع استعمال ہوتے ہیں -
(۱۳) ایک صورت خاص رشتہ داروں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رشتے کے دو اسم بلا حرف عطف آتے ہیں ' ہوتے دونوں واحد ہیں ' مگر چونکہ دو کے ملنے سے جمع کی صورت پیدا ہوتی ہے دوسرا لفظ باوجود واحد ہونے کے جمع کی صورت میں آتا ہے اور فعل کو بھی اس کی مطابقت لازم ہوتی ہے - گویا یہ دونوں مل کر ایک لفظ ہیں جس کی جمع بنائی گئی ہے - جیسے ' ماموں بھانجے لڑ پڑے - چچا بھتیجے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں - یہ باپ بیٹے ذرا سی بات پر اڑ بیٹھتے ہیں - مدت ہوئی باپ بیٹوں کا انتقال ہوگیا -
جب آخر میں دونوں کا لفظ آتا ہے تو واحد یا جمع دونوں

صورتیں جائز ہیں۔ جیسے ' مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں مرگئے یا باپ بیٹے دونوں مرگئے ۔

ایک دقت یہ ہے کہ جمع کی حالت میں بھی یوں ہی بولتے ہیں اور اس لیے واحد اور جمع میں تمیز کرنا دشوار ہوتا ہے ۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ " چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں " تو اگر ایک بھتیجا ہے تو بھی یونہی کہیں گے اور ایک سے زیادہ ہیں تو بھی یوں ہی ۔ مگر عام طور پر واحد ہی مقصود ہوتا ہے ۔

ہماری رائے میں جب مراد جمع ہو تو حرف عطف ' اور ' لانا چاہیے ۔ مثلاً جب کہیں " چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے تھے " تو اس سے مراد واحد ہو ۔ لیکن جب تخصیص کے ساتھ بھتیجوں کا جتانا مقصود ہو تو یوں کہنا چاہیے کہ " چچا اور بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں " اس میں کسی قدر تکلف تو ہے مگر ضرورت پوری ہو سکتی ہے ۔

(۱۴) جب خبر مصدر ہو تو اگر مبتدا مونث ہے تو مصدر کا الف یائے معروف سے بدل جاتا ہے اور اگر مبتدا مذکر ہے تو الف قائم رہتا ہے ۔ متاخرین لکھنؤ ہر حالت میں مصدر کو اصلی ہی صورت میں رکھتے ہیں ۔ اگرچہ اساتذۂ لکھنؤ اس کے پابند نہیں ۔ جیسے '

جانا یہ زلف کف میں لیلی
ہے سانپ کے منہ میں انگلی دینی (نسیم لکھنوی)

سرشک دیدہ ہائے تر سے دھو ڈالوں گا عصیاں کو
انہیں چشموں سے اے دل آبرو محشر میں پانی ہے (امانت)

خواب میں وہ آنے کا کیوں نہ اب کرے وعدہ
یعنی کب جدائی میں مجکو نیند آنی ہے (ناسخ)

اب تو میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے
مر چکی ہونی جو تھی جور و جفا دو چار دن (صبا)

---

(۵۱) بعض عربی اسما ہندی مصادر کے ساتھ اس طرح مل کر آتے ہیں کہ وہ بالکل ان کا جز ہو جاتے ہیں لہذا ان اسما کو فعل کی تذکیر و تانیث میں مطلق دخل نہیں ہوتا، فعل مبتدا کے مطابق ہوگا اور اگر خبر (یا مفعول) موجود ہے تو خبر (یا مفعول) کے مطابق ہوگا - جیسے، یہ قرار پایا، یہ بات قرار پائی، یہ امر قرار پایا -

میں نے یہ امر تجویز کیا، میں نے یہ بات تجویز کی، میں نے یہ عرض کیا، میں نے یہ بات عرض کی، یہ امر طے پایا، یہ بات طے پائی، یہ طے پایا -

ان مثالوں میں تجویز، قرار، طے، عرض کو فعل کی تذکیر و تانیث میں کوئی دخل نہیں -

اسی طرح یاد کرنا ایسا مصدر ہے جو قریباً اردو کا سا ہو گیا ہے اور اس کا استعمال بھی ہندی مصادر کی طرح ہوتا ہے - میں نے اسے یاد کیا، ہم نے ان کو یاد کیا، میں نے سبق یاد کیا، اس نے کہانی یاد کی - یہاں یاد کا فعل کی تذکیرو تانیث پر کچھہ اثر نہیں -

لیکن تدبیر کرنا، تاثیر کرنا، تاخیر کرنا، فریاد کرنا، صبر کرنا، تحصیل کرنا، شور مچانا، ہدایت کرنا، سزا دینا وغیرہ مصادر میں جزو اول الگ لفظ ہے اور اسی لحاظ سے فعل کی تذکیر و تانیث آتی ہے، کیونکہ یہ لفظ یہاں خود مفعول واقع ہوے ہیں -

(۱۶) جس طرح افعال ناقصہ میں فعل مبتدا کے مطابق ہوتا ہے، اسی طرح افعال قلوب میں بھی فعل مبتدا کے مطابق ہوتا ہے - اس کے مفعول یا خبر کو فعل کی تذکیر و تانیث میں

کچھہ دخل نہیں - جیسے، میں اس عورت کو ہیجڑا سمجھا - میں نے اسے بیوقوف خیال کیا - کیونکہ اِن افعال کے مفعول کے ساتھہ ہمیشہ کو آتا ہے یا مفعولی ضمیر آتی ہے ' اس لیے مبتدا کا فعل پر کچھہ اثر نہیں ہوتا -

(۱۷) کبھی مبتدا مذکور نہیں ہوتا ' قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے ' لہذا خبر اس لحاظ سے تعداد و جنس میں محذوف مبتدا کے مطابق ہوتی ہے - جیسے ' اب تو آرام سے گزرتی ہے - (یعنی زندگی) - کب آے ؟ (یعنی آپ یا وہ) —

ال کتاب د نریرو

مرکب جملے

جب دو یا دو سے زیادہ جملے مل کر کسی ایک مفہوم یا خیال کو ادا کریں تو وہ مرکب جملہ کہلائے گا ــــ

اگر یہ جملے نحوی لحاظ سے جداگانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں تو ایسے جملوں کو " ہم رتبہ " جملے کہیں گے ــــ

اگر کوئی جملہ دوسرے جملے کے مقابلے میں برابر کی حیثیت نہیں رکھتا ہے بلکہ دوسرے کے تحت میں ہے، تو ایسے جملے کو " تابع " کہیں گے ــــ

۱ - ہم رتبہ جملے

ہم رتبہ جملے حروف عطف کے ذریعے سے باہم ملے ہوتے ہیں - اُردو میں مثل دوسری زبانوں کے اِن کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں ــــ

وصلی، تردیدی، استدراکی اور سببی

۱ - وصلی جملے - دو ہم رتبہ جملوں کو باہم وصل کرنے کے لیے حروف عطف جمع " اور " آتا ہے - ان میں سے ہر جملہ برابر کی حیثیت کا اور ایک دوسرے سے آزاد ہوتا ہے - جیسے، میں آیا اور وہ چلا گیا - سورج صبح کو نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا ہے ــــ

بعض اوقات " پھر " بھی یہ کام دیتا ہے - جیسے، پہلے تو وہ اسباب جمع کرتا رہا، پھر چل دیا ــــ

۲ - تردیدی جملے - یہ وصلی جملوں کی ضد ہیں، یعنی

یہاں حروف عطف تردید دو جملوں کو معناً جدا کرتا ہے۔
اس کے لیے عموماً حرف "یا" استعمال ہوتا ہے۔ اُسے گھر بھیج دو یا باہر نکال دو —

کبھی "کہ" اِن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے، تم نے کچھ دیا کہ نہیں۔ وہ گیا کہ نہیں —

کبھی "نہیں تو" اور "ورنہ" بھی حروف تردید کا کام دیتے ہیں۔ جیسے، حاکم کو ہمدرد ہونا چاہیے، ورنہ رعایا تباہ ہو جائے گی۔ اُسے جلدی چھوڑ دو، نہیں تو بہت مشکل پڑے گی —

بعض اوقات خواہ ... خواہ اور چاہے ...... چاہے بھی تردید کے لیے آتے ہیں۔ جیسے، چاہے رہے چاہے جائے۔ خواہ خود آ جائیں، خواہ مجھے بلا لیں —

نہ .... نہ بھی تردید کے لیے آتے ہیں۔ جیسے، نہ خود گیا نہ مجھے جانے دیا —

اس قسم کے جملوں میں عموماً پہلا "نہ" محذوف ہوتا ہے۔ جیسے، خود گیا نہ مجھے جانے دیا۔ وہاں آقا تھا نہ نوکر —

۳۔ استدراکی جملے۔ ہم رتبہ استدراکی جملوں میں دو بیانات کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ جملے تین قسم کے ہوتے ہیں،

(۱) دوسرا بیان پہلے بیان کے مخالف یا اس سے خارج ہو۔
(۲) دوسرا بیان پہلے بیان کو صرف مقید یا محدود کرتا ہو —
(۳) یا پہلے بیان کی توسیع یا ترقی ہو۔

ان کے لیے عموماً حروف، لیکن، مگر، پر، سو، بلکہ، استعمال ہوتے ہیں۔ مثالیں اُسی ترتیب سے دی گئی ہیں، جس ترتیب سے تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہے، مگر تم چاہو کہ روپیہ ہاتھ آے تو اس سے ہاتھ دھو رکھو -

(۲) وہ وعدے تو بہت کرتا ہے، لیکن یاد نہیں رکھتا -

وہ ساتھی تو ہے پر مصیبت کا ساتھی نہیں - دوست ہے مگر وقت پر کام نہیں آتا -

(۳) خوشامد سے ایک دنیا ہی نہیں ملتی، بلکہ خدا بھی اس سے ملتا ہے - یہ ایک کیا بلکہ ایسے سو ہوں تو مار ہٹاؤں -

اس نے صرف طوطا چشمی ہی نہیں کی بلکہ طرح طرح کی تکلیفیں بھی پہنچائیں -

ان مثالوں سے مگر، لیکن (پر) اور بلکہ کے استعمال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور قابل لحاظ ہے، کیونکہ ان کے استعمال میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے -

نظم میں پر * کی بجاے پہ بھی استعمال ہوتا ہے - کبھی سو بھی ان معنوں میں آتا ہے مگر بہت کم - جیسے،

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں، سو وہ بھی نہ ہوا

بعض اوقات 'اور' بھی محاورے میں مگر کے معنی دے جاتا ہے - جیسے، ایسا فاضل اور نکما اتنا بڑا باکمال اور اس قدر تنگ دل -

بعض اوقات مگر اور لیکن، گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں - جیسے، اگرچہ وہ بہت بڑا دولت مند ہے، لیکن دل کا چھوٹا ہے -

۴ - سببی جملے - ان جملوں کے ایک جز میں دوسرے جز کے سبب، وجہ، یا نتیجے کا ذکر ہوتا ہے - جو جملہ کہ علت یا سبب کو ظاہر کرتا ہے وہ عموماً کیونکہ، اس لیے کہ، اس

---

* پر سنسکرت کے پران سے بنا ہے اور پہ پر کا مخفف ہے - اہل لکھنؤ بالفتح بولتے اور لکھتے ہیں - لیکن صحیح زیر سے ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ برج بھاشا میں بالکسر ہی آتا ہے —

واسطے کہ سے شروع ہوتا ہے - جیسے، میں ان کا ساتھہ دوں گا
کیوں کہ (اس لیے کہ یا اس واسطے کہ) مصیبت کے وقت
انھوں نے میرا ساتھہ دیا تھا -

جو جملہ نتیجے یا اثر کو ظاہر کرتا ہے اس کے شروع میں اس لیے، پس یا عربی کا لہذا آتا ہے - جیسے، اس نے میرا کہنا نہ مانا اس لیے (لہذا) میں اس سے قطع تعلق کرتا ہوں -

ایسے مرکب جملے میں جز اول کے ساتھہ عموماً چونکہ استعمال ہوتا ہے - جیسے، چونکہ وہ بہت شریر اور نا اہل ہے اس لیے میں اسے منہ نہیں لگاتا -

کبھی پس بھی ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے - جیسے، چونکہ اس نے بلا اجازت ایسا کام کیا ہے پس (یا لہذا) اسے سزا بھگتنی چاہیے -

تابع جملے

تابع جملوں کی تین قسمیں ہیں -

۱ - اسمی،
۲ - وصفی،
۳ - تمیزی،

اصل جملے کو خاص اور اس کے ماتحت جملے کو تابع جملہ کہیں گے -

۱- اسمی جملہ - اسمی جملے سے ہماری مراد ایسا جملہ ہے جو بجائے خود ایک اسم کا کام دے اور جملے کی ترکیب میں بجائے ایک اسم کے ہو- جیسے، میرا ایمان ہے کہ خدا ایک ہے - یہاں ''خدا ایک ہے'' بجائے ایک اسم کے ہے- یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ توحید میرا ایمان ہے -

اسمی جملہ دو قسم کا ہوتا ہے - ایک وہ جو اصل جملے کے فعل سے مبتدا کا تعلق رکھتا ہو یا جو مبتدا کا بدل ہو - دوسرا وہ جو اصل جملے کے فعل کو یا خبر کے کسی تابع کو محدود کرے یا اس

پر اثر ڈالے —

تمام اسمی جملوں کی ابتدا حرف "کہ" سے ہوتی ہے - جیسے اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں - کون نہیں جانتا کہ میرا نام احمد ہے - وہاں وہ چہل پہل تھی کہ بیان سے باہر ہے - (یہاں تابع جملہ خاص جملے کے مبتدا سے متعلق ہے) - یہ صاف ظاہر کہ وہ اس کا کام نہیں ہے (یہاں تابع جملہ مبتدا 'یہ' کا بدل ہے)۔

جب خاص جملے میں الفاظ مناسب ہے' لازم ہے' چاہیے وغیرہ آئیں اور فرض و واجبیت وغیرہ ظاہر کریں تو تابع جملے میں مضارع آئے گا - جیسے' مناسب ہے کہ آپ خود چلے جائیں - لازم تو یہ ہے کہ خود آکر معافی مانگیے - ان کو چاہیے کہ ابھی بھیج دیں وغیرہ —

اسمی جملہ جس کا تعلق خبر سے ہوتا ہے وہ جملے کے فعل کا مفعول واقع ہوتا ہے - جیسے' اس نے کہا تم گھبراؤ نہیں - وہ گلی گلی کہتا پھرتا تھا آگ لگی رے آگ لگی - تم دیکھ کر آؤ کہ سامنے کون چلا آرہا ہے -

کبھی کبھی اور خاص کر چھوٹے چھوٹے فقروں اور مقولوں کے قبل 'کہ' محذوف ہو جاتا ہے - میں نے کہا جاؤ اب نہ آنا - اس نے کہا دوست یہاں آؤ -

کبھی تابع جملہ خاص جملے سے قبل بھی آجاتا ہے - جیسے' "چلو مدینے' چلو مدینے" ہر طرف سے یہی صدا آرہی تھی -

کبھی 'جو' بھی 'کہ' کی جگہ استعمال ہوتا ہے - جیسے' اپنے باوا سے کیوں نہیں کہتے جو تمھیں بھجوادیں —

کبھی 'کہ' خاص جملے کے فعل کی وجہ یا مقصد کے اظہار کے لیے آتا ہے - جیسے' میں تمھیں اس لیے پہلے بھیجتا ہوں کہ تم ان سے مل سکو - ایسے موقع پر 'کہ' تاکہ کے معنوں میں آتا ہے - اظہار مقصد کے لیے اس لیے اور کیوں کے ساتھ آتا ہے - جیسے' وہ اس لڑکے سے محبت کرتا ہے اس لیے کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے -

وہاں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں کیوں کہ وہ میرا جانی دشمن ہے -

بعض اوقات منفی فقرہ ' ایسا نہ ہو' کے ساتھہ اظہار غرض کے لیئے آتا ہے - جیسے' ان سے زیادہ باتیں نہ کرو' ایسا نہ ہو کہ وہ خفا ہو جائیں -

جب اسمی جملہ کسی نتیجے کو ظاہر کرتا ہے تو

(۱) توقع' تمنا یا دعا کے اظہار کے موقع پر فعل مضارع آتا ہے -
جیسے' ایسی تقریر کرو کہ ہزاروں کا چندہ ہوجاے - خدا کرے کہ وہ کامیاب ہوجاے - میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آے -

(۲) نا ممکن یا محال کا اظہار ہوتا ہے تو زمانۂ حال کے لیے مضارع اور زمانۂ گزشتہ کے لیے ماضی شرطیہ (یا تمنائی) آتی ہے -

جیسے' اس کی کیا طاقت ہے جو یہاں ایسا کرے - اس کی کیا طاقت تھی جو ایسا کرتا —

۲ - وصفی جملے - وصفی جملہ وہ ہے جو صفت کا کام دے اور خاص جملے کے کسی لفظ یا فقرے کی تعریف کرے - جیسے'
اس نے انہیں لڑکوں کے نام پکارے جو کتاب میں درج تھے'
یہاں جو کے بعد کا جملہ "کتاب میں درج تھے" نام کی تعریف کرتا ہے —

تمام وصفی جملے موصولہ یا اشاری ضمیروں کے ساتھہ آتے ہیں-
جیسے' وہ کام جو آپ سے نہ ہوسکا میں کیسے کرسکتا ہوں -

جب تاکید یا زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس اسم کو جس کی تعریف جملہ وصفیہ کرتا ہے بہ تکرار استعمال کیا جاتا ہے -
جیسے' جو کام آپ نہیں کرنا چاہتے تھے آخر وہی کام آپ کو کرنا پڑا -

وصفی جملوں کے ساتھہ عموماً ضمیر موصولہ یا اشارہ آتی ہے اور اس کے جواب میں دوسرے جملے میں دوسری ضمیر آتی ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے - لیکن بعض اوقات خاص

کر نظم میں دوسری ضمیر محذوف ہو جاتی ہے - جیسے ؛ جو مجھ پر گزرتی ہے ' تم کیا جانو -

بعض اوقات وصفی خاص جملوں میں اسم مذکور نہیں ہوتا ' جب کہ کسی خاص شخص سے مراد نہ ہو یا اشارہ ایسی جانب ہو جو معروف ہے جیسے ' دل اُسی سے ملتا ہے جو اس کے قابل ہوتا ہے - اس مصیبت سے وہی نجات دے گا جو سب کا نگہ بان ہے —

بعض اوقات ضمیر موصولہ محذوف ہوتی ہے - جیسے ' ترا سو مرا - ہو سو ہو - تم کروگے سو اچھا ہی کروگے —

کبی مرجع اور ضمیر موصولہ دونوں محذوف ہوتے ہیں - جیسے ' خوب سانپ مارا —

ایسا عموماً بول چال کے فقروں اور نظم میں ہوتا ہے —

بعض اوقات اس حالت میں جہاں تعلق صاف ظاہر ہے دونوں ضمیریں محذوف ہو جاتی ہیں - جیسے اچھا کیا نفس مارا -

جب اظہار واقعہ صاف طور پر ہوتا ہے تو افعال مطلق آتے ہیں جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے - مگر دوسری حالتوں میں مضارع یا افعال احتمالی وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے —

(۱) مثلاً جب وصفی جملہ کسی فعل کے مقصد ' غرض یا نتیجے کو ظاہر کرے - جیسے ' یہ درخت اتنا مضبوط نہیں ہے جو وہ آسانی سے اس پر چڑھ جائے - یہ شریف نہیں ہے جو میں اسے منہ لگاؤں —

(۲) جہاں تعداد ' کیفیت و کمیت کی تعیین نہ ہو اور خاص افراد مقصود نہ ہوں - جیسے وہ کتابیں جن میں اس مضمون کی پوری تشریح ہو - ایسا پانی جس میں نام کو غلاظت

نہ ہو - ایسی تدبیر کرو جو سب کو مار رکھے - ایسا واعظ بلاؤ جو سب کو تڑپا دے -

کبھی تابع جملے میں بھی اسی قدر ضمیریں ہوتی ہیں جتنی خاص جملے میں - جیسے ' جو جسے پسند آئے وہ ویسا ہی کرے -

کبھی " جہاں " بجائے اسم یا ضمیر کے استعمال ہوتا ہے - جیسے ' مبارک ہے وہ شہر جہاں سے تم آئے -

کبھی ' کہ ' بجائے ' جو ' کے وصفی جملے کے ساتھہ آتا ہے - جیسے ' ایسی چیز تو میرے پاس ایک بھی نہیں کہ آپ پسند فرمائیں - یہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ میں اس پر اعتماد کرسکوں-

(۳) تمیزی جملے- تمیزی جملہ درحقیقت تمیز کی طولانی صورت ہے - یہ خاص جملے کی خبر کی بلحاظ وقت و مقام یا علت کے تعریف کرتا ہے یا کسی دوسری تمیز کی -

وقت کے لیے جو تمیزی جملے آتے ہیں ان کی ابتدا میں جو یا جب آتے ہیں اور ان کے جواب میں تو (یا کبھی تب)

جیسے جب میں ہی نہ رہا تو مجھے اس سے کیا - جب تک میں ہوں تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا -

کبھی وقت کے تمیزی الفاظ کے ساتھہ بعض اوقات ' سے ' اور ' تک ' مل کر بھی آتے ہیں - جیسے ' جب تک - کب سے وغیرہ —

بعض دوسرے اسم مثلاً وقت ' دم ' دن وغیرہ جو وقت کو ظاہر کرتے ہیں ' ان ضمائر موصولہ کے ساتھہ جملے میں آتے ہیں ور ان کا جواب خاص جملے میں ہوتا ہے - جیسے ' جس وقت وہ پہنچا اس وقت میں سو رہا تھا -

کبھی کبھی ایسا تمیزی جملہ " کہ " سے شروع ہوتا ہے - جیسے وہ بہت اداس بیٹھا تھا کہ یہ خوش خبری پہنچی - کبھی ' جو ' ان معنوں میں آتا ہے - جیسے' سب سوچ میں بیٹھے

تھے جو اس نے یہ کہا ۔
(یہاں جو کے معنے ' کہ اتنے میں ' کے ھیں)

بعض اوقات تمیز زمانی محذوف ھوتی ھے ۔ جیسے ' سب نے چھیڑنا چلانا شروع کیا تو وہ بھاگ گیا ۔

تمیزی جملہ مکانی ' جہاں اور جدھر کے ساتھہ آتا ھے ۔ جیسے ' جہاں وہ جاتا ھے وھیں تم جاتے ھو ۔ جدھر دیکھتا ھوں ادھر تو ھی تو ھے ۔

کبھی جوابی ' وھاں ' یا ' ادھر ' محذوف بھی ھوتے ھیں جیسے ' جہاں سینگ سمائیں چل دو ۔

تمیزی جملہ طوری وہ ھے جو طور وطریقہ کو ظاھر کرے ۔ اس کے ساتھہ جونھیں یا جیسے آتا ھے ۔ مثلاً ' جونھیں وہ دروازے سے نکلا تھا کہ میں پہنچا ۔ پہلے جونھیں کے جواب میں ووھیں استعمال ھوتا تھا مگر آج کل متروک ھے ۔ اگر ایسی ھی ضرورت ھوتی ھے تو ' کہ ' یا ' جو ' لے آتے ھیں ۔ اور جیسے کے جواب میں ویسے ۔ مثلاً ' جیسے آپ مجھہ پر مہربانی فرماتے ھیں ویسے اس پر بھی نظر کرم رکھیے گا ۔

اکثر ویسے محذوف ھوتا ھے مثلاً جیسے آپ کہیں ' میں کرنے کو تیار ھوں ۔ جیسے بنے انھیں ساتھہ لیتے آؤ ۔

بعض اوقات جوں جوں اور جیسے جیسے بھی استعمال ھوتے ھیں اور ان کے جواب میں ووں ووں توشاذ ونادر اور ویسے ویسے بہت کم آتے ھیں ۔ جیسے

" مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی "

جیسے جیسے وہ خط پڑھتا جاتاتھا اس کا رنگ متغیر ھوتا جاتا تھا ۔

جوں جوں اور جیسے جیسے والے تمیزی جملوں میں جبکہ گزشتہ زمانہ ھو ھمیشہ افعال ماضی ناتمام کی کوئی نہ کوئی صورت استعمال ھوتی ھے ۔ مثلاً جوں جوں میں اسے سمجھاتا تھا وہ اور بگڑتا تھا ۔ جیسے جیسے وہ قریب آتا گیا میں دور ھوتا

گیا وغیرہ وغیرہ ——

جب ' جیسے اور ایسے محض تشبیہاً استعمال ہوتے ہیں اور تشبیہ خیالی اور فرضی ہو تو فعل مضارع استعمال ہوگا - جیسے یہ حرف تو ایسا لکھا ہے' جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہو - وہ اس طرح دفعتاً اس پر آ گرا جیسے آسمان سے بجلی گرے ——

لیکن تشبیہ حقیقی ہو تو فعل خبر یہ آتا ہے- جیسے ' یکایک اس طرح پتھر برسنے لگے ' جیسے ساون میں مینہ برستا ہے - (یہ استعمال زیادہ تر بولنے یا لکھنے والے کی مرضی یا طرز بیان پر منحصر ہوتا ہے) -

تمیزی جملۂ سببی ' خاص جملے کی علت یا وجہ کو ظاہر کرتا ہے - اس کی ابتدا عموماً ' جو ' سے ہوتی ہے ' جس کے معنی چونکہ ہوتے ہیں اور اس کا جواب ' تو ' یا ' سو ' ہوتا ہے - جیسے ہم جو اس تکلیف اور مصیبت میں ہیں تو ہماری کوئی بات نہیں پوچھتا ——

بعض اوقات تمیزی جملۂ سببی شرط کو بھی ظاہر کرتا ہے - خاص جملہ ' شرط اور جملۂ تابع ' جزا کہلاتا ہے - شرطی جملے میں جو یا اگر اور جزا میں تو آتا ہے - جیسے ' جو حال یہ ہے تو خدا ہی حافظ ہے ——

شرطی جملوں کے ساتھ افعال کے استعمال میں احتیاط لازم ہے - شرط میں تین حالتیں پائی جاتی ہیں ——

۱ - امکانی -

۲ - حقیقی -

۳ - غیر امکانی -

ا - صورت امکانی - بعض اوقات ممکن ہے کہ شرط ذہن میں امکانی صورت رکھتی ہو لیکن واقعے کے مطابق نہ ہو - ایسی حالت میں فعل مضارع یا افعال احتمالی استعمال

کیے جائیں گے —

لیکن جب علت یا نتیجہ یقینی ہو تو اس وقت خاص جملے کا فعل مطلق ہوگا - جیسے اگر وہ کل آگیا تو میں کیا کروں گا - وہ تمہارے ہی پاس رہے تو اچھا ہے —

مگر جب نتیجہ امکانی صورت رکھتا ہے تو فعل مضارع یا کوئی فعل احتمالی استعمال ہوگا - جیسے' میں سوچ لوں تو جواب دوں (یہاں شرط اور جزا دونوں میں فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے) اگر آپ اس سے پیچھا چھڑانا ہی چاہتے ہیں تو ایک تدبیر عرض کروں —

۲ - جب صورت شرط واقعی ہے یعنی مستقبل یا گزشتہ یا زمانۂ حال میں جیسی وقوع کی صورت ہو' تب شرطی جملے میں فعل مستقبل ہوگا یا کوئی اور فعل مطلق لیکن جزا میں حسب حالات مذکورہ فعل مضارع یا احتمالی یا مطلق آئے گا - جیسے —

جو تم اُسے چھیڑوگے تو خفا ہو جائے گا - میں اگر اُسے مارتا ہوں تو بھاگ جائے گا - جو تم ہی نہ آئے تو پھر کون آئے گا - تم نے نہیں کہا تو اور کس نے کہا —

۳ - تیسری صورت جب کہ شرط اور جزا دونوں خلاف واقعہ اور ناممکن الوقوع ہوں —

شرطی فقرے میں ایسی شرط کا اظہار ہوتا ہے جو وقوع میں نہیں آئی' مگر جزا میں اُس نتیجے کا اظہار ہوتا ہے جو شرط کے قاصر رہنے کی وجہ سے واقع نہیں ہونے پایا - ایسی صورت میں عموماً فعل ماضی شرطیہ استعمال ہوتا ہے - جیسے' اگر میں اُن سے پوچھتا تو وہ مجھ سے کہہ دیتے اگر - وہ مرجاتا تو سارا پاپ کٹ جاتا —

بعض اوقات ایسے موقع پر خبر میں ماضی بعید بھی استعمال ہوتی ہے - جیسے وہ چاہتا تو آ سکتا تھا - کبھی تھا'

یا ہوتا ' بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے ' وہ آجاتا تو اچھا تھا یا اچھا ہوتا —

حرف شرط عموماً محذوف بھی ہوتا ہے - جیسے ' وہ آئے تو میں چلوں - وہ کہتا تو میں ضرور جاتا —

اس موقع پر " ہو تو ہو " محاورے کا بھی خیال رہے - جیسے '

" فسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو "

جو جملے " نہیں تو " یا " ورنہ " کے ساتھ آتے ہیں ان میں پورا فقرہ شرطیہ محذوف ہوتا ہے - مجھے اس کے حکم کی تعمیل ضرور ہے ورنہ خدا جانے وہ کیا کر بیٹھے (یعنی اگر میں نے اس کے حکم کی تعمیل نہ کی تو ...) اگر آپ نے قبول کیا تو بہتر' ورنہ مجھے اس کے پاس جانا پڑے گا (یعنے اگر آپ نے قبول نہ کیا تو ...)

بعض اوقات تمیزی جملہ امکانی اور شرطی دونوں ہوتا ہے - یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ شرطی جملہ 'جب' سے شروع ہوتا ہے اور جزا میں 'تو' آتا ہے - جیسے' جب وہی نہیں آتا تو میں کیوں جاؤں —

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حرف شرط 'جب' جملے میں محذوف ہوتا ہے اور صرف 'تو' سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ شرطیہ ہے - جیسے' میں چلنے لگا تو وہ رو رو کر مجھے لپٹنے لگے —

کبھی حرف جزا 'تو' بھی محذوف ہوجاتا ہے - جیسے کہا ہوا اگر ہم نہ گئے —

استدراکی جملہ بھی ایک قسم کا شرطی جملہ ہوتا ہے اور افعال کے استعمال میں اس پر بھی وہی قواعد حاوی ہیں جو شرطیہ جملے پر - جملۂ تابع کے ساتھ الفاظ تو بھی' پر' تاہم' لیکن اور مگر آتے ہیں - جیسے' اگرچہ یوں تو وہ بے وقوف ہے مگر اپنے مطلب میں بہت ہوشیار ہے - اگرچہ وہ بہت متحمل ہے تاہم انسان ہے' غصہ آہی جاتا ہے - اگرچہ میری اس سے اچھی ملاقات

ہے تو بھی ایسی فرمائش کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے - گو اس وقت وہ نہ مانے مگر آخر ایک روز ماننا پڑے گا —

بعض اوقات 'خواہ' یا چاہے شرطی جملے میں شرطی حرف عطف کے بجائے استعمال ہوتا ہے - جیسے' خواہ اس نے نیک نیتی ہی سے کیا ہو مگر کیا بہت برا - چاہے وہ کچھ ہی کہے پر مجھے یقین نہیں آتا -

---

جملے میں الفاظ کی ترتیب

۱ - عموماً جملے کے تین حصے ہوتے ہیں —

۱ - مبتدا ،

۲ - خبر،

۳ - فعل ربط ،

جیسے، احمد ہوشیار ہے -

لیکن متعدی افعال کی صورت میں اول مبتدا (یا فاعل) اس کے بعد مفعول اور اس کے بعد فعل خبر ہوتا ہے —

۲ - اُردو میں یہ ترتیب اکثر قائم نہیں رہتی اور کبھی تاکید اور زور دینے کی خاطر، کبھی تعجب و افسوس یا خوشی کے لیے اور کبھی محض قافیے کے خیال سے اس ترتیب میں تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے - جیسے، ایسے ہوتے ہیں قوم کے سردار اور محسن - حیف ہے تجھ پر - کون ہے جو تمہیں نہیں جانتا؟ لعنت ہے ایسی حرکات پر - وغیرہ وغیرہ —

۳ - فعل متعدی کا مفعول اس کے بالکل متصل قبل آتا ہے - جیسے میں نے اسے بلایا - لیکن جب زور دینا مقصود ہوتا ہے تو مفعول جملے کے شروع میں آتا ہے - جیسے، اس عہار سے میں کیوں کر نبھا سکوں گا —

خود فعل جب شروع میں آتا ہے تو اس سے زور ظاہر ہوتا ہے - جیسے، ماروں کیا میں تجھے؟ دوں ایک تھپڑ —

جب مفعول دو ہوں تو مفعول قریب جو (عموماً اشیا کے

متعلق ہوتا ہے) فعل کے متصل آتا ہے - جیسے' میں تمہیں انعام دوں گا - لیکن جو الفاظ فعل کی غرض و غایت ظاہر کرتے ہیں وہ ہمیشہ فعل کے متصل آتے ہیں - جیسے' میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں - لیکن جب زور مقصود ہوتا ہے تو یہ الفاظ بھی فعل کے بعد آتے ہیں - جیسے ' یہ شخص اتنی دور سے آیا ہے صرف تمہاری ہدایت کے لیے -

۴ - بعض اوقات بلا لحاظ زور و تاکید کے مفعول اول آجاتا ہے - جیسے' آدمی کو آدمی کہا جاتا ہے - جب 'ہونا' سے مشتق افعال آتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے - جیسے' ناصح کو سودا ہوا ہے - خصوصاً ظرفی اور طوری حالت میں - جیسے' گھر میں کوئی شخص نہیں - حامد کے پاس طوطا ہے -

لیکن مفصلۂ ذیل امثلہ میں مفعول زور دینے کی غرض سے اول آیا ہے -

ان چیزوں کو تم کہاں لیے جاتے ہو؟

یہ کاغذ میرے کام کے نہیں -

جو تم کہوگے وہی کروں گا -

۵ - جہاں دو چیزوں کا مقابلہ ہوتا ہے وہاں زور اور تاکید کا ایک لفظ جملے کے پہلے حصے کے شروع میں آتا ہے اور دوسرا لفظ دوسرے حصے کے شروع میں - جیسے' کمائیں میاں خانخاناں اور لٹائیں میاں فہیم - دکھ میرے لیے ہے اور سکھ تمہارے لیے - محنت میں کروں اور چین وہ کرے -

۶ - فجائیہ جملوں میں بھی اظہار نفرت' تعجب و افسوس وغیرہ کے لیے ترتیب بدل جاتی ہے اور الفاظ تعجب و افسوس وغیرہ جملے کے شروع میں آتے ہیں - جیسے لعنت ہے ایسے کام پر - افسوس تمہاری حالت پر -

ایسے جملوں میں فعل ربط اکثر محذوف ہوتا ہے -

۷ - لفظ ندا عموماً اول آتا ہے لیکن زور دینے کے لیے آخر میں آجاتا ہے - جیسے ' تو نے ایسا کیا کیوں ظالم ! تیری یہی سزا ہے کم بخت !

۸ - جب ضمائر شخصی ہر سہ قسم ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ترتیب حسب ذیل ہوگی —

اول ضمیر متکلم دوم ضمیر مخاطب اور سوم غائب ' جیسے :—

ہم تم مل کے چلیں گے - ہمیں تمہیں وہ ایک ہی سمجھتے ہیں -

ضمیر موصولہ ہمیشہ اول آتی ہے - جیسے ' جو تم کہو وہی کروں گا -

۹ - ہر قسم کی صفات اُن اسما سے قبل آئیں گی جن کی وہ صفت بیان کرتی ہیں - لیکن جس وقت وہ بعد میں آتی ہیں تو عموماً خبر کے طور پر استعمال ہوتی ہیں یا زور دینے یا خصوصیت ظاہر کرنے کی غرض سے - جیسے ' یہ بڑا قدار شہر ہے - اُس اُجڑے گاؤں میں کیوں چلے گئے - وعدہ پکا کرو - وہ ہمیشہ کا دکھیا ہے - وہ کچھ ہو بھی گئے ہیں مغرور - بعض اوقات زور دینے کے لیے صفت کو اسم سے علحدہ کرکے جملے کے آخر میں لاتے ہیں - جیسے ' یہ جنگ ہے بڑی خوفناک اور خوں ریز - چلتے چلتے ایک بڑا پہاڑ ملا ' ہرا بھرا اور بہت اونچا -

۱۰ - اردو میں بدل مبدل منہ بطور صفت موصوف کے ہوتے ہیں - یعنی بدل اول آتا ہے مبدل منہ سے جس کی وہ ایک قسم کی صفت ہے - جیسے ' کلو چمار آیا تھا - حاجی کا بیٹا شمسو گیا - کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے - جیسے ' تمہارا بھائی احمد کہاں ہے ؟

۱۱ - ترکیب اضافی میں بعض اوقات ترتیب بدل جاتی ہے اور یہ فارسی کا اثر ہے - جیسے ' یہ قلم آپ کا ہے - یہ کتاب میری ہے - بعض اوقات مضاف الیہ اور مضاف میں فصل پڑ جاتا ہے - جیسے ' یہاں تیرا کیا کام ہے - تمہارا کیوں نہ دم بھروں — لیکن یہ فصل وہیں تک جائز ہے کہ مطلب مبہم نہ ہوجائے -

۱۲ تمیزی الفاظ یا فقرے عموماً ان الفاظ کے قبل آتے ھیں جن سے ان کا تعلق ھوتا ھے، بعض اوقات وہ فعل اور اس کے مفعول کے درمیان آجاتے ھیں۔ عام طور پر یوں سمجھنا چاھیے کہ جوں جوں وہ ایسے الفاظ سے دور ھو جاتے ھیں ویسے ھی زور زیادہ بڑھ جاتا ھے ۔ انھیں الفاظ متعلقہ کے بعد یا افعال کے دو اجزا کے درمیان لانے سے زور پیدا کیا جاتا ھے —

جیسے جلدی چلو ۔ وہ شہر میں رھتا ھے ۔ وہ مجھے ھر روز ستاتا ھے ۔ اس کا مزاج چڑ چڑا بہت ھے ۔ یہ کہو تم آؤگے کب ۔ اب تمھیں چھوڑ کر جاؤں کہاں —

لیکن جب تمیز کا تعلق کل جملے سے ھوتا ھے تو جملے کے اول آتی ھے ۔ جیسے دفعتاً وہ چھت پر سے گر پڑا —

۱۳ — ھی، جو تمیز کے طور پر استعمال ھوتا ھے اس کا استعمال اُردو میں بہت کثرت سے ھے اور اسم، ضمیر، صفت، فعل کے ساتھہ آتا ھے ۔ جیسے گھر ھی میں رھو ۔ آپ ھی چلیں ۔ خوب ھی برسا ۔ کسی طرح جاتا ھی نہیں ۔ وہ سنتے ھی چل دیا —

ھے کے بعد جب ھی آتا ھے تو اس کا تلفظ اس طرح ادا ھوتا ھے کہ گویا 'ہ' نہیں ھے اور ھے کے بعد ایک ی اضافہ کر دی گئی ھے ۔ یعنی ھئی ۔ جیسے، یہ تو ھئی اب دوسرے کی فکر کرو —

جہاں فعل کے دو جز ھوتے ھیں وھاں یہ ان کے درمیان آتا ھے ۔ جیسے، میں تو کروں ھی گا ۔ میں تو تیار ھوں پر وہ کسی طرح چلتا ھی نہیں —

جب فعل کے ساتھہ حالیہ معطوفہ ھو تو " ھی " ان دونوں کے درمیان آتا ھے ۔ جیسے آدمی کچھہ کھو کر ھی سیکھتا ھے ۔ اُس نے مجھے سمجھہ کر ھی کہا —

۱۴ ۔ فعل جب مفرد ھوتا ھے تو حرف نفی ھمیشہ اول آتا ھے، مگر مرکب ھونے کی حالت میں فعل کے اول نیز ھر دو جز

کے درمیان دونوں طرح جائز ہے - جیسے میں نہیں جا سکا -
میں جا نہیں سکتا - اُسے نہ جانے دو - اُسے جانے نہ دو - اس کا
حال کہا نہیں جاتا - اس کا حال نہیں کہا جاتا -
مفرد فعل کے ساتھ بھی نہیں کبھی بعد میں آ جاتا ہے -
جیسے مانتا نہیں - اٹھو مت - اس میں کسی قدر تاکید
پائی جاتی ہے -
فعل مجہول میں بھی جب حرف نفی امدادی فعل کے
متصل آتا ہے تو اس میں بھی نفی کی تاکید مقصود ہوتی ہے
جیسے ' مجھ سے یہ الفاظ سنے نہیں جاتے -
مرکب افعال کے اجزا میں زور اور تاکید کی غرض سے صرف
حرف نفی سے فصل نہیں ہوتا بلکہ دوسرے الفاظ سے بھی اسی
غرض کے لیے فصل آتا ہے - جیسے ' ہوں تو میں ایسا ہی - وہ
ہو تو ایسا ہی گیا ہے -

۱۵ - ' ہی ' کی طرح ' بھی ' بھی انہیں الفاظ کے متصل آتا ہے
جن پر زور دینا مقصود ہوتا ہے - جیسے میرا بھی ایک بھائی
وہاں نوکر تھا (یہاں صرف بھائی کی ملازمت کا خصوصیت
کے ساتھ ذکر کرنا مقصود ہے) اسی طرح ' میرا ایک بھائی
نوکر بھی تھا - (یہاں صرف ملازمت پر بیکاری کے مقابلے
میں زور دینا مقصود ہے) -

۱۶ - ' تو ' بھی زور دینے کے لیے آتا ہے اور ہمیشہ اس لفظ کے
بعد استعمال ہوتا ہے جس پر زور دینا مقصود ہے - وہ
تو ضرور آئے گا -
مگر جب یہ لفظ شرط کے جواب میں آتا ہے تو وہاں صرف
جزا کے لیے آتا ہے - اگر وہ آج آجائے تو بہت اچھا ہے - اگر آپ
اجازت دیں تو جاؤں -

۱۷ - حروف عطف اور ' کہ ' یا ' پر ' لیکن ' مگر ' جو ' اگر چہ '
جملے کے شروع میں آتے ہیں ' لیکن زور کے مقام پر زور دینے

کے الفاظ ان سے اول ہو جاتے ہیں - جیسے وہ شخص اگر آیا بھی تو میں اسے منہ نہ لگاؤں گا - وہ اگرچہ بڑا عالم فاضل ہے مگر تمیز چھو کے نہیں گئی —

۱۸ - مرکب جملوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ زور دینے کی غرض سے مابعد کا جملہ ماقبل ہو جاتا ہے - جیسے اس کا دل بڑا ہی سخت ہوگا جس نے ایسی سزا اس غریب کو دی ہے —

شرط کا جملہ ہمیشہ جزا سے قبل آتا ہے - اسی طرح وہ تمیزی جملے جو زمان و مکان یا حالت ظاہر کرتے ہیں خاص جملے سے قبل آتے ہیں - لیکن اگر زور خاص جملے پر ہے تو وہ اول آتا ہے - جیسے ' یہ تو ہم اُسی وقت سمجھ گئے تھے جب اس نے ایسی حرکت کی تھی - ہمیں یہ کام اُسی حد تک کرنا چاہیے ' جہاں تک ہمارے اختیار میں ہے —

نظم میں جملے کی معمولی ترتیب قائم نہیں رہتی ' ضرورت شعری کسی ترتیب کے تابع نہیں —

رموز اوقاف (Punctuation)

اوقاف ' یا وقفے اُن علامتوں کو کہتے ہیں ' جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے ' یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علحدہ کریں - ان اوقاف کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اول تو اِن کی وجہ سے نظر کو سکون ملتا ہے ' اور وہ تھکنے نہیں پاتی؛ دوسری بڑی بات یہ ہے کہ ذہن ہر جملے ' یا جزو جملہ کی اصلی اَہمیت کو جان لیتا ہے؛ اور مطلب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے-

جو علامتیں وقفوں کے اظہار کے لیے استعمال کی جاتی ہیں ' ان کے نام اور شکلیں حسب ذیل ہیں :-

علامت	اُردو نام	انگریزی نام
'	سکتہ	Comma چھوٹا ٹھیراؤ
؛	وقفہ	Semicolon ٹھیراؤ
:	رابطہ	Colon ملاؤ (یعنے مجمل سے مفصل کو ملانے والا)
:-	تفصیلیہ	Colon and Dash رابطہ اور خط تفصیل بتانے والا
-	ختمہ	Full stop
؟	سوالیہ	Note of Interrogation
!	فجائیہ 'ندائیہ	Note of Exclamation
( ) یا [ ]	قوسین	Brackets
——	خط	Dash
" "	واوین	Inverted Commas
۷	زنجیرہ	Hyphen

علامتوں کا صحیح استعمال

سکتہ (،)

یہ سب سے چھوٹا وقفہ ہوتا ہے - یہ حسب ذیل موقعوں پر استعمال ہوتا ہے : —

(۱) ایسے اسما یا ضمائر کے بیچ میں جو ایک دوسرے کے بدل کا کام دیتے ہوں جیسے :- جہانگیر، ابن اکبر، شاہنشاہ ہندوستان نے جب ....

(۲) ایک ہی قسم کے کلمہ کے اُن تین، یا تین سے زیادہ لفظوں کے بیچ میں جو ساتھ ساتھ استعمال کیے گئے ہوں - (اُس حالت میں جبکہ یا تو صرف آخری دو لفظوں کے درمیان حرف عطف یعنی و ، یا اور ، یا حرف تردید یعنی یا آئے) —

(۱) حیدر آباد، میسور اور ترا ونکور جنوبی ہند کی ریاستیں ہیں - (اس میں تینوں الفاظ اسم ہیں) -

(ب) چوری کرنا مذہباً ، اخلاقاً اور رسماً برا سمجھا جاتا ہے - اُس کا طرز عمل عامیانہ ، جاہلانہ اور سوقیانہ ہے - (ان میں تینوں الفاظ متعلقات فعل ہیں)

(ج) اکبر بہت عقلمند ، وسیع النظر ، ہمدرد اور مدبر بادشاہ تھا - (یہاں الفاظ صفات ہیں) -

(۳) ندائیہ لفظوں کے بعد جیسے :-

(۱) جناب صدر، خواتین و حضرات، } (یہاں تینوں اسم منادیٰ ہیں)
(ب) اے ماؤ ، بہنو، بیٹیو ، ... } "

(ج) جناب من ، تسلیم -

(د) میرے محب صادق ، وعلیکم السلام —

(ہ) عزیز من ، بہت بہت دعا —

(۴) جب ایک ہی درجے یا رتبے کے لفظ جوڑوں میں استعمال ہوں ، تو ایک جوڑے اور دوسرے جوڑے

کے درمیان سکتہ دیتے ہیں :- دن ہو کہ رات ' سفر ہو کہ حضر ' خلوت ہو یا جلوت ' انسان کو چاہیے کہ خدا کو نہ بھولے —

(۵) ایسے اجزائے جملہ کے درمیان جو تشریحی ہوں ' سکتہ آتا ہے :-

یہ چبوترا ۳۰ فٹ لمبا ' ۲۰ فٹ چوڑا ' ۵ فٹ اونچا ہے-

(۶) دو یا زیادہ ایک ہی درجے کے ایسے چھوٹے جملوں کے بیچ میں جو ایک بڑے جملے کے جز ہوں :-

(ا) میں گھر سے بازار گیا ' بازار سے مدرسے آیا ' اب مدرسے سے گھر واپس جاتا ہوں —

(ب) کھیلنے کے وقت کھیلو ' پڑھنے کے وقت پڑھو —

(ج) وہ کھیل کے آیا ' نہایا ' کپڑے بدلے ' چائے پی اور سیر کو چلا گیا —

(د) زباں بگڑی تو بگڑی تھی ' خبر لیجیے دہن بگڑا —

(ہ) نہ نو من تیل ہوگا ' نہ رادھا ناچے گی —

(۷) شرط اور جزا یا صلے اور موصول کو بیان کرنے والے } سادہ جملوں کے بیچ میں :-

(ا) اگر ہم جانتے داغ جدائی ' نہ کرتے اتنی الفت تم سے بھائی —

(ب) اُس کے منہ جو کوئی لگا ' ذلیل ہی ہوا —

(ج) جب مطلع صاف ہوگیا اور سورج نکل آیا ' تو میں اپنے گھر سے نکلا —

(د) جس شخص نے مجھ سے ' آپ سے کل باتیں کیں ' وہ زید تھا —

(۸) ایسے سادہ جملوں کے بیچ میں جو مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا بیان کریں :—

(ا) وہ شخص ایماندار ہے ' لیکن سست —

(ب) سارا زمانہ آیا ، پر زید نہ آیا ۔

(۹) جب ایک سادہ جملہ دوسرے کی توجیہہ کرے تو دونوں کے بیچ میں سکتہ آتا ہے :۔

(ا) میں نہیں گیا ، اس لیے کہ وہ خود ہی میرے ہاں آ پہنچا ۔

(ب) اُسے گھر بیٹھے نوکری مل گئی ، پھر باہر کیوں جاتا؟

(ج) خوب دوڑا کرو ، جس میں بھوک اچھی طرح لگا کرے۔

(۱۰) جب کسی فعل کے بعد " کر " یا " کے " مقدر ہو تو سکتہ لگانا ضروری ہے :۔

(ا) وہ چھڑی ہاتھ میں لے ، نکل کھڑا ہوا ۔

(ب) وہ یہ جا ، وہ جا ، چمپت ہو گئی ۔

(۱۱) جب مبتدا اور خبر کے بیچ میں کوئی حجاب نہ ہو ، تو سکتہ ضرور ڈال دیتے ہیں :۔

(ا) یہی مجموعہ یا انتخاب مضامین ، مطبوعہ رسالے کا نہایت عمدہ اشتہار بھی بن گیا ۔

(ب) حالی ، مسدس حالی کے مصنف ہیں ۔

(ج) مسدس ، حالی کی سب سے ممتاز تصنیف ہے۔

(د) نذیر احمد کی سب سے عام پسند کتاب ، مراۃ العروس ہے ۔

(۱۲) عبارت اور خصوصاً شعر کی تعقید کو دور کرنے کے لیے بھی سکتہ لگاتے ہیں :۔

(ا) اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں ، کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں ، کتنے ، قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں ، اور کتنے ، مولویوں کی باتوں کو جو اُنہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں ، سند پکڑتے ہیں ، اور کتنے ، اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں ۔

(ب) سب ' رقیبوں سے ہوں ناخوش' پر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش : کہ محو ماہ کنعاں ہوگئیں
(ج) تار ریشم کا نہیں ' ہے یہ رگ ابر بہار -
(د) کروں بیداد ذوق پر فشانی ' عرض ' کیا قدرت ؟
(ہ) دیوار ' بار منت مزدور سے ' ہے خم -
(و) ولے مشکل ہے' حکمت ' دل میں سوز غم چھپانے کی -
(ز) نہیں بہار کو فرصت؛ نہ ہو' بہار تو ہے :
"طراوت چمن وخوبیء ہوا کہیے"
(۱۳) اور ' یا وغیرہ سے پہلے جب ہی سکتہ لگاتے ہیں کہ لفظوں پر خاص طور پر زور دینا منظور ہو -

مشق

اِن جملوں میں حسب ضرورت سکتہ لگاؤ :-

زید عمر اور بکر تینوں بازار گئے - تعریف کرنا تو درکنار وہ اور اُلٹے مجھہ پر خفا ہوئے ۔ چونکہ دیر بہت ہوگئی تھی اور دھوپ لحظہ بلحظہ تیز ہوتی جاتی تھی اس لیے ہم نے واپس ہونا ہی مناسب سمجھا - دنیا اور اس کے مناظر پہاڑ دریا نیلا آسمان دمکتے ہوے تارے چمکتا ہوا سورج یہ سب شاعری کے موضوع ہوسکتے ہیں ۔ جو کرے سو جانے - اے ماؤ بہنو بیٹیو دنیا کی زینت تم سے ہے - جسے زندگی کہتے ہیں وہ صرف کھانے پینے رہنے سہنے اُٹھنے بیٹھنے شادی کرنے کا نام نہیں ہے - وہ تندرستی کی تصویر تھا بالا قامت چمکتی ہوئی آنکھیں فراخ سینہ بھرے بھرے بازو - اس میں شک نہیں کہ جو شخص دامے درمے قدمے اپنے ابناے وطن کی مدد کرے ہر طرح سے لائق تحسین ہے لیکن جو بچارا علمی ہمدرد کے ذرائع نہیں رکھتا اور صرف ایک ہمدرد دل رکھتا ہے وہ بھی کچھہ کم مستحق ستایش نہیں ہے —

وقفہ (؛)

جب سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ کی ضرورت پڑے، تو وقفہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کا استعمال حسب ذیل موقعوں پر ہوتا ہے :-

(۱) جملوں کے لمبے لمبے اجزاء کو ایک دوسرے سے علحدہ کرنے کے لیے (یہاں سکتوں کے علاوہ وقفوں کا استعمال اس وجہ سے ضروری ہے کہ خلط مبحث نہ ہوجائے) جیسے:-

حق یہ ہے کہ اس زمانے میں، جب کہ قومی تپش نما کا پارا ہر گھڑی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے؛ جب کہ باوجود تعلیمی کاموں کی کثرت کے، قومی تعلیم کا کوئی صحیح خاکہ ہمارے سامنے نہیں ہے؛ جب کہ سیاسی تار و پود سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے مگر کوئی طریقہ قومی فلاح کا ایسا نہیں ہے، جس پر تمام جماعتیں متفق ہو سکیں؛ جب کہ مصلحت اور اصول، چال اور صداقت، تلون اور استقامت میں اکثر مغالطہ ہو جاتا ہے؛ جب کہ باوجود سادگی کے ادعا کے، عیش پرستی کے بہت سے چور دروازے کھلے ہوئے ہیں؛ جب کہ باوجود ایثار اور قربانی کے دعوؤں کے، حقیقی ایثار نفس اور ضبط نفس بہت کم نظر آتا ہے، نواب وقار الملک کی سیرت ایک بڑی نعمت ہے —

(۲) جہاں جملوں کے مختلف اجزا پر زیادہ تاکید دینا مد نظر ہوتا ہے، وہاں بھی رابطے استعمال ہوتے ہیں -

(ا) جو کرے گا، سو پاے گا؛ جو بوئے گا، سو کاٹے گا -

(ب) آنا، تو خفا آنا؛ جانا، تو رلا جانا:
آنا ہے، تو کیا آنا؛ جانا ہے، تو کیا جانا -

(ج) تم روئے اور ہمارا دل بے چین ہوا؛ تمھاری انگلی دکھی، تو ہمارے دل پر چوٹ لگی؛ مصیبتیں ہم نے بھریں؛ تکلیفیں ہم نے اٹھائیں؛ راتوں کو اٹھہ اٹھہ کر ہم بیٹھے؛ کندھے سے لگایا، چمکارا، لوریاں سنائیں؛ غرضکہ جان، مال، آرام سب کچھہ تمھارے لیے تج دیا - کیا

اس کا یہی صلہ ہے؟

(۳) جن جملوں کے بڑے بڑے اجزا کے درمیان ورنہ، اس لیے، لہذا، اگرچہ، چہ جائیکہ، درآں حالیکہ، لیکن اور اسی قسم کے ربط دینے والے الفاظ آئیں؛ وہاں ذہن کو سمجھنے کا موقع دینے کے لیے اِن لفظوں سے پہلے وقفے کی علامت لگاتے ہیں:- واضح رہے کہ جب مذکورۂ بالا الفاظ چھوٹے چھوٹے جملوں کو ملاتے ہوں تو یہ علامت نہ لگائی جائے گی بلکہ سکتہ ہی کافی ہوگا:-

(ا) اگرچہ آج کل نقادانِ فن اس بات کو مذموم سمجھتے ہیں کہ کسی خاص غرض کو پیش نظر رکھ کر، یا کسی خیال یا رائے کی اشاعت کے لیے کوئی ڈراما لکھا جائے؛ لیکن ہندوستان جیسے ملک میں، جہاں زندگی کا ہر پہلو قابل اصلاح ہے، اور معاشرت کے ہر شعبے میں تذبذب اور انتشار بپا ہے، فن کی بعض نازک اور خیالی خوبیوں کو قربان کر سکتے ہیں؛ بشرطیکہ وہ سلیقے سے لکھا جائے —

(ب) چونکہ نکاح سے قبل ہی نسبت توڑ دی گئی اور لڑکی چچا سے علاحدہ کرلی گئی؛ اس لیے ایسی شادی سے جو مذموم اور دردناک نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا موقع ہی نہیں آیا —

(۴) جن صورتوں میں سکتہ لاتے ہیں ان میں صرف ایسی حالت میں لائیں گے جب جملے کے بعض ایسے حصوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا پڑے جن میں اندرونی طور پر سکتہ موجود ہے:-

(ا) حیدرآباد، میسور، اور ٹراونکور، جنوبی ہند کی؛ بھوپال، گوالیار اور اندور، وسط ہند کی بڑی ریاستیں ہیں —

(ب) حالی کی مسدس، یادگار غالب، حیات جاوید؛ نذیر احمد

کی مراۃ العروس ' توبۃ النصوح ' محصنات ' ایامیٰ '
شبلی کی الفاروق ' موازنہ ' سیرت النبی ' پڑھنے '
اور بار بار پڑھنے کے قابل ہیں —

رابطہ (:)

اس کا ٹھیراؤ وقفے کے ٹھیراؤ سے زیادہ ہوتا ہے -

(۱) عام طور پر اس کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے ' جب جملے کے کسی بقیہ خیال یا بات کی تشریح یا تصدیق کی جاتی ہے:

(ا) سفر ہو یا حضر ' دن ہو یا رات ' کام ہو یا تفریح '
ہمیشہ اور ہر جگہ اپنی صحت کا خیال رکھو : اگر
کوئی نعمت ہے تو یہی ہے —

(ب) کیا خوب سودا نقد ہے : اس ہاتھ دے ' اس ہاتھ لے -

(ج) یہ خموشی کہاں تک ؟ لذت فریاد پیدا کر '
زمیں پر تو ہو ' اور تیری صدا ہو آسمانوں میں :
یہی آئین قدرت ہے ' یہی اسلوب فطرت ہے -
جو ہے راہ عمل میں گام زن ' محبوب فطرت ہے -

(د) کاو کاو سخت جانیہاے تنہائی نہ پوچھ :
صبح کرنا شام کا ' لانا ہے جوے شیر کا —

(ہ) کسی کتاب کے رسالے کے لیے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ
متفرق اور مختلف معلومات کی ایک کھتونی ہو -
اس کا بڑا لوازمہ تحریکی قوت ہے - ذوق جستجو
کو اشتعال دینا ' جودت طبع کو اکسانا : یہی اس
کا سہاکاج ہے ؛ اس کی کامیابی کی جانچ اسی کسوٹی
پر ہوتی ہے —

(و) انسان کو بعضے کاموں کی قدرت ہے ' بعضوں کی نہیں :
وہ چل سکتا ہے ؛ دوڑ سکتا ہے ؛ مگر اڑ نہیں سکتا -

(۲) جب کسی مختصر مقولے یا کہاوت وغیرہ کو بیان کرنا ہو ' تو تمہیدی جملے اور اصل جملے کے بیچ میں نیم وقفہ یا

رابطہ لاتے ہیں —

(ا) کسی حکیم کا قول ہے : آپ کاج مہا کاج -

(ب) بقول شاعر : عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے -

(ج) سچ ہے : گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں -

(۳) ایسے دو جملوں کے بیچ میں رابطہ لاتے ہیں جو آپس میں متقابل' یا ایک دوسرے کی ضد ہوں؛ اور دونوں مل کر ایک پورے خیال کو ظاہر کریں - من چلتا ہے تتو نہیں چلتا —

(۴) جب دو جملوں میں سے ایک دوسرے کی توجیہ کرے مگر کوئی حرف توجیہ اُن کے بیچ میں نہ ہو؛ تو اُن کے درمیان میں رابطہ لاتے ہیں ؛ جیسے -

بچوں کو تنہائی میں نصیحت کرنا چاہیے : سب کے سامنے نصیحت کرنے کا اثر اُلٹا ہوتا ہے —

تفصیلیہ :-

یہ علامت عام طور پر " حسب ذیل" کی ہوا کرتی ہے - اس کے استعمال کے موقعے یہ ہیں :-

(۱) کسی طویل اقتباس کو یا کسی فہرست کو پیش کرتے وقت :

(ا) مرزا غالب فرماتے ہیں :—

(ب) ہندوستان کے بڑے شہر یہ ہیں :- (۱) بمبئی ' (۲) کلکتہ ' (۳) حیدرآباد ' (۴) مدراس ' ......

(۲) کسی جملے کے ساتھ اجزا کا اعادہ کرتے وقت ' یہ علامت " حاصل کلام یہ ہے" یا " مختصر یہ ہے" یا " فرض کہ" کا کام دیتی ہے :—

سورج بادلوں سے نکل آیا تھا ؛ گھاس پر شبنم کے قطرے ایسے معلوم ہوتے تھے ' گویا کہ سبز مخمل کے فرش میں ستارے جڑے ہوئے ہوں ؛ دھوپ نکھری ہوئی تھی ؛ پہاڑوں کا رنگ بھی ڈھل کر نیلے امبر کا سا ہو گیا تھا :- انہیں مناظر کا لطف

اُٹھاتے ہوئے ہم اپنی گاڑی میں سوار چلے جا رہے تھے —

(۴) جب ایک ہی جملے میں کئی کئی باتیں مسلسل پیش کرنا ہوں، تو اِس علامت کا استعمال کرتے ہیں :—

کچھ میری روزانہ زندگی کا حال سنو :- علی الصباح اُٹھا، ضروریات سے فارغ ہو کر، نہا دھو کر ناشتا کیا ؛ ڈاک دیکھی ؛ اگر موسم خوشگوار ہو گیا، تو چھڑی لے کر ٹہلنے چلا گیا، ورنہ گھر ہی میں رہا —

ناریل کے فوائد بے شمار ہیں :- اِس کا تیل جلاتے ہیں؛ کھانے میں ڈالتے ہیں ؛ خول سے ڈونگے بنتے ہیں ؛ ریشہ رسیوں کے بٹنے میں کام آتا ہے ؛ کچا ہو تو اس کا پانی پیتے ہیں —

(۵) کسی اصول یا قاعدے کی مثال پیش کرتے وقت، جب کہ ایسے موقع پر "مثلاً" یا "جیسے" کا لفظ ترک کر دیا گیا ہو۔

(ا) اسم وہ ہے جو نام ہو کسی شخص یا چیز کا :- مثلاً زید، کرسی، عمر، بکر —

(ب) صرف دولت کا ہونا خوشی کی دلیل نہیں ہے :- قارون ہی کو دیکھیے —

مشق

اِن عبارتوں میں حسب ضرورت سکتے، وقفے، رابطے، اور تفصیلیے لگاؤ —

(ا) ٹھنڈے دل سے سوچنے کا موقع ہے کہ اس پچاس سال میں ہم نے کیا کیا کیا - ہم کیا تھے اور اب کیا ہو گئے یہ ظاہر ہے کہ اِس پچاس سال میں ایک مدرسہ یونیورسٹی ہو گیا جس کی ابتدا چند طالب علموں سے ہوئی تھی اور اب نوبت ہزاروں تک پہنچ گئی ہے - جہاں چند مکان تھے وہاں اب عالیشان عمارتوں کا سلسلہ ہے ایک ویران کھنڈر لہلہاتا ہوا باغ ہے ایک غیر معروف مقام علم و فضل کا مرکز بن گیا ہے جس پر تمام مسلمانوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں —

(۲) اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شہر بھی عجیب و غریب نظر آتا ہے زمانۂ قدیم سے محسود آفاق اور مرجع خلائق رہا کبھی راجاؤں مہاراجاؤں کی راجدھانی کبھی سلاطین اسلام کا دارالخلافہ کبھی طغیانی کی بدولت بہہ کر خراب اور رفتہ رفتہ پھر آباد ہوا کبھی معرکۂ جنگ و جدل و قتل عام ہے کبھی گھر گھر دن عید اور رات شب برات ہے کبھی مد نظر شاہان و مرجع کمال ہے کبھی ایک مطلق العنان سودائی کی لٹک سے خاصا کھنڈر ہے کبھی مورد بلیات ہے کبھی منزل برکات و حیات غرض یہ نگری یونہی اجڑتی اور بستی بستی اور بگڑتی رہی -

(۳) کسی سفر کے حالات لکھنا اور سفر نامے کو مفید دلچسپ بنانا دراصل ایسے آدمی کا کام ہے جو کافی علم اور وسیع معلومات رکھتا ہو اور اُس میں ایسی قابلیت موجود ہو کہ جو دلچسپ اور حیرت انگیز چیز اس کی نظر سے گزرے یا جو کچھ وہ سنے کامل غور کے بعد اُس سے مفید تجربات و نتائج حاصل کر کے دلنشین الفاظ میں ادا کر سکے

(۴) جان غالب تمہارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے ع ہر اک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے مصرعہ بدل دینے سے شعر کس رتبہ کا ہو گیا ہے اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی ع میاں یہ اہل دہلی کی زباں ہے - ارے اب اہل دہلی یا ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے -

(۵) جب کبھی تم کسی کام کے کرنے سے ہچکچاؤ تو اہلی

سبز باغ دکھائے آرام طلبی پرچائے تو کسی بزرگ کا
مقولہ یاد کرلیا کرو کار امروز بفردا مگزار -

خاتمہ (-) *

یہ علامت مکمل جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہےجہاں
ٹھہراؤ بھرپور ہوتا ہے :- دنیا دارالعمل ہے - جب
طبیعت خراب ہو تو کوئی کام نہیں ہوسکتا - مخففات کے
بعد بھی یہ علامت لگادیتے ہیں :-

کے - سی - آئی - ای ' بی - اے -

صرف انگریزی کے مخففات کے بعد - عربی کے مخففات
کے بعد اکثر نہیں لگاتے : ص ' صلعم ' ع' رض ' یوں ہی لکھے
جاتے ہیں - (جب ایک سے زیادہ مخففات ایک ہی سلسلے
میں لکھے جائیں تو ہر مخفف کے بعد سکتے کی علامت
دینا چاہیے) -

ڈاکٹر محمد اقبال - ایم - اے - ' پی - ایچ - ڈی - '
بیرسٹر ایٹ لا - ہز اگزالٹڈ ہائی نس میر عثمان علی خاں
بہادر ' جی - سی - ایس - آئی - ' جی - سی - بی - ای -

واوین " "

جب کوئی اقتباس دیا جاتا ہے ' یا کسی کا قول اسی کے
الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے ' تو اُس کے اول آخر یہ علامت
لگائی جاتی ہے :—

اُس نے جواب دیا " میں کل دس بجے یہاں پہنچونگا "
مولانا حالی ' میر صاحب کے اِس شعر کے متعلق لکھتے ہیں :-

---

* ایرانی تحریروں میں پورا وقفہ (Full Stop) انگریزی کی طرح
نقطے سے ظاہر کرتے ہیں ؛ لیکن جن زبانوں میں حروف منقوطہ کی کثرت
ہو ' وہاں یہ علامت التباس پیدا کرتی ہے - اِس کے لیے چھوٹا خط
(-) اُردو میں بہت عرصے سے استعمال کیا جارہا ہے - انگریزی Dash
کو ہم نے " خط " کہا ہے اور Full stap کو " خاتمہ " —

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید ہی کچھ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

" میر نے باوجود غایت درجے کی سادگی کے ' ایسے مبتذل اور پامال مضمون کو اچھوتے' نرالے اور دلکش اسلوب میں بیان کیا ہے " —

فجائیہ (!)

یہ اُن الفاظ یا جملوں کے بعد لگائی جاتی ہے ' جن سے کوئی جذبہ ظاہر ہوتا ہے : جیسے غصہ ' حقارت' استعجاب خوف وغیرہ - جذبے کی شدت کی مناسبت سے ایک سے زیادہ علامتیں بھی لگا دیتے ہیں —

اُفوہ ! سخت تکلیف ہے- معاذاللہ ! - بس صاحب ! بس !! -
وہ اور رحم ! اس کی امید فضول ہے '
میں ' اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں !

سوالیہ (؟)

سوالیہ جملے کے آخر میں علامت لگائی جاتی ہے :— کیا ہے ؟ کس کی باری ہے ؟ کیا یہ ممکن ہے' کہ آپ مجھ سے کل صبح باغ عامہ میں ملاقات کریں ؟

خط —

(۱) یہ علامت جملۂ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی جاتی ہے :—

میری رائے — اگرچہ میں کیا اور میری رائے کیا — تو یہ ہے ' کہ آپ اس سے دست بردار ہو جائیں —

(۲) جب کئی لفظ کسی سابقہ لفظ کی تشریح اور تبادلے میں لکھے جائیں ' تو بھی یہ علامت لگاتے ہیں :—

سارا مکان — اینٹ' چونا' سامان' لکڑیاں — سب جل کر خاک سیاہ ہوگیا —

زید — نہ صرف زید بلکہ اُس کا سارا خاندان — انہی

بزرگ کا معتقد ہے —

قوسین ( )

یہ علامتیں خط (——) کی طرح جملہ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی جاتی ہیں :—

میرا گھر (یعنی مکان کا وہ حصہ جس میں سکونت ہے) بوسیدہ ہوگیا ہے - (یہ لکھنے والے کی مرضی ہے کہ خواہ قوسین استعمال کرے، یا خط) -

ہدایات : قوسین کے استعمال کرنے میں اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے بے جا لانے سے عبارت بے ربط نہ ہوجائے - بہت سے لکھنے والے اس کی پروا نہیں کرتے؛ اور آج کل ایسے اکھڑے ہوے جملے بہت دیکھنے میں آتے ہیں :—

(ا) محمود علی صاحب (جن کے بڑے بھائی الہ‌آباد میں تحصیل دار ہیں) کو میں نے کل موٹر پر جاتے دیکھا -

(ب) حکیم احمد حسین خاں صاحب (جو اردو محلے میں رہتے ہیں اور بڑے حاذق طبیب ہیں) سے میں نے رجوع کیا —

(ج) مبارک علی میاں (جو کل آپ سے ملنے آئے تھے) کے پاس ایک اعلیٰ درجے کی بندوق ہے —

اِن جملوں میں قوسین کا استعمال اس طرح ہونا چاہیے تھا :—

(ا) محمود علی صاحب کو (جن کے ... ہیں) میں نے ...

(ب) حکیم احمد حسین خاں صاحب سے (جو اُردو محلے ...... طبیب ہیں) میں نے رجوع کیا —

(ج) مبارک علی میاں کے پاس (جو کل آپ سے ملنے آئے تھے) ایک بڑی اعلیٰ درجے کی بندوق ہے —

زنجیرہ (٧)

یہ علامت ان مرکب الفاظ کے اجزا کے درمیان لگائی جاتی ہے،

جن کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ بغیر اس علامت کے ' وہ علحدہ علحدہ الفاظ سمجھے جائیں گے - خاص طور پر علوم کی مرکب اصطلاحوں میں اس کا لگانا ضروری ہے —

اُردو میں اور علامتیں' مثلاً : سکتہ' وقفہ' سوالیہ' فجائیہ وغیرہ تو بہت عرصے سے استعمال کی جاری ہیں ؛ لیکن زنجیرے کا استعمال اب تک نہیں کیا گیا ؛ حالانکہ مرکبات لفظی کے اظہار کے لیے اس کی بہت ضرورت ہے - خاص طور پر آج کل ' جب کہ انگریزی علوم کا ترجمہ ہو رہا ہے' اور مرکب اصطلاحیں کثرت سے بن رہی ہیں ؛ اِس علامت کا اظہار بہت ضروری ہے - اب تک ہماری زبان کے مرکبات زیادہ تر سالم الاجزا ہوتے تھے؛ مثلاً گل بدن' نازک خیال' رنگین بیان وغیرہ : یعنی ان کا ہر جز ایک سالم لفظ ہوا کرتا تھا - لیکن آج کل ایسی علمی اصطلاحیں کثرت سے بن رہی ہیں' جن کا جزو اول سالم نہیں بلکہ اکثر مخفف ہوتا ہے' جیسے : — نفس ۷ مرضیاتی (نفسی + مرضیاتی) ' جو Psycho - pathological کا ترجمہ ہے ؛ یا جیسے ہند ۷ آریائی (ہندی + آریائی) ' جو Indo-Aryan کا ترجمہ ہے - انگریزی زبان میں بے شمار الفاظ اور اصطلاحات ایسی نظر آتی ہیں ' جو اگر Hyphen کا استعمال نہ ہوتا ' تو نہ بن سکتیں - اگر اردو میں بھی اس کا استعمال عام ہوجاے' تو وضع اصطلاحات کی ایک بڑی دقت رفع ہوجاے - مثلاً ایک طبی اصطلاح Penumo - gastric کو لیجیے - Penumo بمعنی شش یونانی لفظ Penumonos سے لیا گیا ہے' اور Gastric ' یونانی لفظ Gasterros کی صفت ہے ' بمعنی (متعلق بہ معدہ) - ان دونوں کو ملاکر ایک نیا مرکب لفظ Penumo - gastric بنا لیا گیا ' یعنی جو شش اور معدے دونوں سے علاقہ رکھتی ہے - اردو میں اس کا ترجمہ " متعلق بہ شش و معدہ " کر سکتے ہیں ' لیکن ظاہر ہے کہ یہ اصطلاح نہیں ہے - اگر ہم زنجیرے کا استعمال

کریں، تو اسی اصطلاح کا ترجمہ شش v معدی کر سکتے ہیں، جس میں "متعلق بہ" کا مفہوم صرف ایک علامت سے ظاہر ہوتا ہے - دوسری مرکب اصطلاحات جیسے Anglo - Indian ‘Electro - magnetic ‘Russo - Japanese وغیرہ سب اسی قول کے مصداق ہیں - ان کے ترجمے علی الترتیب انگریز v هندی، روسی v جاپانی، برق v مقناطیسی ہوں گے - اگر یہ علامت استعمال نہ کی جائے، تو یا تو کوئی لفظ زنجیرے کی جگہ لے گا، یا مرکب کے اجزا علحدہ علحدہ الفاظ سمجھے جائیں گے، اور التباس ہوگا - ہمارا خیال ہے کہ صرف اسی ایک علامت کا صحیح استعمال وضع اصطلاحات کی ایک بڑی دقت دور کر سکتا ہے - ہم نے اسے اِس علامت سے (v) اس لیے ظاہر کیا کہ وصل کا مفہوم واضح ہو جائے - دوسری بات یہ ہے کہ انگریزی Hyphen (-) ہمارے یہاں پورے وقفے کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ اس لیے کسی اور علامت کی ضرورت تھی —

ہند آریائی زبانیں (یعنی وہ زبانیں جو ہندی اور آرین دونوں زبانوں سے بنی ہیں) —

روسی v جاپانی صلحنامہ (جو روس اور جاپان کے مابین ہوا ہے)

طبی v نفسیاتی (جو علم طب اور نفسیات دونوں سے متعلق ہے)

حے v نباتی (جو علم حیوانات اور نباتات دونوں سے متعلق ہو)

مق v برقی (مقناطیسی + برقی)

مور v پنکھیا (مور + پنکھہ)

کل v هندی (All-India) مشق

حسب ضرورت خط، قوسین، واوین اور زنجیرہ لگاؤ :-

انگریز ہندی قوم وہ قوم ہے جو ہندی اور انگریزی خون کے اختلاط سے پیدا ہوئی یہ لوگ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں رہتے ہوے اُنہیں کئی قرن ہونے کو آئے اب تک زبان اطوار اور عادات کے لحاظ سے خود کو باطناً نہیں تو

ظاہر آ ہی انگریزی الاصل سمجھتے ہیں —

آدمی کو چاہیے کہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو جاے، خواہ جان ہی کا زیان کیوں نہ ہو لیکن صداقت پر قائم رہے - کسی فلسفی کا قول ہے صداقت ہی انسان کا اعلیٰ ترین جوہر ہے -

تحت لسانی عصب وہ عصب ہوتا ہے جو ہماری زبان کے نیچے سے ہوکر گزرتا ہے —

—— : مشق : ——

حسب ذیل عبارتوں میں اوقاف کا استعمال کرو —

(۱) ناظرین کو معلوم ہے کہ میں نکتہ چین ہوں مدحت سرا نہیں میرا دستورالعمل یہ ہے : -

قصیدہ کار ہوس پیشگاں بود عرفی

تو از قبیلۂ عشقی وظیفہ ات غزل است

حق گوئی کی راہ میں عموماً دو قوتیں مانع ہوتی ہیں دولت و طاقت اور ذاتی تعلقات و وابستگی اتفے زمانے میں احباب کم از کم اِس کا تو اندازہ کر چکے ہیں کہ الحمد للہ یہ دونوں پتھر میری راہ میں حائل نہیں ہو سکتے —

ہم کعبہ وہم بتکدہ سنگ رہ ما بود

رفتیم و صنم بر سر محراب شکستیم

دولت و طاقت و حکومت و اقتدر کے مقابلے میں جو کچھ اپنا حال ہے محتاج بیان نہیں زبان اور قلم دونوں اس کا جواب دے سکتے ہیں رہے ذاتی تعلقات تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے لیے پچھلے اجلاس کے واقعات میرے لیے پر از اشکال تھے تا ہم کچھ دنوں تک خاموش رہا اور پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تعلقات کا مسئلہ نہیں بلکہ عقیدے اور وراے کا سوال ہے تعلقات کے ایسے تاروں کی کیا حقیقت ہے اس راہ میں تو زنجیریں بھی ٹوٹ جاتی ہیں پس جو کچھ میری ذاتی راے تھی بلا تامل حوالۂ قلم کردی -

دوستی کیا چیز ہے ہمارے خون اور رشتہ داریوں کو بھی حق اور عقیدے کے سامنے ہیچ ہو جانا چاہیے زمانہ پر آشوب ہے حق اور راستی کی مظلومی کس درجہ درد انگیز حد تک پہنچی ہوئی ہے کوئی نہیں جو خدا کی خوشنودی کی خاطر اس کے چند بندوں کا غصہ جھیل لے اور پھر کوئی نہیں جو اپنے قول کی عزت کے لیے اپنے عمل کو بھی قابل عزت بنائے ہر دعویٰ دلیل سے محروم ہر قول عمل کا مخالف اور ہر سفیدی نمائش اور نفاق کی سیاہی سے آلودہ تعریف کی خواہش سے دماغ مضبوط ہو رہے ہیں حالانکہ جو لوگ دنیا سے بقول شاعر تعریف و مدح مانگتے ہیں اور ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں ان کو کو پہلے بتلانا چاہیے کہ اُس کے لیے انہوں نے کیا کھویا ہے —

[۲] بر خوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت یہ قطعہ میں نے وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیا لکھوں اِسی کاغذ کو لفافے میں رکھہ ٹکٹ لگا سرنامہ لکھہ کلیان کے حوالے کر گھر میں چلا گیا اور وہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کے کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے لو اب بتاؤ کیا لکھوں —

[۳] میں سادہ دل آزردگیٔ یار سے خوش ہوں یعنی سبق شوق مکرر نہوا تھا پیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے یوں سننا مجھے باور نہ آیا یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا

دوست کہتا ہے اولیا کا یہ حال ہے کہ وائے بر حال ہم اشقیا
کی یہ حکایت ہے شکایت نہیں دنیا داری کے لباس میں فقیری
کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد نہ شیاد کیاد ستر برس کی عمر
ہے بلا مبالغہ کہتا ہوں ۷۰ ہزار آدمی نظر سے گزرے ہوں گے
زمرۂ خواص میں سے عوام کا شمار نہیں دو مخلص صادق الولا
دیکھے ایک مولوی سراج الدین دوسرا منشی غلام غوث —

[۴] دیکھنے کو آنکھ دی اور سننے کو یہ کان دیے ناک
بھی اونچی سب میں کردی مورتوں کو جی دان دیے مٹی
کے باسن کو اتنی سکت کہاں جو اپنے کمہار کے کرتب کچھ بتا
سکے سچ ہے جو بنایا ہوا ہو سو اپنے بنانے والے کو کیا سراہے اور
کیا ہے یوں جس کا جی چاہے پڑا بکے سر سے لگا پاوں تک جتنے
رونگٹے ہیں جو سب کے سب بول اُٹھیں اور سراہا کریں اور
اُتنے برسوں اسی دھیان میں رہیں جتنی ساری ندیوں میں
ریت اور پھول پھلیاں کھیت میں ہیں تو بھی کچھ نہ ہوسکے —

عروض

عروض وہ مشہور فن ہے جس سے اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے —

عروض کا موجد عرب کا ایک عالم ادب خلیل بن احمد مکی ہے - جس کی وفات سنہ ۱۷۰ ہجری میں ہوئی ہے اُس نے پندرہ وزن قرار دیے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا، اُس کے بعد بحروں میں اضافہ ہوتا رہا —

وزن

وزن عروضیوں کی اصطلاح میں دو کلموں کی حرکات و سکنات برابر ہونے کا نام ہے - حرکات اور حروف کا اختلاف ہو تو ہرج نہیں ہے - جیسے احسان اور صندوق ہم وزن ہیں یعنی جتنی حرکتیں اور سکون ایک میں ہیں اتنے ہی دوسرے میں ہیں، گو دونوں کی حرکتیں مختلف ہیں-

بحر

بحر اُن چند موزوں کلموں کا نام ہے جن پر شعر کا وزن ٹھیک کرتے ہیں - شعر میں موسیقی اور ترنم جس قدر ہو اُسی قدر بحر عمدہ ہوگی ورنہ بہت سی ایسی بحریں ہیں، جو اِن دونوں سے معرا ہیں، اِس وجہ سے رائج و مقبول نہیں ہوئیں-

ارکان بحر

بحر جن اجزا (ٹکڑوں) سے بنتی ہے، اُن کو ارکان یا افاعیل یا امثال کہتے ہیں، اور ہر جز کو "رکن" —

تقطیع

کسی شعر کے اجزا کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کو کہتے ہیں - اِس طرح کہ ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک حرف ہو، مثال آگے بیان ہوگی -

اجزائے ارکان

ارکان (رکنوں) کے ٹکڑوں کو اجزا یا اصول کہتے ہیں - رکن جن اصول یا اجزا سے بنتا ہے وہ تین ہیں : سبب، وتد، فاصلہ - مگر سبب و وتد کافی ہیں، دو حرفی کا سبب اور تحر فی (سہ حرفی) کا نام وتد ہے - پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو جیسے سر، بر، تو سبب خفیف ہے - اور دوسرا بھی حرکت دار ہے تو سبب ثقیل، جیسے سرِ، دلِ، اضافت کی حالت میں، ورنہ اردو میں متحرک الآخر لفظ نہیں ہوتا - پہلا اور دوسرا متحرک اور تیسرا ساکن ہے تو "وتد مجموع" ہے جیسے قلم، اور درمیانی ساکن ہے تو "وتد مفروق" ہے جیسے مشقِ، اضافت کی حالت میں —

ارکان

اِن دونوں اصولوں سے سات ارکان بنتے ہیں، جنھیں افاعیل ہفت گانہ کہتے ہیں - دو پنج حرفی :-

(۱) فعولن (۲) فاعلن، ایک کا جزو اول سبب ہے، دوسرے کا وتد - وتد پہلے ہے تو فعولن ہوگا اور سبب پہلے ہے تو فاعلن —

ست حرفی، یہ پانچ ہیں : - (۱) مستفعلن (۲) مفاعیلن - ان دونوں میں ایک ایک وتد اور دو دو سبب خفیف ہیں، اول میں سبب مقدم اور وتد موخر ہے، دوسرے میں اس کے برعکس - (۳) فاعلاتن (۴) متفاعلن - (۵) مفعولات —

فاعلاتن میں اول آخر سبب ہے اور بیچ میں وتد - پانچویں میں دو سبب مقدم ہیں اور ایک سبب مفروق - چوتھے رکن

میں اول سبب ثقیل، دوسرا جز سبب خفیف، تیسرا جز وتد مجموع —

خلیل کا خیال ہے کہ انہیں بحروں میں تمام عروض منحصر ہے لیکن یہ صحیح نہیں - بحروں میں بہت اضافہ ہوا اور ہو سکتا ہے - افاعیل ہفت گانہ کے علاوہ ایک اور مشہور رکن مفاعلتن ہے مگر مروج نہیں —

اسماء و شمار بحور

کل مشہور بحریں جو اِن ارکان سے بنتی ہیں، اُن کو یاد رکھنے کے لیے یہ قطعہ بہتر ہے :—

"رجز، خفیف، رمل، منسرح، دگر مجتث
بسیط و وافر و کامل، ہزل، طویل و مدید"
"مشاکل و متقارب، سریع و مقتضب است
مضارع و متدارک، قریب نیز جدید"

(۱) رجز - مستفعلن آتھ بار سالم
(۲) ہزج - مفاعیلن " "
(۳) کامل - متفاعلن " "
(۴) رمل - فاعلاتن " "
(۵) متقارب - فعولن " "
(۶) متدارک - فاعلن " "

یہ بحریں ایک رکن کی تکرار سے بنتی ہیں - وافر جو مفاعلتن کی تکرار سے بنتی ہے، ترک کی گئی کہ رائج نہیں ہے —

یہ پانچ بحریں دو رکنوں کے مکرر لانے سے بنی ہیں :—

(۱) خفیف :- فاعلاتن - مستفعلن - فاعلن
(۲) سریع :- مستفعلن مستفعلن - مفعولات
} یہ دونوں مسدس ہی مستعمل ہیں

(۳) مجتث :- مستفعلن - فاعلاتن - مستفعلن فاعلاتن -

(۴) مضارع :- مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن -

(۵) منسرح - مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات -

(یہ بحریں مسدس اور سالم مستعمل نہیں ہیں - کسی بحر میں چھ ارکان سے کم اور آٹھ سے زیادہ نہیں ہوتے ' چھ والی کو مسدس (چھ رکنی) اور آٹھ رکن والی کو مثمن (آٹھ رکنی) کہتے ہیں - چھ رکنی بحر کا ایک مصرعہ تین رکن کا اور آٹھ رکنی کا ایک مصرعہ چار رکن کا ہوتا ہے' یہ قاعدہ اکثر یہ ہے نہ کلیہ —

زحاف

عروض کی اصطلاح میں زحاف اس تغیر کو کہتے ہیں جو شعر کے رکن یا ارکان میں ہو - ارکان اگر اشعار میں اپنی اصلی صورتوں پر ہیں تو بحر کو سالم کہیں گے - مگر سالم بحریں کم مروج ہیں - اور جن کے کسی رکن یا ارکان میں تغیر ہوگا اسے "مزاحف" کہتے ہیں - یعنی "زحاف والی" -

زحاف سے ارکان میں چودہ (۱۴) صورتیں پیدا ہوتی ہیں - اور زحاف کی تین صورتیں ہیں :-

۱ - اضافہ' یعنے کسی حرف کی زیادتی -

۲ - کمی' ایک یا ایک سے زاید حرفوں کا گرا دینا -

۳ - ساکن حرف کو متحرک کرنا -

زحاف یوں تو چالیس اکتالیس ہیں ' مگر مروجۂ اُردو بیس لکھے جاتے ہیں - ان میں سے بعض کئی رکنوں میں آتے ہیں - اور بعض صرف ایک رکن میں - ایک رکن میں آنے والے یہ چار ہیں :-

خاص زحاف

۱ - ثلم (بفتح ثاء و سکون لام) فعولن سے (ف) کو گرانا' پس عولن رہ جاتا ہے' اس کی جگہ "فعلن" مستعمل ہے - ایسے رکن کو اثلم کہیں گے -

۲ - جب' (بفتح جیم و تشدید باے موحدہ) رکن کے آخر میں

سے دو سبب خفیف گرانا جیسے مفاعیلن میں سے (عیلن)
دور کیا تو "مف" رہا - اس کی جگہ "فعل" لاتے ہیں -
زحاف شدہ رکن "مجبوب" کہلاتا ہے —

۳ - خرم (بفتح خاء و سکون راء) مفاعیلن میں سے میم دور
کرنا پس فاعیلن رہا - اس کی جگہ مفعولن لاتے ہیں - اور
رکن کا نام اخرم ہے - یہی زحاف فعولن میں ثلم ہے —

۴ - کشف (بفتح کاف و سکون شین) مفعولات کی 'ت' دور کرنا،
پس مفعولا رہا اس کی جگہ مفعولن کہیں گے - خرم اور کشف
دونوں کے بعد مفعولن رہتا ہے، یہ زحاف انہیں ارکان کے
ساتھ مخصوص ہیں —

عام زحاف

جو زحاف کئی رکنوں میں آتے ہیں، وہ گیارہ ہیں : —

۱ - اذالہ (بکسر الف و ذال مفتوح) رکن کے آخر میں وتد
مجموع ہو تو آخری حرف سے پہلے الف زیادہ کرنا، جیسے
مستفعلن سے مستفعلان - ایسے رکن یا بحر کو "مذال"
کہتے ہیں -

۲ - تسبیغ (اس کا نام ہم اردو میں اضافہ رکھتے ہیں کیونکہ
یہ لفظ بہت ثقیل ہے) رکن کے آخر میں سبب خفیف ہو
تو اس میں الف زیادہ کرنا (اذالہ اور اضافہ دونوں
ایک ہیں، مگر وہ وتد میں ہوتا ہے اور یہ سبب خفیف
میں) - مثلاً فاعلاتن میں فاعلاتان، اس کی جگہ اس کا ہم‌وزن
فاعلیان لاتے ہیں - اس رکن یا بحر کو مسبغ کہتے ہیں
اور ہم مضاف کہیں گے -

(نوٹ) یہ دونوں زحاف مصرعے کے آخری رکن میں آتے ہیں-

۳ - حذف - (حاء حطی و ذال معجمہ) وتد مجموع کو آخر
رکن سے گرانا جیسے فاعلن سے علن گرایا تو صرف "فا" رہا
اس کی جگہ فع لاتے ہیں اور رکن کو "احذ" (بتشدید

ذال) کہتے ہیں —

۴ - حذف' (بفتح حاء و ذال معجمہ ساکن) آخر رکن سے ایک سبب خفیف دور کرنا - جیسے فعولن سے لن گرایا (فعو) رہا ' اس کی جگہ (فعل) لائیں گے - اِس رکن یا بحرکو "محذوف کہیں گے —

۵ - خبن (خاء مفتوح باء ساکن) رکن کے اول میں سبب خفیف ہو تو اس کا دوسرا حرف گرانا - جیسے فاعلن سے الف گرایا فعلن رہا ' یہ رکن " مخبون" ہوا —

۶ - طی' (طاء مفتوح و یاے تحتانی مشدد) رکن کے آخر میں دو سبب خفیف ہوں تو چوتھا حرف گرانا - جیسے' مستفعلن سے (ف) گرایا تو "مستعلن" رہا ' اس کی جگہ "مفتعلن" لاتے ہیں اور یہ رکن "مطوی" کہلاتا ہے —

۷ - قصر' (قاف مفتوح و صاد مہملہ ساکن) رکن کے آخر سبب خفیف میں سے ساکن حرف کو دور اور ماقبل کو ساکن کرنا - جیسے مفاعیلن میں سے ن گرایا اور 'لام' کو ساکن کیا تو 'مفاعیل' رہا یہ رکن "مقصور" ہوا —

۸ - قطع' رکن کے آخر میں وتد مجموع ہو تو اس کے آخر حرف کو گرا کر ما قبل کو ساکن کرنا - جیسے فاعلن میں سے 'ن' گرا کر 'ل' کو ساکن کیا تو "فاعل رہے گا - اس کی جگہ فعلن لاتے ہیں اور رکن کو "مقطوع" کہتے ہیں —

۹ - قبض (رکن مقبوض) پانچواں ساکن حرف سبب خفیف میں کا گرانا - جیسے فعولن میں سے 'ن' گرا تو فعول رہا (بضم لام) —

۱۰ - کف' ('کاف' مفتوح ' 'ف' مشدد) (اور رکن مکفوف) ساتویں ساکن حرف کو دور کرنا - جیسے مفاعیلن میں سے 'ن' گرایا تو مفاعیل رہا (بضم لام) —

۱۱ - وقف' (واؤ مفتوح قاف ساکن) (اور رکن موقوف)

آخر رکن میں وتد مفروق ہو تو اس کے آخری متحرک کو ساکن کرنا - جیسے "مفعولات" کی 'ت' کو ساکن کردینا -

ایک بحر اور ایک رکن میں کئی زحاف بھی واقع ہوتے ہیں- اس صورت میں ان کا نام دو تین ناموں سے مرکب ہوتا ہے - مثلاً ایک رکن میں خبن اور قطع ہے تو اُسے مخبون و مقطوع کہیں گے —

مرکب زحاف

عروضیوں نے رکن میں ایک سے زاید زحاف کے جمع ہونےکا بھی دوسرا نام رکھہ لیا ہے- یہ مرکب زحاف حسب ذیل پانچ ہیں:-

۱ - خرب - (خاء مفتوح و را ساکن) مفاعیلن میں خرم اور کف کے اجتماع کا نام ہے- خرم کی وجہ سے میم اور کف کے سبب سے 'ن' گرایا ' فاعیل (بضم لام) رہا - اس کی جگہ " مفعول " لاتے اور ایسے رکن یا بحر کو " اخرب " کہتے ہیں —

۲ - شتر (شین معجمہ مفتوح تاے فوقانی ساکن) (رکن اشتر) خرم اور قبض کے اجتماع کا نام ہے - مثلاً رکن مذکور میں خرم سے 'م' اور قبض سے 'ی' گر گئی تو " فاعلن " رہا —

۳ - شکل - (شین مفتوح ک ساکن- رکن مشکول) - کف اور خبن کے اجتماع کا نام ہے - مثلاً فاعلاتن میں سے دوسرا اور ساتواں حرف یعنے لام اور نون گرایا ' فعلات (بکسر عین وضم تاء) رہا —

۴ - کسف (کاف مفتوح و سین مہملہ ساکن - رکن مکسوف) - وقف اور کف کا اجتماع کسف ہے - مثلاً مفعولات کی (ت) کی حرکت وقف سے اور خود (ت) کف کی وجہ سے دور ہوئی تو مفعولا رہے گا - اس کی جگہ مفعولن لاتے ہیں —

۵ - ہتم - (ہائے مہملہ مفتوح وتاء فوقانی ساکن - رکن و بحر آہتم) یہ حذف اور قصر کے اجتماع کا نام ہے- مثلاً مفاعیلن

میں سے پہلے تو حذف کی وجہ سے لن دور ہوا ' مفاعی رہا -
پھر قصر سے (ی) دور اور (ع) ساکن کیا گیا ' تو مفاع'' رہا '
اس کی جگہ '' فعول '' بسکون لام بولیں گے - اردو شاعری
کے لیے اتنے زحافات کا بیان کافی ہے —

تقطیع

شعر کا موزوں اورغیر موزوں ہونا تقطیع ہی سے معلوم ہوتا ہے- شعر کے اجزا کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کا نام تقطیع ہے- اس کے اصل معنے پارہ پارہ کرنا ہیں - چوں کہ ارکان بحر سے ہم وزن کرنے کے لیے الفاظ شعر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں ' اس سبب سے یہ نام رکھا گیا - تقطیع میں ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک واقع ہونا ضروری ہے - خواہ الفاظ کلمات ثابت رہیں یا نہ رہیں - تقطیع کے چند قاعدے ہیں ' جو لکھے جاتے ہیں :—

(۱) وزن کرنے میں سکون و حرکات کا شمار اور جگہ برابر ہونی چاہیے - خواہ حروف و حرکات مختلف ہوں - جیسے بلبل اور طوطی کا وزن فعلن ہے یعنے دو حرکتیں اور دو سکون ایک ہی جگہ واقع ہیں- یہ وزن عروضی ہے -

(۲) تقطیع میں حروف ملفوظ کا اعتبار ہے جو زبان سے ادا ہوتے ہیں اور مکتوبی جو کتابت میں تو ہوں مگر بولے نہ جائیں ' وہ تقطیع سے خارج ہیں - مثلاً :—

(الف) الف اِس ' اب وغیرہ کا یعنے وہ الف جو آغاز لفظ میں آتا ہے اگر اس کے ما قبل کا حرف اس سے ملتا ہوا ہو تو وہ گرا دیا جا سکتا ہے (ع :) -
'' اب اس داستاں کو سنا چاہیے '' - تقطیع یہ ہوگی : - ابس دا' فعولن- سنا چا ' فعولن - ہیے ' فعل —

(ب) نون غنہ جو حرف علت کے بعد ہو جیسے زماں '

زمین وغیرہ میں، جب تک کہ اُس کا اعلان نہ ہو، تقطیع سے خارج ہے اور اگر بیچ میں ہے اور دیگر الفاظ کے مانند ملفوظ تو تقطیع میں شمار ہوگا - ع "بنام جہاں دار جاں آفریں" - تقطیع: بنامے، فعولن - جہادا، فعولن - ردجاا، فعولن، فری فعل —

(ج) واؤ معدولہ، مثلاً خواب کی جگہ خاب لیا جائے گا - ع :"خواب میں خود ہی کوئی آیا ہے" - "تقطیع: خاب می خد، فاعلاتن، ھکو اا ،.فاعلن - یا ہے، فعلن -

(د) ھائے مختفی، جو اظہار حرکت کے لیے لکھی جاتی ہے، جیسے نامہ اور جامہ کی (ہ) اگر وسط میں ہو اور عروض و ضرب میں ہو تو ساکن حرف کی جگہ متصور ہوگی، (عروض پہلے مصرعے کا آخری رکن ضرب، دوسرے مصرعے کا رکن آخر) جیسے: "نامہ آتا ہے نہ مدت سے پیام آتا ہے" - تقطیع نام آتا فاعلاتن - ہ ن مدت، فعلاتن - س پیاما، فعلاتن - تا ہے، فعلن —

(ہ) ایسا واؤ عاطفہ، جس کے ماقبل کے حرف سے صرف ضمہ (پیش) ظاہر ہوتا ہے، جیسے: -
"جان و دل سے عزیز ہے مجھکو" تقطیع: جان دل سے، فاعلاتن - عزیز ہے، مفاعلن - مجکو، فعلن —
جان و دل کا واؤ تقطیع سے ساقط ہے اور اگر ضمۂ ماقبل دراز ہو جیسے: "علم و ھنر و فضائل و کسب و کمال" - تو یہ واؤ شمار ہوگی —
تقطیع: علمو، مفعول، نر و فضا، مفاعلن، ئلو کسب، مفاعیل، کمال، فعول - ابتدائے کلمہ کی واؤ کی مثال:
"ہے قدر کسی کی تو وطن میں ہے وگرنہ"

یہ داخل تقطیع ہے —

تقطیع : ہے قدر ' مفعول ' کسی کی ت ' مفاعیل - وطن
مے ہ مفاعیل - و گرنہ ' فعولن —

(و) حرف مخلوط جو دوسرے سے مل کر ادا ہو جیسے: کیا کی
'ی' اور گھر کی 'ہ' - کیا کی جگہ 'کا' اور گھر کی جگہ
'گر' تقطیع میں آے گا - (ع :) " کیا کہا پھر تو کہیے
اے حضرت " تقطیع: کا کہا پر فاعلاتن - ت کہ یے اے'
مفاعلن - حضرت' فعلن —

(ز) عربی کے الفاظ کا الف جیسے' بالضرور بالفعل - ان
صورتوں کے علاوہ اور کوئی حرف اس طرح کا ہو تو
وہ بھی تقطیع سے خارج ہوگا —

(۳) وسط مصرعہ میں دو ساکن ایک جگہ ہوں تو دوسرے
کو متحرک کرلیتے ہیں : ع " خیر تو ہے آپ کہاں جاتے
ہیں" خیر کی 'ر' کو متحرک کرلیا ہے - "خیر تو ہے" کو
مفتعلن سے تعبیر کریں گے - تقطیع: خیرت ہے : مفتعلن -
اپ کہا ' مفتعلن - جا ت ہے ' فاعلن -

(۴) آخر مصرعہ میں دو ساکن ایک جگہ آئیں تو بحال
رہیں گے - وسط میں دو سے زیادہ حرف ساکن ہوں تو
دوسرا متحرک اور تیسرا حذف ہوجاے گا - جیسے :
" راست کہتا ہوں اس کو سچ جانو" راست کا سین
متحرک کردیا گیا - تقطیع : راس کہتا فاعلاتن - ہ اِس
ک سچ' مفاعلن - جانو' فعلن - اور آخر مصرعہ میں تین
ساکن ہوں تو دو بحالت خود رہیں گے تیسرا گرا دیا
جاے گا - غرض تین ساکن جمع نہیں ہوتے -

(۵) ایسے الفاظ جن کے تلفظ میں بعض حرف زبان سے نکلتے
ہوں مگر مکتوب نہیں' وہ تقطیع میں آئیں گے' جیسے
لفظ آمد میں دو الف - مثال : " آتا ہو تو ہاتھ سے نہ

دیجے " - تقطیع: ا ا تا ہ مفعول- ت ہا ت سے مفاعلن -
ن دیجے فعولن —

اسی طرح وہ اضافت کا کسرہ جو دراز پڑھا جائے۔ اس کی جگہ 'ی' ساکن متصور ہوگی - اس کو یائے باطنی کہتے ہیں - اور حروف مشدد دو شمار ہوتے ہیں مثلاً: فرخ' فررخ - کسرۂ دراز اور مشدد حرف کی مثال:

"نہ اِتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ" (غالب)

تقطیع: ن اِ تنا بر' مفاعیلن - رشے تیغے مفاعیلن- جفا پر نا' مفاعیلن - ز فرماؤ' مفاعیلن —

(۶) حرف علت واؤ' الف' ی' جو الفاظ کے آخر میں آتے ہیں' جیسے: کو' تھا' سے' وغیرہ' بعض اشعار میں ان کا تلفظ بہت مختصر ہوتا ہے' پس صرف ان کے ماقبل کا حرف شمار ہوتا ہے اور یہ حرف معدوم - جیسے ع: " مجھ کو تھا اس شخص سے بس اتحاد" کو کا واو' تھا کا الف' کی کی ی کا تلفظ مختصر ہے اس لیے یہ داخل تقطیع نہیں - تقطیع یہ ہے:—

مج ک تا اس' فاعلاتن - شخص سے بس' فاعلاتن - ا ت ت حاد فاعلات —

(۷) بعض جگہ رکن میں سکون ہوتا ہے اور شعر میں اس جگہ حرف متحرک اسے بضرورت تقطیع ساکن کرلیتے ہیں - جیسے' ع: "تم نے بات نہ مانی میری" اس میں بات کی ت کو متحرک اور نہ کے نون کو ساکن کرلیا گیا ہے - یعنے " بات نہ " کو' باتن ' - تقطیع کے وقت ایسے حروف کا جو خارج از تقطیع ہیں لکھنا نہ لکھنا برابر ہے - مگر اصل صورت قایم رکھنے کے لیے لکھنا بہتر ہے - تقطیع یہ ہے: تم نے ' فعلن' باتن ' فعلن' مانی ' فعلن' میری ' فعلن —

بحریں

۱ - بحر ہزج

۱ - بحر ہزج سالم - مفاعیلن ایک مصرعے میں چار بار -
ع : " ستم ہو جائے تمہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے " - تقطیع : ستم
ہو جا مفاعیلن ' اِ تمہید ے مفاعلین ' کرم ایسا مفاعیلن ' ب
ہوتا ہے ' مفاعیلن بھی کی ہ اوری تلفظ مختصر ہونے کی وجہ
سے خارج از تقطیع ہیں -

۲ - بحر ہزج مضاف * - آٹھ رکنی ' (مفاعیلن مفاعیلن مفاعلین
مفاعیلان) ع : " کئی نکلی ہیں لخت دل سے تار اشک کی
لڑیاں " تقطیع : کئی نکلی مفاعیلن ' ہ لختِ دل مفاعیلن اس
تا رے اش مفاعیلین ' ک کی لڑیاں مفاعیلان - کسی شعر میں
عروض مضاف اور ضرب سالم ہے تو جائز ہے —

۳ - ہزج اخرب (مفعول مفاعیلن مفول مفاعیلن) ع : "یارب
میری قسمت میں یہ غم نہ دیا ہوتا " تقطیع : یا رب م
مفعول ' رقسمت می ' مفاعیلن ' یہ غم ن مفعول ' دیا
ہوتا مفاعیلن —

- اخرب مکفوف مقصور (مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل)
ع : " وہ مجھ کو جنوں جامہ دری کے لیے دے ہاتھ "
تقطیع ، وہ مجھ ک مفعول ' جنو جام مفاعیل ' دری کے ل
مفاعیل ی دے ہات مفاعیل —

۵ - اخرب مکفوف محذوف (مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن)
ع : " دل لے ہی لیا ناز سے شوخی سے ہنسی سے "

---

* ہم نے تسبیغ کا نام اضافہ اور مسبغ کا مضاف رکھا ہے اور ہر جگہ یہی لکھیں گے -

تقطیع : دل لے ک مفعول ' لیا ناز مفاعیل ' س شوخی س مفاعیل' هنسی سے فعولن —

کسی شعر میں عروض بروزن مفاعیل اور ضرب بروزن فعولن هے تو جائز هے مگر سب جگہ یہ تفاوت نہ هو -

۰ - هزج اشتر مثمن (فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن) ع : " بزم غیر سے اُٹھنا یار کا تعجب هے " - تقطیع : بزم غی فاعلن ' رسے اُٹھنا مفاعیلن ' یار کا فاعلن ' تعج جب هے ' مفاعیلن -

۷ - هزج مقصور محذوف - (مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفعولن) ع : " نہ کھینچ آہ نہ کھینچ آہ دل یار نازک هے " - تقطیع : ن کھینچاہ مفاعیل' ن کیھنچاہ مفاعیل' دلے یار مفاعیل' نازک هے مفعولن —

۸ - هزج مسدس محذوف - (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) (دوبار) ع : " گلے لپٹے هیں وہ بجلی کے ڈر سے " - تقطیع گلے لپٹے - مفاعیلن ' ہ وہ بجلی ' مفاعیلن ' کڈر سے فعولن —

۹ - هزج مقصور - (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل) ع : - " هے سرمہ کا جو دنبالہ نمودار " - تقطیع : ہ سرمے کا ' مفاعیلن - جو دنبالا' مفاعیلن - نمودار' مفاعیل —

۱۰ - هزج مسدس اخرب مقبوض یا محذوف (مفعول مفاعلن فعولن) یا (مفاعیل) ع : " آتا هو تو هاتھ سے نہ دیجے " تقطیع : اا تا ہ مفعول' ت هات سے مفاعلن' ن دیجے فعولن—

۲ - بحر رجز

۱ - بحر رجز سالم - مستفعلن چار بار ایک مصرعے میں : -
" ساغر مئے گل رنگ کے بھر کے مجھے دے ساقیا "

۲ - بحر مذال - (مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلان) ع :
" هر چند تھیں ظاهر تری سب خلق میں بے باکیاں "
(ظفر شاہ)

۳ - بحر رجز مطوی مخبون- (مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن) ع:-

" عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو"
[شاہ نیاز]

۳ - بحر رمل

۱ - بحر رمل کا اصل وزن - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ہے- مگر سالم اردو میں بہت کم کہتے ہیں بلکہ نہیں کہتے

۲ - رمل مقصور - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات — ع :

اے مسیحا بچ نہیں سکتا ترا بیمار آج

۳ - رمل محذوف - فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن —

" دل نہ توڑ اے بد گمانی یوں کسی بیمار کا "

۴ - مخبون مقصور - فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات - ع :

دل ہی پہلو میں نہیں پھر ہے عبث رنج و ملال

۵ - مخبون محذوف - تمام ارکان مثل بالا' صرف بجائے فعلات' فعلن یا فعلن (بکسر عین و سکون عین) ع :

" کبھی چمکا نہ ستارا مری پیشانی کا "

ایک مصرعے میں فعلات' دوسرے میں فعلن یا فعلن درست ہے -

۶ - مخبون مقطوع - فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن - (فعلن بسکون عین) ع :

" مرغ دل پر ھدف تیر نظر کیا ہوگا "

۷ - مشکول مثمن - فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن ع :

" ترے تیر نیمکش کو کوئی میرے دل سے پوچھے "

۸ - مسدس مقصور - فاعلاتن فاعلاتن فاعلات - ع :

"پھر ہوا اس کو مرے دل کا خیال"

۹ - مسدس محذوف - فاعلاتن فاعلاتن فاعلن — ع :

" میں رقیب روسیہ کو کھل گیا "

ایک مصرعے میں فاعلات دوسرے میں فاعلن لانا درست ہے -

۱۰ - مسدس مخبون - مقطوع یا محذوف - فاعلاتن فعلاتن فعلات - (بسکون عین یا بحرکت عین) — ع :

" لوگ نالہ کو رسا باندھتے ھیں "

۴ - بحر کامل

۱ - بحر کامل سالم - متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن (چار بار) آتھہ رکنی آتی ھے - ع :

"دل زار نے یہ ستم کیا مجھے شام ھی سے جگا دیا"

اس بحر کے رکن پر ایک حرف زائد کرکے یوں بھی کہاگیا ھے ؎

"بھی کہتی تھی لیلئی پردہ نشیں نہیں کھاتی ادب سے خدا کی قسم"

بر وزن : متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن متفاعلتن- بحر کامل میں شعر کم کہتے ھیں ' مگر مروج ھے اور وہ بھی صرف سالم —

۵ - بحر متدارک

۱ - متدارک سالم مثمن - آتھہ رکنی فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن (چار بار ایک مصرعے میں) ع : " سن لیا ' سن لیا ' مت کہو چپ رھو " یہ سالم کم مروج ھے —

۲ - مخبون - فعلن فعلن فعلن فعلن ع :—

" نہ ھوا نہ ھوا نہ ھوا نہ ھوا "

۳ - سالم مضاعف یعنے ایک شعر میں سولہ بار ع :-

" ترے ھاتھوں سے کچھہ مرے حق میں ذرا نہ بھلا ھی ھوا نہ برا ھی ھوا " —

۴ - مقطوع احذ - فعلن فعلن فعلن فعلن (سکون عین کے ساتھہ) —

ع :- " دن بھر روتے دھوتے گزرا "

۶ - بحر متقارب

۱ - متقارب سالم ' مضاعف - یعنے فعولن آتھہ بار ایک مصرعے میں - (ذوق) ع :-

"تمنانہیں ھےکہ امداد دل کو تپش کا صلہ ھو کہ مُزد قلق ھو"

۲ - سالم، مثمن - فعولن چار بار ایک مصرعے میں ع :-
"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے" (آتش)

۳ - مقصور - فعولن فعولن فعولن فعول ع :-
"الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں" —

۴ - محذوف - فعولن فعولن فعولن فعل - ع :-
"طلسم جہاں ہے تماشا عجب"

فعل اور فعول اول اور دوسرے مصرعے میں لانا جائز ہے مگر ہر جگہ یہ تفاوت نہ ہو -

۵ - مقبوض (اثلم) فعول فعلن فعول، فعلن، یا فعلان ع :-
"یہ عشق اب کیا بسا ہے دل میں"

۶ - مقبوض اثلم (مضاعف) فعول فعلن (آٹھ بار) ع :-
"پھبن، اکڑ، چھب، نگاہ، سج دھج، جمال و طور و خرام آٹھوں" —

- مقبوض - (ایک رکن مقبوض ایک سالم) فعل فعولن فعل فعولن ع :-
"سرو خراماں ہے تیرے قد پر"

اور صورتیں اس بحر میں کم مستعمل ہیں —

مرکب بحریں

۱ - خفیف

اس کا وزن یہ ہے - فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن - اور یہ مسدس مزاحف مستعمل ہے -

۱ - بحر خفیف مخبون - فعلاتن مفاعلن فعلاتن [دوبار] ع :
"ایک میں ہوں کہ آج تک مقدیر"

مستفعلن خبن سے مفاعلن اور فاعلاتن خبن سے فعلاتن ہوتا ہے - کم مروج ہے —

۲ - مخبون، مقصور - فعلاتن مفاعلن فعلات ع :-

" زهر کهانے کی جی میں ٹهانی آج"

فاعلاتن خبن اور قصر سے فعلات رهتا هے باقی بیان اوپر گزرا۔

۳ - مخبون محذوف یا مقطوع - فاعلاتن مفاعلن فعلن [فعلن بہ کسر عین یا بسکون عین]۔

ع : " دل کے تسلے کو هے یهی کافی "

فاعلاتن خبن اور حذف فلاتن هوجاتا هے -

۴ - ان بحروں میں صدر و ابتدا (مصرعہ اول و دوم کے پهلے رکن) سالم هیں ' اگر یہ مخبون هوں مثلاً : فعلاتن مفاعلن فعلات ' یا عروض و ضرب مخبون (مضات) هو یعنی : فعلیان تو جائز هے - فعلاتن مفعلن فعلن اور فعلاتن مفاعلن فعلات بهی مستعمل هے اور ان کا اجتماع جائز هے —

۲ - بحر سریع

اس بحر کا اصل وزن یہ هے :- مستفعلن مستفعلن مفعولات۔ (بضم تا) مگر یہ سالم اور مثمن مروج نهیں هے —

۱ - سریع ' مطوی موقوف - مفتعلن مفتعلن فاعلان (دو بار) ع :-

" کیا کروں تشخیص کا اُس کے بیاں "

مستفعلن میں طے واقع هونے سے مفتعلن هوگا اور مفعولات میں طے و وقف سے فاعلان - اس کا بیان منسرح میں دیکھو —

۲ - سریع ' مطوی ' مکسوف - (مفتعلن مفتعلن فاعلن) - (دوبار) ع :-

"شام سے میں وصل کی شب سوگیا" (مومن)

یہ اردو میں بہت مروج هے - مفعولات میں ' طے ' سے واؤ گر کر مفعلات هوگا اور ' ت ' کسف سے گر کر مفعلا ' اس کی جگہ فاعلن رکها گیا - عروض میں فاعلان ضرب میں فاعلن لا سکتے هیں -

۳ - بحر مجتث

۱ - اس بحر کا اصل وزن یہ هے : مستفع لن - فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن - اس کے مسدس میں شعر نهیں کها جاتا —

۲ - مجتث مخبون - مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن (دوبار)

ع : " بھلا ہوا کہ نہ آئے نہیں تو جان گئی تھی "
یہ کم مروج ہے —

۳ - مخبون ، مقصور (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان) ع :
" وہ مست ہوں کہ مری خاک کا ہے مے سے خمیر "

۴ - مخبون محذوف و مقطوع ۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن (بکسر عین یا بسکون عین) - ع :
" ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا " (قلق)

۴ - مضارع

ا - اس کا اصل وزن مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن ہے - مسدس اور سالم میں شعر نہیں کہتے - یہ بحر منسرح سے مشابہ ہے —

۲ - اخرب - (مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن) (چار بار) ع :
" دنیا میں قصر وایواں بے فائدہ بنایا "

مفاعیلن کو اخرب کرنے سے مفعول آتا ہے یہاں چار رکن اخرب چار سالم ہیں —

۳ - اخرب (مضاف) - مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیان - ع :
" مرنے پہ بھی نہ چھوٹی نظارہ بازیاں ہیں "
فاعلاتن کو مضاف کرنے سے فاعلیان ہوگا —

۴ - اخرب مکفوف - مفعول فاعلات مفاعیل فاعلاتن - ع :
" اے دوست تیرے لطف کے انداز قہر ہوں گے "

۵ - اخرب مکفوف مقصور ، محذوف (مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات یا فاعلن) - ع :

ظاہر ہے اپنی سوزش دل سے کہ آفتاب
پینے کو اشک کھانے کو لخت جگر ملا

۵ - منسرح

ا - اصل وزن یہ ہے :- مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات مگر سالم و مسدس مروج نہیں —

۱ - مطوی موقوف - مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلان یا فاعلات - ع :
" حضرت دل ہم تمہیں کہتے نہ تھے بار بار"
۲ - منسرح مطوی مکفوف - مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات - ع:
"سننے سمجھنے کو بات حق نے دیے گوش ہوش "
واؤ مفعولات کو طے کیا تو مفعلات رہا اس کی جگہ فاعلات
استعمال کیا - فاعلات کی جگہ فاعلن لانا بھی جائز ہے -
۳ - مطوی - مفتعلن فاعلات مفتعلن - مروج نہیں ہے

۶ - بحر مقتضب

۱ - اصل وزن اس کا یہ ہے : مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن یعنے بحر منسرح کے بالکل برعکس - سالم اور مسدس رائج نہیں ہے ' زیادہ تر یہ ایک وزن مروج ہے —
۲ - مطوی ' مقطوع ' مثمن - فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن - ع :
" واہ رے نصیب اپنے جس کی یہ تمنا ہے "

اوزان رباعی

رباعی کا وزن بحر ہزج کے ساتھہ مخصوص ہے - اس میں نو زحاف آتے ہیں' اس طرح چوبیس وزن ہوجاتے ہیں - پس جو چار مصرعے اِن چوبیس وزنوں میں سے کسی وزن پر ہونگے وہ رباعی ہے ورنہ ہر ایسے دو بیت جن کا پہلا ' دوسرا ' چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہو رباعی نہیں - چند اوزان لکھے جاتے ہیں :—

۱ - مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع —
۲ - مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع —
۳ - مفعول مفاعیل مفاعیل فعل —
۴ - مفعول مفاعیلن مفعولن فاع —
۵ - مفعول مفاعلن مفاعیلن فع -
۶ - مفعول مفاعیل مفاعلن فع -

۷ - مفعول مفاعیلن مفعول فعول -

۸ - مفعول مفاعیلن مفعولن فع -

۹ - مفعول مفاعیلن مفعول فعل ۔

۱۰ - مفعول مفاعیل مفاعیل فعول -

۱۱ - مفعول مفاعلن مفاعیل فعول -

ان کو اوزان شجرۂ اخرب کہتے ہیں - دوسرے اوزان شجرۂ اخرم کے یہ ہیں :—

۱ - مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع -

۲ - مفعولن مفعول مفاعیلن فاع -

۳ - مفعولن مفعولن مفعولن فاع -

۴ - مفعولن مفعولن مفعولن فع -

۵ - مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع ۔

۶ - مفعولن مفعول مفاعیل فعول -

۷ - مفعولن مفعول مفاعیلن فع ۔

۸ - مفعولن مفعولن مفعول فعل -

۹ - مفعولن مفعول مفاعیل فعل -

۱۰ - مفعولن مفعول مفاعیل فعول -

۱۱ - مفعولن مفعولن مفعول فعول -

۱۲ - مفعولن فاعلن مفاعیل فعل -